

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیشتر القاری

بشر

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
صوفیہ دین مدرسہ اسلامی عربیہ اسلامیہ کتب خانہ لاہور

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# بیشتر القاری

بشرح

# صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی



# فہرست دیباچہ بشیر القاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	خطہ شریف حضرت علیؓ	۱۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ	۳۲	خود لفظ ش کے تین مرتبہ
۲	وجہ تالیف	۲۵	امام بخاری کے والد ماجد	۳۳	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کا لقب
۳	حالات خود بخاری	۱۹	زعماء مقبولہ کے اسباب	۴	کئی کئی
۴	بیم کے سلسلے ایک مشہور	۲۰	امام بخاری کی ولادت	۵	حقوق العباد کا احکام
۵	اعتراض کا حل	۲۱	ماں کی دماغ سے لیا گیا دایسے گوشت	۳۴	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۸	مراد آباد سے راجا جیو جیو	۲۲	حضرت علیؓ کی ولادت	۶	گناہ کی تبت
۹	کویت در حال	۲۳	آیت اللہ علیہ السلام	۲	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۹	واجب الامان حضرت علیؓ	۲۴	تحفہ حضرت ابو اسلمہ	۳۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۰	شرک اسباق	۲۵	امام بخاری کے تلامذہ کی تعداد	۴	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۱	سلسلہ درس	۲۶	اور ان کے تلامذہ کی تعداد	۵	عدالت و غیرہ کا بیان
۱۲	نگارین کے بیان میں اللہ کی عزت	۲۷	حضرت علیؓ کی ولادت	۳۶	عدالت میں غصہ کے وجوہ
۱۳	نقیر کے والد ماجد	۲۸	ایمان کی روایت	۴	حضرت علیؓ کے وجوہ
۱۴	بزرگان دین کی امداد	۲۹	حضرت علیؓ کی ولادت	۳۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۵	نقیر کے علم معظم	۳۰	کرتا امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴	کونسی عادت قابل استغناء ہے
۱۶	مصر میں حضرت علیؓ کی ولادت	۳۱	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۳۹	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۷	نقیر کے جسد امجد	۳۲	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۰	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۸	ادب مرشد	۳۳	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۱	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۱۹	دعوت حق کے سچے پیروں کی تعداد	۳۴	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۲	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۲۰	نقیر کی سند مستور	۳۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۳	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۲۱	روایت حدیث کے عمدہ	۳۶	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۴	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۲۲	نقیر کی سند مستور	۳۷	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۲۳	ہندوستان کے لاکھوں لوگوں کی تعداد	۳۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۶	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت
۲۴	سلسلہ نبوت	۳۹	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت	۴۷	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی ولادت

## فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۵	بحث خیر و خیریت	۲۰	باب الخیر
۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۶	بحث خیر و خیریت	۲۱	باب الخیر
۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۷	بحث خیر و خیریت	۲۲	باب الخیر
۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۸	بحث خیر و خیریت	۲۳	باب الخیر
۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۱۹	بحث خیر و خیریت	۲۴	باب الخیر
۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۰	بحث خیر و خیریت	۲۵	باب الخیر
۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۱	بحث خیر و خیریت	۲۶	باب الخیر
۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۲	بحث خیر و خیریت	۲۷	باب الخیر
۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۳	بحث خیر و خیریت	۲۸	باب الخیر
۱۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۴	بحث خیر و خیریت	۲۹	باب الخیر
۱۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۵	بحث خیر و خیریت	۳۰	باب الخیر
۱۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۶	بحث خیر و خیریت	۳۱	باب الخیر
۱۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۷	بحث خیر و خیریت	۳۲	باب الخیر
۱۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۸	بحث خیر و خیریت	۳۳	باب الخیر
۱۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۲۹	بحث خیر و خیریت	۳۴	باب الخیر
۱۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۰	بحث خیر و خیریت	۳۵	باب الخیر
۱۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۱	بحث خیر و خیریت	۳۶	باب الخیر
۱۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۲	بحث خیر و خیریت	۳۷	باب الخیر
۱۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۳	بحث خیر و خیریت	۳۸	باب الخیر
۲۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۴	بحث خیر و خیریت	۳۹	باب الخیر
۲۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۵	بحث خیر و خیریت	۴۰	باب الخیر
۲۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۶	بحث خیر و خیریت	۴۱	باب الخیر
۲۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۷	بحث خیر و خیریت	۴۲	باب الخیر
۲۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۸	بحث خیر و خیریت	۴۳	باب الخیر
۲۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۳۹	بحث خیر و خیریت	۴۴	باب الخیر
۲۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۰	بحث خیر و خیریت	۴۵	باب الخیر
۲۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۱	بحث خیر و خیریت	۴۶	باب الخیر
۲۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۲	بحث خیر و خیریت	۴۷	باب الخیر
۲۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۳	بحث خیر و خیریت	۴۸	باب الخیر
۳۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۴	بحث خیر و خیریت	۴۹	باب الخیر
۳۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۵	بحث خیر و خیریت	۵۰	باب الخیر
۳۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۶	بحث خیر و خیریت	۵۱	باب الخیر
۳۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۷	بحث خیر و خیریت	۵۲	باب الخیر
۳۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۸	بحث خیر و خیریت	۵۳	باب الخیر
۳۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۴۹	بحث خیر و خیریت	۵۴	باب الخیر
۳۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۰	بحث خیر و خیریت	۵۵	باب الخیر
۳۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۱	بحث خیر و خیریت	۵۶	باب الخیر
۳۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۲	بحث خیر و خیریت	۵۷	باب الخیر
۳۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۳	بحث خیر و خیریت	۵۸	باب الخیر
۴۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۴	بحث خیر و خیریت	۵۹	باب الخیر
۴۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۵	بحث خیر و خیریت	۶۰	باب الخیر
۴۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۶	بحث خیر و خیریت	۶۱	باب الخیر
۴۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۷	بحث خیر و خیریت	۶۲	باب الخیر
۴۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۸	بحث خیر و خیریت	۶۳	باب الخیر
۴۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۵۹	بحث خیر و خیریت	۶۴	باب الخیر
۴۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۰	بحث خیر و خیریت	۶۵	باب الخیر
۴۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۱	بحث خیر و خیریت	۶۶	باب الخیر
۴۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۲	بحث خیر و خیریت	۶۷	باب الخیر
۴۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۳	بحث خیر و خیریت	۶۸	باب الخیر
۵۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۴	بحث خیر و خیریت	۶۹	باب الخیر
۵۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۵	بحث خیر و خیریت	۷۰	باب الخیر
۵۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۶	بحث خیر و خیریت	۷۱	باب الخیر
۵۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۷	بحث خیر و خیریت	۷۲	باب الخیر
۵۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۸	بحث خیر و خیریت	۷۳	باب الخیر
۵۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۶۹	بحث خیر و خیریت	۷۴	باب الخیر
۵۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۰	بحث خیر و خیریت	۷۵	باب الخیر
۵۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۱	بحث خیر و خیریت	۷۶	باب الخیر
۵۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۲	بحث خیر و خیریت	۷۷	باب الخیر
۵۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۳	بحث خیر و خیریت	۷۸	باب الخیر
۶۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۴	بحث خیر و خیریت	۷۹	باب الخیر
۶۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۵	بحث خیر و خیریت	۸۰	باب الخیر
۶۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۶	بحث خیر و خیریت	۸۱	باب الخیر
۶۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۷	بحث خیر و خیریت	۸۲	باب الخیر
۶۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۸	بحث خیر و خیریت	۸۳	باب الخیر
۶۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۷۹	بحث خیر و خیریت	۸۴	باب الخیر
۶۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۰	بحث خیر و خیریت	۸۵	باب الخیر
۶۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۱	بحث خیر و خیریت	۸۶	باب الخیر
۶۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۲	بحث خیر و خیریت	۸۷	باب الخیر
۶۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۳	بحث خیر و خیریت	۸۸	باب الخیر
۷۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۴	بحث خیر و خیریت	۸۹	باب الخیر
۷۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۵	بحث خیر و خیریت	۹۰	باب الخیر
۷۲	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۶	بحث خیر و خیریت	۹۱	باب الخیر
۷۳	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۷	بحث خیر و خیریت	۹۲	باب الخیر
۷۴	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۸	بحث خیر و خیریت	۹۳	باب الخیر
۷۵	بحث تسمیہ و تسمیہ	۸۹	بحث خیر و خیریت	۹۴	باب الخیر
۷۶	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۰	بحث خیر و خیریت	۹۵	باب الخیر
۷۷	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۱	بحث خیر و خیریت	۹۶	باب الخیر
۷۸	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۲	بحث خیر و خیریت	۹۷	باب الخیر
۷۹	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۳	بحث خیر و خیریت	۹۸	باب الخیر
۸۰	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۴	بحث خیر و خیریت	۹۹	باب الخیر
۸۱	بحث تسمیہ و تسمیہ	۹۵	بحث خیر و خیریت	۱۰۰	باب الخیر



فہرست مضامین بشیر النوری بشرح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰	چیتان	۵۱	رو علی فیض الباری	۶۱	مضامین
۳۱	باب الفحو	۵۲	قدیم کتب میں قصہ منہ علی السند	۶۲	مضامین
۳۲	رو علی فیض الباری	۵۳	کا انکار کرنا ہے	۶۳	مضامین
۳۳	باب المعاف	۵۴	دوبارہ قصہ قدیم کو انکار پر وقت	۶۴	مضامین
۳۴	رو علی فیض الباری	۵۵	تکلف ترجمہ ہوگی وہ نہیں	۶۵	مضامین
۳۵	باب البیان	۵۶	ایصال ثواب پر اعتراض	۶۶	مضامین
۳۶	باب القضاہ	۵۷	فصلیہ صحت پر مباحثات کا	۶۷	مضامین
۳۷	حدیث مذکور کے فوائد کا بحث	۵۸	ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۶۸	مضامین
۳۸	ترجمہ صحت کی تصدیق کا بحث	۵۹	جواب اول	۶۹	مضامین
۳۹	باب الاحکام	۶۰	اہل بیت کے بارے میں	۷۰	مضامین
۴۰	مذہب شوافع کا بیان	۶۱	شیخین اور ائمہ کی طرف سے کیا فرمایا	۷۱	مضامین
۴۱	مذہب شوافع پر اہل مال کی تہنیت	۶۲	تا باغ بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۷۲	مضامین
۴۲	مذہب شوافع پر اہل مال کی تہنیت	۶۳	ایصال ثواب کا بہترین طریقہ	۷۳	مضامین
۴۳	انما الاعمال بالنیات	۶۴	جواب دوم	۷۴	مضامین
۴۴	بہار النورین کی تفسیر میں	۶۵	متحدہ تہذیبوں سے ایک عمل بڑا ہے	۷۵	مضامین
۴۵	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۶۶	ثواب متحد ہو جاتا ہے	۷۶	مضامین
۴۶	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۶۷	طعن اہل بیت سے جواب	۷۷	مضامین
۴۷	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۶۸	ما کہیں اور ثواب دیا ہے	۷۸	مضامین
۴۸	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۶۹	اگر کسی عمل میں ضروری طور پر قصد	۷۹	مضامین
۴۹	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۰	ہو تو ثواب ملے گا انہیں	۸۰	مضامین
۵۰	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۱	باب التصوف	۸۱	مضامین
۵۱	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۲	نیت فاسد کی منفعت اور قصد	۸۲	مضامین
۵۲	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۳	کی منفعت	۸۳	مضامین
۵۳	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۴	حق و غلط میں غلطی کی	۸۴	مضامین
۵۴	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۵	انتہا شریعت اور بارگاہ الہی	۸۵	مضامین
۵۵	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۶	آپ کی کمال عظمت اور احوال قبور	۸۶	مضامین
۵۶	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۷	پر آپ کی واقفیت	۸۷	مضامین
۵۷	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۸	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۸۸	مضامین
۵۸	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۷۹	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۸۹	مضامین
۵۹	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۰	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۰	مضامین
۶۰	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۱	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۱	مضامین
۶۱	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۲	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۲	مضامین
۶۲	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۳	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۳	مضامین
۶۳	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۴	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۴	مضامین
۶۴	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۵	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۵	مضامین
۶۵	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۶	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۶	مضامین
۶۶	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۷	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۷	مضامین
۶۷	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۸	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۸	مضامین
۶۸	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۸۹	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۹۹	مضامین
۶۹	شعاعی حدیث نام علی فیض اللہ	۹۰	نیت صادق کی کمال عظمت اور احوال قبور	۱۰۰	مضامین







صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۰	آپ کی رعایت کرو اہادیث کی تعداد	۱۶۱	آپ زمرہ ہر مقصد کے لئے مفید ہے	۲۱۸	سجدہ قبلت اور چھوٹا نکتہ میں لسنہ کی تالیف
۱۶۱	انہوں سے زائد دوسری باتیں	۱۶۲	ح کے مغرب میں مذہب مختار	۲۱۹	نبوی بارگاہ نور کی کرامات
۱۶۲	حج پر ہجرت کرنے سے مسلمان کی اہمیت	۱۶۳	محمد بن کے نزدیک صلہ اولہ	۲۲۰	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کا سجدہ
۱۶۳	امداد زبیر کا چھوٹا چھوٹا اسلامی انقلاب کی بہترین مثال	۱۶۴	نحو کا فرق	۲۲۱	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۴	غالی کا بہترین جواب	۱۶۵	حدیث کی ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت	۲۲۲	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۵	فہماد کی اہمیت	۱۶۶	حدیث کے ساتھ	۲۲۳	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۶	تفسیر اشکال	۱۶۷	ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۲۲۴	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۷	ہجرت، ابتدا میں کی روئے	۱۶۸	ہر قیل کے حالات	۲۲۵	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۸	اشکال کا جواب اول	۱۶۹	ربک اس مجمع ہے جمع نہیں	۲۲۶	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۶۹	اشکال کا جواب دوم	۱۷۰	قریش میں کون کون کی کہتے ہیں	۲۲۷	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۰	نبی کے جنتی اور مہربانی	۱۷۱	قریش کی چند وجوہ تسمیہ	۲۲۸	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۱	معنی	۱۷۲	طہارت عرب کے نام	۲۲۹	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۲	لام تیسوں کے اقسام	۱۷۳	بک اور داک خانہ کی روئے	۲۳۰	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۳	سماح استغفار نصات کے معانی	۱۷۴	جمع کر کے مانع اپنے کا حکم	۲۳۱	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۴	ترجمہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت	۱۷۵	انفک ترجمان کی تحقیق	۲۳۲	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۵	کی مطابقت	۱۷۶	افعال کا معنی و قیاس شریعت میں	۲۳۳	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۶	در علی فیض الباری	۱۷۷	حقیقی ہے	۲۳۴	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۷	در تہذیب پر کون کون سے چیزیں	۱۷۸	امام النبی فی سیرت کی معرفت کا عجیب واقعہ	۲۳۵	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۸	رابطہ آیت	۱۷۹	لفظ قطعہ کے معانی	۲۳۶	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۷۹	حدیث کے ساتھ	۱۸۰	سیرۃ الباب کے ساتھ مطابقت	۲۳۷	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۰	امام عبداللہ بن مبارک کے حالات	۱۸۱	لفظ صافا کے وجوہ	۲۳۸	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۱	زینت مائیں عالمی کی جانب رغبت	۱۸۲	اشد ضروری تسمیہ	۲۳۹	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۲	صحبہ کرام کی صحبت ب	۱۸۳	شرک کے معنی	۲۴۰	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۳	بھی نصیب ہو سکتی ہے	۱۸۴	امور عبادت کا بیان	۲۴۱	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۴	اہل علم کی قدرت دوسرے اصحاب حاجت سے مقدم ہے	۱۸۵	نام محمد کی بحث	۲۴۲	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۵	انسان صرف علم نہیں	۱۸۶	ابن ابی حنیفہ کے بیسیوں نوری حیلان	۲۴۳	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۶	دوسری زینت مائیں عالمی	۱۸۷	ہر قول کے اسلام کی بحث	۲۴۴	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۷	اہل و عیال کی خدمت کیجئے	۱۸۸	حکمران عربی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم	۲۴۵	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۸	کئی عبادتیں ہیں	۱۸۹	نبوی رکعت نامہ کی تشریح	۲۴۶	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۸۹	ہل مشہور کر دیکھنا انھوں کی غیرت سے بہتر ہے	۱۹۰	سیدنا ابی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ	۲۴۷	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۹۰	آپ کی کرامت کے آئینہ	۱۹۱	نام تفسیر کے ساتھ	۲۴۸	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۹۱	میتا ہو گیا	۱۹۲	امام عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ	۲۴۹	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۹۲	علمت دایں کی کرامت	۱۹۳	کلمہ "اھا" کی بحث اور اس کے کے طرق استعمال	۲۵۰	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۹۳	قیامت کی آیت کا تفسیر	۱۹۴	سحان "حق" کی تفصیل	۲۵۱	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت
۱۹۴	اشکال برسا بیٹہ	۱۹۵	سجدہ کی بحث اور اس کے اقسام احکام	۲۵۲	نبوی بارگاہ میں اونٹنی کی قبلت



# ویساچہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ اَمجد عَلَى ۚ وَالَّذِي هُوَ اَحْمَدُ رِضًا عِنْدَ كُلِّ ذِي ۚ وَالصَّلٰوةُ  
وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّهِ الْاَتْقٰی ۚ الَّذِي تَحْلٰی لَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْحَلٰی وَالْحَقِّ ۚ وَعَلٰی اٰلِ رَسُوْلٍ هُوَ  
عَبْدُ الْعَزِيزِ عَلَى كُلِّ عَابٍ وَنَارٍ ۚ وَهَدٰی اِلٰی اللّٰهِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ۚ وَبِخَاسِرٍ  
وَعَلٰی اصْطَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ فَضْلُ حَقٍّ لِّمَنْ قَفَاهُمْ سِيَمَا التَّوْحٰدِیِّ وَالنَّسَائِیِّ ۚ

مَا ذَا اَمِّ الْبَوْنِ اَوْ دَوَابِّنِ مَاجَةِ يَابِئِ الطَّالِبِيْنَ ۚ لَا يَلِيْ اِلَّا اَبْدَانُ بَدِيْنِ

اما بعد فقیر غلام علی بن المولوی سید غلام فخر الدین ابن قدوة العلماء والراغبین امام الفضلاء والکالمین واقف  
اسلام کا بقیہ سیدنا و مولانا المولوی سید محمد نجار و حسین قدس سرہ اللہ تعالیٰ سرورہما و افاض علیہما  
من بدعتا اتمّاً ۚ پورا و ان مسلمان کی خدمات میں مولانا اور ابان علم دین کی خدمات میں خصوصاً اگر ایش کرنا ہے کہ اسلامی علوم میں  
علوم حدیث اور علم فقہ کی کوئی خصوصیت حاصل ہے کہ علمائے سابقین نے ان کی پوری پوری جہان میں فرمائی تھی۔ حتیٰ الامکان کسی گوشہ گوشہ پر تحقیق  
نہ چھوڑا اپنی مقدس کے اعتبار سے ہر پہلو کو واضح فرمادیا۔ دیگر علوم اس خصوصی قیود سے محروم ہے۔ ایسا واسطے تعلیمات میں کثرت کیا اعلان  
دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے علوم میں نہیں ملتیں۔ لہٰذا اس کے سہ ہر کسے اور کسے سے استفادہ ایک جامعیت نے انتہائی محنت اور  
حرق و جہد کی رو سے حاصل کیا تھا نبوی امام دین کا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس ہر امت کو محمد ثانی کہتے ہیں۔ اور ایک جامعیت نے اپنی خدا داد  
قوت و جہاد کی روشنی میں آنگے مجمع معانی پر عبور حاصل کر کے بعد نبوی کا دشواری کیساتھ اس سے مسائل کا استنباط کیا۔ اس جامعیت کو  
فقہہائے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں جامعوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے نبوی امام دین اور فقہی مسائل کی تہذیب  
کو کمال محبت سے علم کے لئے راہ عمل آسان فرمادی۔

زمانہ قدیم سے مسلمان علوم اسلامیہ کی تحصیل کرتے چلے آ رہے تھے اور یہ عمل اپنی اپنی جہازات کے ماتحت ہوتا ہی تھا۔ اس سے حصول مٹیا مقصود  
ہوتا تھا۔ ایسا واسطے طلبہ کے اعلان پر مابہترین اثر پڑا کہ وہ علم کی تحصیل ہی پر توجہ دل سے آراستہ ہو جانے یا شمار علوم۔ قواعد و غیرہ واقفا  
حمید کے حامل تھے ہر موقع پر مذہبی حمایت پر پیش نظر رہتی۔ دینی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم سمجھتے بلکہ دینی مفاد کو ذاتی مفاد تصور کرتے تھے تحصیل میں  
اتنی جدوجہد کیا کہ ہر فرد میں ممتاز تعلیمات حاصل کر لیتے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل مسلمانوں کے کسی خاص طبقہ کیساتھ مخصوص نہ تھی۔ غریب اور  
مستورہ احوال طبقہ کی طرح مہربان اردوں کا میلان طبع بھی اسی طرف تھا۔ ایسا واسطے ہر طبقہ کی معتد بعد و دینی معلومات سے مالا مال نظر  
آتی تھی ہر چند مسائل کے مسلمان اپنی اس علمی زندگی کے اعتبار سے نہایت خوش حال و با اپنی جگہ پر ایسے حکم تھے کہ خارجی طاقت کے ہاتھوں  
ان کو نہ کرنا کہ انہی دشوار قیام یہاں تک کہ دشمن اسلام ان کو نہ کرنا کہ اس نے پورا لہذا قابو پانے کے بعد ہندوستان میں توجہ دین کی بنیاد ڈالی

در علم کلام و اصول

در علم کلام و اصول

در علم کلام و اصول

اور سید احمد صاحب کو فرمایا کہ اسکی اشاعت و تبلیغ کے لئے مقرر کیا گیا ہے (تہذیب الاخلاق) نامی ایک مجلہ جاری کیا جس میں مخالفت اسلام و غیرت کے اصول سر پر اچھلے گئے۔ انگریزی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا اور اسکے محاسن و فوائد بیان کرتے ہوئے اسکی تحصیل کی جانب بلے نہرو شو کے ساتھ تفریق ہی چلائی گئی۔ ابتدا تو مثنیٰ جملہ علی صاحبہ و مثنیٰ ہمدانی علی صاحبہ کے دو حواری تھے جو غیرت کے اثبات میں پناہ دے کر دم دکھاتے رہے اس کے بعد مولوی الطاف حسین صاحب نے پانی پتی اور آفابہ کی مثنیٰ کو انکی حضرات توفیق ہوئیں۔ ان دونوں صاحبان نے انگریزی تعلیم کی مدافعت کی کئی کئی تعریف اور غیرت کی توصیف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اولاً اپنی پوری قابلیت انگریز کے اشارے پر اسلام کی مخالفت میں صرف فرمادی۔ جس سے مثنیٰ کو مولوی حافظ محمد سلیم الدین احمد صاحب اسلیم ہنسے اپنے فریقہ انا خدا میں فرمایا تھا۔

- شعبہ در کا خوب چھوٹا پہلا ہے + توہم کی ہر شاخ میں پھیل گئی ہے ① مرزا ایک پھل میں کٹے طرح کا ہے + نئی داستان ہے نیا ماہی ہے ہر اک کام کا یا پلٹ ہو گیا ہے + کہ اسلام کا یا پلٹ ہو گیا ہے
- بھلا افسوس! دور تو وہ بھی پھیلا + مگر کام پورا تسلط کے ڈھب کا ② ناول سے نکلتا نئی سے جگستا + تو ثالث تلاش ہوئے رونق افزا غلط در غلط و اصل میں خطا + مخالفت نبی کے مقابل خدا کے
- وہ اتحاد کے یادگار گرامی + وہ کفر و تفرق کے فروغ نامی ③ ہوا کے دھار و رحمت کے حامی + خلافت کے خلیفے ہوئے مسلمان وہ تہذیب خالوں کے فروغ دہی + وہ آزاد بانوں کے دہسند یعنی
- نہیں اپنے نام مبارک سے ہیں + تو جسے کہ وہ فکر و تباہی سے امین ④ نہا ہر منظر ہر غم خور باطن + نہ صوفی نہ زنا و نہ مسلم نہ یونین متعلیٰ کی جو رو ترقی کے شواہد + وہ ہیں جن کو حضرت کہتے ہیں پھر
- اسی غصہ کے فائدہ کی دستاویز + قدم آپ کے آئے ہر دستاویز ⑤ پہلا لگتی علم کے بوستان میں + کھلے عقل کی گلیں ہر دستاویز میں یہ آئے ایمان کے خیالات دیکھو + دکھاتے ہیں کیا کیا نکالات دیکھو
- ہر مدرسہ کی توبہ دل سے نکالی + نئی راہ چننے کی پہلے نکالی ⑥ تو بیٹے لکھا ایک ایوان عالی + جسے دیکھ کر کہہ کہتے ہیں عالی کہانی جی دست از حق نشوید + قلند جو گوید ہر دم دیر گوید
- بشارت ہو لے استیلاں بچھر علی گڑھ میں ہوتا ہے ایچ کے ⑦ یہ جہ کہیں جہ زندہ سے لڑو کہ + کہ ہے مدرسہ کے جہاد کے در پر کسی کا دل پاک ہے سنگ اسود + بڑھو کہکے لبیک یا حسین احمد
- یہ الگ سید خدا ندرانی + ہیں اس کعبہ ہجرت کی باقی ⑧ عربی جو ہے کہیں ہاستانی + وہ حضرت کے وصال کی پیکر ندرانی تو وہ کسے کول میں ہیں رہا ہے + یہ کعبہ بنایا ہوا آپ کا ہے
- یہ رنگی انگلیں کعبہ ہجرت + دیر الادوات شیر المصیت ⑨ ہیں اک مردی غم پاکیزہ + طبیعت میں یونانی قوی رحمت یہ کرتے ہیں اسلام کی فرخانی + یہ ہیں یادگار خلیفہ الہی
- یہ دین ہجرت کے قیام مرسل + یہ غیر انہیں کا ہے وحی منزل ⑩ یہی جانتے ہیں کتاب مفصل + انہیں یہ کھلا ہے ہر کلام مجمل حیاں ہیں نبوت کے خلیفہ الہی + صیغے میں تہذیب الاخلاق ان کے
- شعہ کام کے پہلے دہتے حواری + کہ کہتے تھے احکام شریعت جاری ⑪ انہیں کو بھی تہذیب کی یادگیری + انہیں سے قبیحہ کی شہکاری چرخ ان کی تحقیق کے ٹھکانے + تو انہیں ہر دم ویت دکھاتے
- مگر وہ چراغ انہیں دیا رہا ہے + وہ انکی سی تابش نہ لود نہیا ہے ⑫ اور اس تہذیب کو بھی اختلاف ہے + اثر نفیث نامہ سر کا ہوا ہے



نہ اچانک ہیں وہ اب ٹہکی کے جلتے + نہ جواب سے ہیں وہ بے ہوشے نکلتے  
 تو نکلے میں پھر وہ عماری نای + تو انہیں شریک نیچے کے حامی (۱۳) تمہیل کے عالم شریک کے حامی + تزدق کے رابع تشدق کے حامی  
 غرو مست گویا ولسان دونوں + بنی نوع نیچے کے انسان دونوں  
 وہ ایک دن سر اوپر اٹھ کر گئی + کہیں نام کے آفتاب اپنی (۱۴) دیا ضی و قیوں کے ماہر کہا ہی + تواریخ کے ماہر بے منہا ہی  
 عروج خیالات میں منبہ اپنے + ہر اک طور کی قہدہ ہے اپنے  
 خداوند عالم کو اب کہنے والے + نبی کو حکیم عسری کہنے والے (۱۵) شریک کو دنیا کے ڈھکے کہنے والے + عقائد کو قومی ادب کہنے والے  
 عقیدے میں پولے مقلدے پرکے + کہیں ہر ذرا و حشر قوی ڈر کے  
 وہ ہیں دوسرے صاحب طبع عالی + فنی نظم میں ہم صغیر و لالی (۱۶) بہت کچھ ہے جن کا عروج خیالی + ہر اک قال کے راز ہیں جن چالی  
 یہ کچھ لطف گفتار ہے کلام ان کا + کہ جو عہد عطف ہے نام ان کا  
 ترقی نے جلوہ یہ اپنا دکھایا + کہ کا حذر نے جو عہد کا نام پایا (۱۷) مگر جس آگے نہ آ رنگ لایا + کہ تفسیر کے پیر ہیں میں سولایا  
 بکا ہے ترقی ہے ماں غمی غمیں + فرونی جو ہے حسن کی تو مغربیں  
 شمس حسن کے کسی کی غنوت + نہ اسکی صفا کو ہے ہم کدورت (۱۸) نظر انوشہ دشان دگورت + غرض تم نہ کھولے حسن صورت  
 یہ وہ حسن ہے حسن پائید یعنی + جسے اہل دل کہتے ہیں حسن معنی  
 غرض آپ ہیں ناظم ملک نجر + سخن آپ کہتے ہیں دفتر کے دفتر (۱۹) صفائے سیال یا بدلا ہے پیکر + کہ ہر شعر ہے آپ کا مویج گوہر  
 نئی شہیت آنکھی یہ خند مدح + کہ بھارت کے لفظ لائے میں کہ ہے  
 سخن میں نیا ڈھنگ کے خوب نصیب + طبیعت میں کیا دطر زنجیر (۲۰) کلام آپ کو ہے سو منتخب ہے + مدد و جنر اسلاہ علی نصیب  
 مدد و جنر اسلاہ یعنی مدد + مدد کوہر کتاب بعد مدد  
 غضب خود ہے اپنی نیر میں اسکا + فصاحت بلاغت کے لفظ ہے نا (۲۱) لگایا ہے نیر کے مرسل نے فتویٰ + کہ یہ نظم ہے سائے ہم میں رہتا  
 نہیں مثل کا اس کا ساں گزیر + کہ یہ وہی نیر میں ہے نظم معجز  
 بڑے ناز سے اس کا شعر پیکر + مشابہت کے فرط میں یہ نیر (۲۲) کہ اگر مجھ سے پوچھا گیا تو دہمشر + کل کو نہالائے تو مست بہر  
 تو ہمارے کروں گا یہی نظم عالی + ہے ہدیہ حضرت ذوالجلالی  
 خدا آپ سے کوئی پوچھا کہ حضرت + قیامت کے پورے ہوا بل فرات (۲۳) نہیں مانے کوئی دھوی نہ نجت + بھلا آپ کو کیا ہے خوشی نہبت  
 کہ یہ اعتقاد اہل اسلام کلیجے + نہ قانون نیچے کے حکام کا ہے  
 اور اچھا جو انداز محشر تو پیکر کیا + سوال آپ سے پہلے اسانی ہوگا (۲۴) مجھے یاد آتی ہے اک نقل زریبا + کسی نے یہ کہتے ہیں صحنی سو پوچھا  
 کہ سید اگر پوچھو شرابی جواری + تو احکام کیا آپہ ہوتے ہی غاری  
 کھانچنے کے ایک قطع جواری + کہ میں تو بھی نہیں یہ غرابی (۲۵) بنی قاطرہ با شمس بو ترابی + غضب کے کہوں میں جواری  
 خولے کر ہے انہیں تو ظاہر + طہارت ہے قرآن سے انکی ظاہر  
 اور ایسا اگر ہے تو ایسے قسمت + قیامت میں موت ہے لٹی مصیبت (۲۶) انہیں سو کہہ کر کہ ہوگی فرصت + کہ آئے گی اپنی شفاعت کی نوبت  
 انہیں کچھ کیڑوں میں وہ قیامت ساز + نکل جائے گا کو نہ ہے پھر ہمارا



اسی طرح جب اے خداوند بخیر + یہ فرم چاہا اگیا روز محشر (۲۷) اور اس دن فرما دے کہ ہر لوگ کو دفتر + کلمے میں تعلق داتاے واحد  
اور آئی دی مسئلہ میں مبادل + ہے اسلام کا عین نبوی مسئلہ  
اور اسکی ہر آئی آپ سے روکا + ہوتے رد و ذکر کے جوابات جاری (۲۸) لگی جوئے تفریق کی سرکاری + تو یہ مثل پر سخت جھگڑا ہر چاہی  
وہ دلائل کچھ دلائل پر کٹ جائیگا + یہ نوبت بھلا کر کے لگی اور کب  
کہ حضرت پوچھے خداوند نہ کتا + ہمارے لئے حقہ لائے جو تم کیا (۲۹) اور آپ اس مسو کے کھلا کے اجزا + کریں شعر کے جائزے کی منتا  
اور انت العین لکریں مسوٹ + خطا بلاپائیں کمال شرف سے  
مگر آپ کچھ لیں وہ ان اس کا + نہ کچھ نہیں یہ خاص قضاے اعلیٰ (۳۰) اور اس بھی طرح لکریں اور قضا + یقیناً طے کا معتد رہے گا  
طے گا ہے گا و تلج تارک + تو پوچھیں گے ہم بھی مزاج مبدل

**چونکہ** حکومت کا سائے عاطفت سے رہتا اس لئے اسباب ظاہر کے باہر فرامی سے سبکدوش رہے اور آپ کی تبلیغ پیغمبر و تعلیم انگریزی کی  
حرکت آنا قاتل منازل ترقی طے کرتی چلی گئی۔ ابتدا و طبقہ رو سادے آپ کی آواز پر لبلیح کرنا اور مدت و یکساں نام ترویج میں صرف ہی رنگ شک  
ہوئے ہے پھر حکومت نے کچھ ایسی تدبیر اختیار کریں چلی بنا پر متوسطا حال طبقہ کے لئے انگریزی تعلیم کے بغیر معاش کے ذرائع محدود تھے نظر  
یاد ہے انگریزی تعلیم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت باس جا سید کہ اسلامی تعلیم اسلامی معاشرت اسلامی صنعت قلع اسلامی پوشاک اسلامی  
ادبیات اسلامی اخلاق اور اسلامی امتیازات کی دولت ہے یہاں وہ دلائل طبقہ اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھ کر کہہ اقبال ہر قوم نے کھو کر ان کو اس وقت جیلا  
پانی سر سے اوجھا ہوا تھا اور ہر گشت سے سیرایت کر گیا اور نہایت ہم پر کفر مانے لگے۔  
کون ہے نا کو آئین رسول محمد + مصلحت وقت کی چونکہ ملک مبدل + کس کی نظروں میں مہالپے شہر افکار + ہوئی کس کی نگاہ راسخ سے بڑا  
ہم میں ہم یہ ہر قسم کی تہمتوں پر نہاد + یہ مسائل ہیں جنہیں کچھ کے شراب کھتے + قلب پر نہیں دیکھ میں اس نہیں + کچھ بھی پیچیدہ کھٹکے تہمتوں میں نہیں  
یہ تو قریبی ہی ہوتا ہی ہوا فدا ہوئی + تم بھی کچھ ہوتا کہ مسلمان بھی ہو

**العرض**۔ بہر تقدیر محافل اہل کی شکستہ اور غریب کی بولت قوم مسلم کے ان ہر دو طبقے کے جس طرح اور اسلامی قیادت کا فقدان ہوا اس کی تحصیل علم  
دین بھی انہیں مضبوط ہو گئی۔ اس طبقہ نے غربا یا قی با جو علوم دین کی تحصیل میں مشغول تھا۔ اور ہندوستان کے عربی مدارس سے علوم انھوں نے قابلیت کے لاکھ طلبہ  
خرواغت پا کر اگلے بے تھے۔ کیونکہ سادہ اور طلبہ سے ہر ایک اپنے اپنے فرائض منصبی کو محسوس کرتا تھا اور پوری پوری استعداد کی کیا تھا ان سے عہدہ  
نہاے ہوئی طرفین سے کششیں جاری تھیں۔ دور و مدت میں طلبہ کا داخلہ فنون کی تکمیل کے بعد کرنا جاتا تھا۔ امتحان اعلیٰ میں صلا و عایت نہ کی جاتی۔ بہتوں  
کے مطابق کتب پر لیا جانتے شرکت نہ کیا معمول تھا۔ پھر جو کتابیں بعد امتحان اعلیٰ تھیں ان کی تکمیل میں قی و شوق کیساتھ متعرف ہوتے ہر کتاب کے  
مطالعہ کو لازم سمجھا جاتا۔ اور اگر الزام لگای جاتی تھی اسی طرح اساتذہ کے نزدیک بھی بڑی مبالغہ و وسوسہ پیدا ہوتا تھا۔ اسلامی کے خلاف تھا عربی مدارس انہیں  
توشہ گوارا دل دہانت گوارہ ہے کہ کو کھانے کی طرح ہر دور کی ہر قوم کی کھانے میں جھانسنے کی عادت ہے۔ اور اگر یہ تعلیم کا صاحب  
آسمانی ٹوٹ کر اور اعلیٰ و دلوں پر گر کر رہتا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے دین ایسے شدید مظالم اختلافات پیدا ہو گئے۔ جہڑے ہر دور میں  
اور طلبہ میں تفریق و لاکھ لاکھ دو جہاتوں میں منتظم کر دیا ایک جماعت تھیں کہ یہ انہوں نے خواہت میں تھی۔ دوسری فتنہ انھیں کی خواہاں جو اکثر سب سے غریب  
نکلتے اور چاہتیں کہ سب سے مت گمراہ یا انہوں نے خوب۔ اچھا لگایا ہوا آخر اس سر حرکت جنگ کا اقتدار ہاں طلبہ پر ایک جماعت پس پائی اور شیخ الحدیث  
میران چھوڑ کر اپنے قادی موالی کیساتھ ڈھالیں صوبہ گجرات میں پہونچ کر پناہ گزین ہوئے۔ یہ مقدمہ غالباً ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء کا ہے۔ دور و مدت کے اکثر  
دو مشیر طلبہ پر جو کھانے کے ساتھ چلے گئے تھے۔ اس لئے دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث خالی ہو گیا۔ اور اب یہ تمام نے یہ ظاہر کر کے کہ لے کر شیخ الحدیث کے چلے گئے



الاعظم ہو کر ان کے لئے بڑا شرف ہے۔ اور حدیث کا یہ ارادہ قبول نہیں کرتے (کی کہ بھاگوں جھینکا ٹوٹا) یہ بفریاد ہے ہی اظراف انکسات سے وہ باجماعت اندیش طلبہ  
 ٹوٹے پڑے جن کا مقصد صرف کافری سنا کا حصول تھا اور لا کس وید مالین کی طرح پھر لایا گیا۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب  
 کو مستر صلاحت پر بلا جھجکا جبکہ حدیث کا سہارا اور العلوم پر وہ نہیں گرا گیا جو ہندوستان کی عربی درگاہوں میں باعتبار اوجہت غمارت اور بلحاظ کثرت  
 قوت اور طبع ربیب تیری اور جس کا جیسے تو جولوگ نے جو کفرانہ کعبت سے تیر کو کاما نہ لیا مانی) در سہے ماروں اس سے کب محفوظ نہ ہو سکتے تھے وہ بھی مصلح زندگی  
 کے پیش نظر اپنے معمول میں ترمیم کر کے پرچہ جو ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ نسبت باجماع وسیعہ کہ بشرق نیست جو مصلح ناہل طلبہ کی فہمائت کا اشتیاق اگر وہ منکر جو تو  
 دودھ حدیث کے طلبہ کو کچھ کر دیا ہو سکتا ہے کہ اس جو جس کے لئے کثرت میں تیری ہوتے ہیں جن کے کبے جنیش مفرں پر درچار پائے ہو کہ ناپے چند کا دوشن  
 لمح چکنا ہو اور سے نظر آتا ہے۔ ۲۰ سنسن انبری کے باوجود پیشے نازکیا ساتھ ساتھ برقرار آتا اشتہار وادے رو میزد میں بیچنا کا اسامال جاسے دا الطور  
 سے بفضل تعالیٰ سے طلبہ فانی اتمتسل جھے ہیں بحدیث کے ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ اسامال جیسے استے انسانی نفوس کو خطرہ ایمان بنکر بفضل تعالیٰ  
 اپنی قوم کی آنکھوں میں قبول جھوٹی ہے۔ دودھ حدیث کی اس خبر کے ذکر وادہ العلوم وایہ بند کے ہی ایسا ہی اہتمام میں جنہوں نے میدان کو گرا لیا تھا۔ اور  
 بحکم حدیث بخاری صفحہ ۴۹۹ (۱) کہ (قتل نفس ظلمہ الا الا حین علی بن آدم کے کی کھل من دمھا الا) اول من سنن القندل  
 جیتی دینا مانگے نہ مال میں اس خبر کے نزدیک اضافہ ہوتا ہے کہ پھر اور حدیث جو نہ غرض جاری طلبہ سے لبر نہ ہوتا تھا۔ سلسلے شیخ الاسلام مطالعہ سے  
 بے نیاز ہو گئے۔ اور بخاری شریف کے کوس میں اس تقریر میں فرماتے ہیں کہ جو سنن ابی امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی فتح کوئی ہوگی۔ اور تعجب نہیں ہے زرقا  
 مستقم حقیقی الشراعت ہا کے دیار میں ازلا حقیقت علی کا استناد نہیں کہ گذر کر شیخ الاسلام نے اخیر ترین خبر اختیار کیا ہے۔ یہی تقریرات تمام تقریر  
 بخاری اسو میں کہ کشاف کی گئی ہیں اور ان کو نہ تیر (۱) صفحہ ۴۹۹ میں بطور خط کیے کہ ناظرین کو باوجود ہوا چاہیگا کہ میں نے کوئی کلمہ خطا نحو ہستہ کسی پرفاش کی  
 بنا نہیں کہا بلکہ ایک روشنہ حقیقت ہے جو ہر کسی طرح پر مدہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

انہیں حالات سے متاثر ہو کر قلب میں خیال پیدا ہوا کہ بخاری شریف کی شرح مسطور درود میں ایسی کھدی جالتے جو کے حل کرنا سلسلے کا فی ہونا کہ موجود  
 حد کے طلبہ کے مطالب یا سامانی افتد کر سکیں اور گندیم مذا جو خوشن صاحب کی تقریرات سے گھر نہ نہیں اور اسکے ساتھ ساتھ گروہ کن بشرق کے چہروں سے  
 نقاب بھی اٹھا دیا جاسے تاکہ اساتذہ وحوکہ کھاتیں کثرت کا راہ جویم افکد کے باعث جنت نہ ہوتی تھی کہ اس عظیم الشان امر کی طرف توجہ کیا  
 جاسے کہ جو کھل علی دتہ لکھنا شروع کیا اور تقریباً دو سال کی مدت میں چشم کل ہو گئی۔ یہ بعض ہنگام سلسلہ کی توجہ کے اثرات ہیں در اپنی حالت  
 توجہ سے سن ناکارہ و نادران کوئی مجھ سنا نہ ہوگا۔ آیتانہ بحسب سبب ہنری کوئی ہمنسرا اور

دوسرے کے ہستم سابقین جاسے ہستم و معقم (جھوٹی سرکار) الحاج سیدنا بشیر الدین صاحب جشتی قدس سرہ خاندان  
 لاکھ کی ہر شے میں ایک عجیب بزرگ گزشتہ ہیں جن کی نظیر انکسار انکھوں نے نہیں کبھی مشائخ نے فرمایا (مصلح ولی علی قدم نبی)  
 کہ ہر ولی کو کسی نبی کا حال وشراب عطا ہوتا ہے چنانچہ مرتبہ ثلاثیت عیسوی پر قائم نہ ہوئے تارک الدنیا ہوتے ہیں اور مرتبہ ثلاثیت  
 اور ابی ہر مرتبہ ہر ولی صاحب جمال اور تہذیب۔ یہ تو جی باتوں کے صاحب گلت اور مرتبہ ثلاثیت لیلیانی یا تہذیب مالکے یا مرت علی علیہ السلام  
 اور جو مرتبہ ثلاثیت محمدی عطا ہوتا ہے۔ تمام انہوں کے جاسے جوتے ہیں سید اسطے حضور جوتے اسطے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ  
 القدرانی نے اپنے قصیدہ غریب پریشا فرمایا ہے۔ سن وکل ولی لی قدم وانی ۴ علی قد۔ النبی بل لکھل کال ترجمہ ہر ولی ایک قدم  
 واد قدم واد برتہ جاسے نبی بر علی۔ مولیٰ تعالیٰ نے جھوٹی سرکار دس سطر کو تہذیبی راستہ ساتھ ساتھ درویشی میں عطا فرمائی تھی جن کے تقاب  
 نسبت ہی ناوا اور تہذیبے یا بر مونی آپ مرتبہ ثلاثیت سلیمانی پر قائم تھے۔ چونکہ یہ مرتبہ حصول بیت عابانہ کے بعد اپنے مرتبہ کامل عارف واصل  
 حضرت حاجی احمد علیہ السلام صاحب سمرہ کی برکت سے اواخر عمر میں حاصل ہوا تھا۔ اگلے اکثر درویشوں کو اس کا کشاف نہ ہوگا اور کی

بشیر الفاری



نظریں مثل ما بین آنکھ حرف شان یا ست پر محدود ہیں۔ آپ کے منفصل حالات انشاء اللہ تعالیٰ ہماری کتاب (اسلامی نہیں) میں لکھے جو بہت اہمیت پر  
فیوض کتبہ اور ان کو آپ کی محبت سے بہت فائدہ پہونچا بلکہ برکت کے بتدائی مراحل آپ ہی کی برکت محبت سے طے ہوئے۔ پھر ایک دوسرے بزرگ کے  
سیر کردار یا گرجن کا ذکر عرض کر رہا ہوں۔ چونکہ شرح مکتبہ کے لئے اپنے اپنے لطیف فرمایا تھا۔ نظریوں حصول برکت کی خاطر ہم مہارک کے بیچ  
کرتے ہوئے اس شیخ کو (شبہ القادی) شیخ محمد العارفی) کہرا تھو موہ کرنا ہوں میں اس قابل نہیں کہ ان کے احسانات کی کراں کی مکافات کر  
ہوئے۔ **سَلَاخِیْلٌ جَنْدَلٌ لَّکَ هُوَ نَبَاؤُکَ مَالٌ ۚ فَلَيْسَ بِالنَّطْقِ اِنْ لَمْ یَسْعِدْ لِحَالٌ**۔ ان ٹوٹے ہوئے محلات کا ثواب جو برکت  
حاصلت میں وجود میں آئے ان کی روح مقدس کے لئے ہمت کرتا ہوں۔ مگر قبول افتد زہد ہے عرض فرماتے۔  
ارباب علم کی خدمات میں وفادار ہے کہ اس کو فورا خط فرمائیں۔ جہاں کہیں جو غلطی طے ہوئے کہ خدا اللہ ماجور ہوں۔ بغیر شکر کے ساتھ  
قبول کرے گا۔ اور آئندہ جہاد میں اس کی اصلاح کو دی جائے گی۔ **وَمَا تَقُوْا فِیْہِ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَاللّٰہُ اَعْلٰی**۔

مکتبہ

حالات خود

## حالات خود و تعلیم خود

والد ماجد مرحوم کے یہاں کم از کم ایک گھنٹیں فردوس تھی جہاں کے دورہ کی کھیر پر روزہ شبستانہ تھو دیکر روزانہ بین اور چاروں مہینوں کی خدمت میں  
حیصل ثواب کیا کرتے تھے۔ اور عاتقانی دستور کیا ہوا گیا اور میں شریعت کی فاضل مولا میں اصل تھی کہ بعد گیسے چاروں مہینوں میں جس  
گھر میں دل میں فرزند کی آمد نہ دیکھتے تھے۔ پانچویں مرتبہ نہیں ہونے پر سبب برشاہدانی (واللہ اعلم) اور سبب برشاہدانی (واللہ اعلم) اور سبب برشاہدانی (واللہ اعلم)  
وسیلہ بنایا اور یہ بندہ ابھی اگر اس مرتبہ فرزند نہ آئے ہوں تو اس مہینوں سے زیادہ وسیع یا نہ پر گئے ہوں میں شریعت کی فاضل میں کسی مہینہ کی خدمت  
سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے تولد فرزند کی بنیاد شیعہ تھے یہ دایت فوالی کہ اس کا نام (رضا حسین) لائی دیکھا جائے۔ چنانچہ بنائے اور پھر ان کے  
تعلیم کی دلائل تھیں اور ان کا نام (رضا حسین) لائی دیکھا جائے۔ چنانچہ بنائے اور پھر ان کے تعلیم کی دلائل تھیں اور ان کا نام (رضا حسین) لائی دیکھا جائے۔  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور حضور غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا نام (رضا حسین) لائی دیکھا جائے۔ چنانچہ بنائے اور پھر ان کے  
اس میں دعا اور زندہ آئیں از ملک + پورش مازند و اعیانہ از ملک

میں شوق و اترا اسلامی فرقہ کے ماتحت دم سید غوثی ادا کی گئی۔ اور بعد اختتامِ ناظر دیکھ کر وہ مکتبہ میں داخل ہو گیا۔ اس میں سادہ و عوام میں شوق  
خاص صاحب دہلوی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکتبہ کا نصاب پورا ہونے کے بعد پرائمری اسکول میں داخل ہوا۔ جہاں وہ چار مہینے تک تعلیم پائی تھی۔ اور اسکول سارا حق  
منشی تھو خاص صاحب میں پڑھتے تھے۔ وہ چار مہینے تک یہاں رہے۔ بعد میں وہ مکتبہ حضرت مولانا شاہ تیرہ غلام قطب الدین صاحب پر چھاری ملی۔  
وہ اب دہلوی نے اپنے بڑا بھائی صاحب دہلوی سے ماہانہ منجھت بازا دہلوی اور ادا میں داخل کر دیا۔ جہاں تمام بچاؤ تھو نتیجہ یہ  
موسم ہے۔ یہاں پر ایک دن ان سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور چند سال میں کافیہ تک رسائی ہوئی جس کے حصول میں شوق تھا۔ کا کہنا ہے کہ اس وقت تک وہ  
جو تک اسکول ہے۔ ہم ذرا اللہ تعالیٰ پر فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا فرمایا تھا کبھی قسرت نہ ہوئی کہ نہ کافیہ تک شوق تحصیل ہوا کہ  
شرعیہ کن کا یا کہ وہ سن رات کو سوئے میں بان پر چاری ہو جائے۔ جہاں تک ایک مرتبہ ہو کر سفر میں جہاں میں شوق تھا۔ اس میں شوق تھا۔ اس میں شوق تھا۔ اس میں شوق تھا۔  
وہ جو کہ صفحہ پہلے کا زمانہ طلبہ کے ساتھ آیت کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ پچھتے پچھتے آگے لگ گئی۔ اور بچائے آیت کو کہیں کا یہ سن کر  
بہر بار بلند چاری ہو گیا کہ (قال) اصل میں قوتوں تھا وہ حرکت باقیں کے معنی کا دیکھتے سے بدلا قال ہو گیا۔ اس میں شوق تھا۔ اس میں شوق تھا۔ اس میں شوق تھا۔  
مسکرا رہے تھے کہ آیت میں ان کا صاحب جو ہم پہلے آیت تشریف سے آئے مسکرا رہے تھے۔ وہ تھو تھو کہوں کہ اگر آیت مسکرا رہے تھے۔ وہ تھو تھو کہوں کہ اگر آیت مسکرا رہے تھے۔  
اور اسے ہر روز وہ میں حالات طلبہ کی حرکت ہوتی ہے کہ وہ اپنے تحصیل کا یا اپنے ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ آیت مسکرا رہے تھے۔



بیکوں فضل فرمود تھا بلکہ حق یہ ہے کہ کثرت دعا نہیں ہو سکتا۔ میں شکر چوں کہم کہ ہر نعمت تو امان ہے۔ نعمت چو کہ نہ شر کہ نہ بر زبان خوش۔  
 ابتدائی سے میان طبع صرف نہ ہوئی جانب زیادہ تھا خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف غور سے حافظ کے یعنی شہناوظم حضرت  
 مولانا جلال العزیز نے انصاف سمجھ کر ہی استہرا کر کے جو جملہ جامعہ صمدیہ ناگپور میں مستوفیائت کی زینت تھے۔ قوت حافظاتی زبردست کہ کچھ  
 نامہ کاروں کی سی نہ کہ بالکل قوی نہ ہوگا کیوں تو وقت سے ذات گرامی صفات میں بہتے اوصاف و ولایت فرشتے ہیں۔ مگر ایک صفت ایسا ولایت  
 فرمایا ہے جو ہر حاضر میں ولایت علماء کے نہ ہونے کا اندازہ ہے وہ یہ کہ آپ آمد قاری عربی انگریزی مذاہن کے علاوہ زبان سکندر کے بھی عالم  
 ہیں۔ آپ نے اصول نگری کے مسائل تا ختم افغان جمع ان کے مسائل مع جماعت تا ختم بحث نکات تبدیلیکا زبانی یاد کر لئے تھے جن کو وہ پچھلے دور نما گھر  
 میں بیٹھے تھے۔ وہ میں وہم و غماز نہ کر سکتا بھی کرتے اور قریباً زانوینہ خارج تھا کہ کمال کا تذکرہ کرتا تھا۔ مولانا ابوبکر کی تعلیمات میں مکان پر دیگر  
 باقی ماندہ کافہ کی اس طرح تکمیل کی کہ وہ ہر کتب خانہ کی سائنس نگار کی کافہ کی جہات کا ایک حصہ مل کر کے ہر ماز نظر آسکتا۔ بانی یا کر کے نامور بعد نماز فجر کافہ  
 نگاروں کی سائنس میں ہر صاف نگار کا ماحول میں داخل تھا۔ مگر تیرہ واپس پر اسے میں یکس رسدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مولانا ابوبکر صاحب  
 صاحب ہر کام کے یہاں سے خدمت کو کوشش فرماتے تھے۔ میں نے تمام عرض کیا۔ بعد ازاں ملازمین کو اپنے بھکر فرمایا۔ کیا اتنا سب کام میں نہ عرض  
 کیا کافہ مزار کیا۔ لکھ کیوں لکھتے ہوئے جو میں نے ہر ماز نظر آسکتا۔ بانی یا کر کے نامور۔ اس پر تو نے متعجب ہو کر استفسار کیا کس کے لکھتے ہو۔ والد صاحب کا نام  
 بتلایا۔ فرمایا ماہر افسانہ نگار ہے۔ تم اسے دادا مولوی سخاوت حسین متا صرف و نحو میں لگانا۔ بڑا لکھتے یہ انہیں کا شہرے بھر کچھ دعا پھر لکھاتے فرما کر  
 لکھنے لگے۔ بفضلہ تعالیٰ اس روحان المبارک میں فقیر کو بے کافہ کا حافظ ہو گیا۔

## بمبئی کے سفر میں ایک مشہور اعتراض کا حل

اعلام المفہومین رئیس المساطرین استاد العلماء حضرت مولانا شاہ فقیر نعیم الدین عتار آبادی تھیں سب سے بھی شریف  
 حاصل ہوا۔ گلشن قنطاریہ۔ قائل قول کے ابتدائی تھے آپ شہرے طبیعت میں تھے۔ قنطاریہ کا وہ آپ کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بچہ  
 بعد طعام جب قنطاریہ فرماتے تو اپنے میراگہ بالے کی خدمت میں میر قنطاریہ کی خدمت میں آپ سے ہر مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب ہو جاؤ۔ تلاش  
 کر کے جواب نہ ملے کہ آپ کی صافی پہنچی تو کتب خانہ کی جان میں کرنا کہی جواب مل جاتا۔ اور کبھی نہ ملتا۔ تو اتنا پتہ نہ کر لکھ فرماتے۔ اس پر لڑکھن کی  
 صافی ہو گئی تو قنطاریہ دھمکے اور جواب دیا کہ فرمایا کرتے تھے۔ سطح مشکات کے استعراج کی استعجاب پیدا ہو گئی عربی مکالمہ صمدی الشان کی قریب ہی آپ  
 سے ملے۔ مگر ان ہی قنطاریہ کے سفر میں بحیثیت خادما ہر کتب خانہ کا ایک درجہ مخلص دست حافظا حسین عتار آبادی ہر کام آپ کی خدمت  
 میں تھے۔ سچا جہان ہر کام میں یہاں خوش ہتھے جو لکھڑی کا کلام بار کرتے تھے۔ لیکن کلام میں خریدنے کے ارادے سے کسی کتب فروش کی مکان پر  
 تھوڑے دیر کے بعد ان پر بھگوان اللہ فرمایا جس نے جیت ڈوب کر لکھڑی کی ادھڑے کے لئے حبیب میں ہاتھ دلا تو وہ زندہ رہا۔ اس سے میر کسی نے نکال لیا  
 جس کی طبیعت سے نکل کر گڑھا۔ میری پاس بے احتیاطی پر ہتھ جو گرفت ہو میر فرمایا (وقاف ہو) یہ شکر شیطانی اذیت پیدا ہوئی۔ اس میں حلیا۔  
 جتنے پتے استیشن سامنے آ گیا۔ وہ بچہ کا وقت نہ ہو چکا تھا۔ بھوک گس دی تھی۔ ایک خوب نما لا نظر ملا۔ اس سے ایک گند کے ایلے بھرے تھے غور کر کے  
 تو وہ پیر اور انصاف کی طرح میر شہرے تھے۔ ایک سب سے بچہ کا جہاں کتب خانہ بھی تھا چھوٹے آستین سے فراغت کا کتب خانہ میں داخل ہوا۔ اور حافظ عتار  
 سے قرأت کتب طلب کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کتاب بخانا ہا ہے ہیں۔ چونکہ علم عربی کی جانب طبعی رغبت تھی۔ اسلئے خواہش ظاہر کی کہ علم عربی کی کتاب  
 گھنٹا پاتا ہوں۔ انہوں نے قرأت کتب کو اس لئے گھڑی میں فوائد ضعیفہ آئیے کہ ایک طائر شہر نظر سے گزرا۔ طلب کر میر حافظ صاحب لکھا کہ  
 ان کے بکسین مشہور الزمر اور اس کا جو اپنے انوں تھے۔ مشہور الزمر میں یہ ہے کہ (الکلمۃ لفظ وضع ملحقی صرف) میں (الکلمۃ) کہہ کر







یومہ کے بعد مجلس شوریٰ سے خود نکلا۔ ایک دوپہ باہر اور ظہر تک منظور ہوئی تو خدا خدا کیے اس دو وقتہ حلقہ سے جھٹکارا نصیب ہوا۔ شیخ جامی  
 اسی وقت عظم حضرت مولانا مفتی امین احمد صاحب انیسویں مروجہ کے پاس پہنچی تھی۔ ششماہی امتحان اسی وقت منع الادب حضرت مولانا صاحب نے دیکھیں تھا  
 تیسری مروجہ نے اس کے مشہور مقدم (محال محمول) میں لیا۔ اس مقام کی تقریر شکر بہت خوش تھی اور مقدم میں ایک جگہ مجھ پر خطا فرمایا۔ جرمی  
 (حاشیہ الشیخ الحنفی علی شرح النساغوی الشیخ الاسلام احمد بن محمد رحمہما) اور حاشیہ الشیخ الصبان علی صلی علیہ وسلم  
 اس کے بعد اللہ فیہ جنت ہے۔ مجھے جو ایک تبرک محفوظ ہو۔ بفضلہ تعالیٰ یہ فقر صرف اس فقیر کو حاصل ہوا۔ ورنہ ان کی عادت کہ یہ بھی لکھنے لکنا  
 کسی کو بطور عاریت بھی نہ دیتے تھے۔ اگر کوئی طلب کرتا تو یہ تحریر دے دیا کرتے تھے۔ محبوبی من الدنیا کتاب و دھول بصورت چھوٹا لکھا  
 دیتا تھا۔ اس کے کتاب چھوٹے اور محبوب عاریت نہیں دیتا تھا۔ فقہ الیمن سبع معلقات۔ متنی جاسہ وغیرہ کتاب دے آپ ہی سے ہوتی  
 تھیں اور ایک کتاب غزالی علامہ ابن ہشام کی (قطر الندی) نامی بھی صرف فقیر کو بڑھائی تھی۔

## واجبہ اتباع طریقہ تدیس

عموماً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر شاگرد اس کے درسی کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب اس سے آئے تو زور میان سے طالب علم کو مٹا کر  
 ساکت کر دیا کرتے ہیں مگر ایسے موقع پر ان کی عادت کہ یہ بھی کر دیتے تھے۔ دوسرے دن پر محول فرماتے پھر دوسرے دن اس کا مفصل جواب بھی لکھ دیتا تھا۔ اگر  
 تھے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر طلبہ کی نگاہ میں عزت کو کڑی ہو جائیگی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ عزت و ذلت تو  
 اس کے بقدر ضرورت میں ملتی ہے۔ (وہ تحریر میں تھا) اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ گھنٹہ بھر لکھا ہوا  
 اور وجہ سے عین اللہ ربیعین حضرت مولانا غلام علی صاحب عینی مروجہ کے پاس بھیجا تھا اور آپ تمام کے صاحبزادگان کو شریح  
 لکھا تھا اس احوال کا قصہ کی بحث پھر اسے تھے پڑھاتے پڑھاتے کہے۔ اور فرمایا (جیلانی) کو بلاؤ طلبی پر حاضر ہوا۔ فرمایا اس عبارت کا  
 مطلب کیا ہے۔ میں اس کا جواب دیا تو فرمایا۔ اور عرض کی حضور! کچھ سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ کرخت ہو کر فرمایا۔ بتاؤ جو کچھ سنا ہے۔ یہ کیا کہی  
 غالب تھا اور سامنے طلبہ سے مخالفت رہتے تھے۔ اسے چار بار کتب دیکھیں اور عرض کیا کہ شکر تھیں کی اور فرمایا۔ جاتے۔ تاہم یہ نہ کہیں کہ میں  
 اپنی تعلیم دین کر رہا ہوں۔ عیناً یا اللہ! عیناً یا اللہ! میں تو ان کی خاک پا کر برا بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ ذات قدسی صفات سر ابراہیم  
 تھی۔ کسی وقت بھی شریف نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنی قابلیت کا عالم کہ حاسب۔ اور حضرت وغیرہ کتاب دے کے لغات کو بک زبان رہتے تھے۔ دریافت کیے پڑ  
 معہ الیمن فرماتے کہ متنبی نے اس لفظ کو ظلال قافیہ میں بایں معنی استعمال کیا ہے اور حضرت نے اس لفظ کے ظلال مقالے میں یہ معنی دیا  
 ہیں۔ خالی وقت میں ستون سے جھگ لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ بعض لمحوں میں عبادت کھینچے حاضر ہو کر توفیقہ ہوا۔ شریف کا  
 کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے۔ عرض کرتے پھر لفظ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ چند معانی بیان فرماتے جو نہایت بے لطف اور ایمان افزہ  
 ہوتے تھے۔ وصال ہونے پر بفضلہ تعالیٰ قرصیت فضل کا شرف اس فقیر ہی کو حاصل ہوا۔ تو رآلہ صرقد۔

اس سے پہلے سال میں سالانہ امتحان پر دیکھا کہ طلبہ کی سیالی مٹا دی گئی تھی۔ پھر آٹھ سال مسلسل ملے اور پھر کچھ میرا یہ نام آیا۔ اور ہر سال وہ علم  
 کی جانب سے اقدام میں لگتا ہے۔ علیٰ حق۔ واللہ اعلم۔ میں سالانہ امتحان تحریری ہوتا تھا جس میں سالانہ امتحان کے امتحان ہوا تو حق خدا ہے  
 تحریری ہوا یا امتحان اتنی تھیں فرمائی کہ میں نے چار دہائی دیکھ کر فرمایا جو شرکار دوس کے درمیان فقیر کے لئے تھا۔ اے امتحان  
 بعض کتابیں اس امتحان میں حضرت مولانا حکیم سید عبدالحمید صاحب مدنی سے پڑھیں۔ بعض ممتاز لفظ حلقہ حضرت مولانا  
 عبدالحی صاحب افغانی مروجہ سے جو رئیس العلماء حضرت مولانا بركات احمد صاحب انور کی مروجہ کے شاگرد تھے۔ اور شیخ محمد صیب کی منطق



[illegible]

فقیر کے والد ماجد

حضرت مولوی سید غلام محمد خاں دین مستحق نے دینی افکار کے باعث شہر جامی کسب شکر چھوڑا تھا۔ تو اب میری خواہش یہ تھی کہ وہاں  
 راستہ اور مصلح ملے گا جو مجھے استاد و ہدایت کے اعتراف میں مجھے تعلیم مکمل کر لے گا کہ کائنات کی اس سطح پر میں جیسے زمین و آسمان کی سطح پر ہے وہاں  
 انصاف و دیگر سب لفظوں کو بھی کی بجائے امتداد و تجدید کی کلمات میں اہم قرار دیا۔ طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں ملائی حق مجھے پہلے بڑا  
 میں پائی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں شریعت کا مولوں سے امتیاز تھا۔ ایک مرتبہ میں دیکھا اور لغز میں سفر کرتے تھے کہ آئے۔

بزرگان دین کی امداد

اس مبارک سفر کے لئے کچھ مقدمات پیش نہیں کیے گئے ہیں۔ ان کو انجام دینے کے لئے ایک لکھنے والے کے روپیہ داخل کیا جائے گا۔ کچھ کمپنی کے لئے اس وقت فراوانی کی جاتی ہے۔



ریزہ ہو جاتی ہیں۔ غمی و کلاں کے اٹھنے میرے کچے بعض ارباب کمر لٹھ میں میں سوار کرادیا جب ٹرین نے روانہ کیا گئے اسے پیشی دیا میں نے سخت چڑکڑا کر  
 تود آدمی سوار گئے بلکہ کھسک کر تپ گئے کہ آپ جس طرح تیرا شہر ہے وہی تو وہ کی وجہ سے سزاوار حاضر تھا اور اپنے اقلے نے سخت فخر کا ملال تو وہ اصل حضرت مولانا  
 سید محمد رابع ہندستان قبلہ قدس سرہ سے ارادہ اقلہ بیان کر دیا۔ آپ نے اہل ایمان کو خوش کلمات فرماتے تو تیرے دوست ہوا۔ والدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے داپسی پر بیان فرمایا کہ میں  
 پہنچ کر راسخیں کو ٹکٹ مل گئے وہ کچھ کو بی بی ملا تو ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی حیران فہمی پر رونے لگے۔ اور چکی بندھ گئی۔ ایک صاحب لکھنؤ قاضی شریف لائے اور  
 قیادار سے صاحب کمرات ہی میں نے کہا کہ ٹکٹ نہیں ملا فرمایا۔ آئیے میں لوٹا ہوں مجھے لگا کر ایک ٹرک کے بیرونی کمرے میں مجا دیا اور فرمایا میں بھی  
 آتا ہوں۔ جب بیٹھے تھے ایک گھنٹہ کے قریب گئے کیا اودہ انہوں نے کہ تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔ بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندر کی کمرے کی جانب بھا  
 کر دیکھا ایک مرتبہ فیروز نے دیکھا یا میری ٹوٹی پہنچے ہوئے اور بالرائش شری تھے چپرا اسی بھیکر مجھے طلب کیا میں اندر پہنچا تو مجھے بھیکر اقلہ کمرے سے ہو گئے  
 اور گری پر میرا کمرہ کھٹا کیا آپ کیوں پریشان ہیں میں نے کہا کہ ٹکٹ نہیں ملا برابر میں ایک صاحب محنت دیر سے تھے اسے فرمایا ٹکٹ بند کر دیجئے اور بیٹھے  
 انہیں دیکھتے چاہتے تھیں حکم میں فوراً ٹکٹ بند کر دئے گئے۔ اور ٹکٹ بند کر کے مجھے دیدیا کسی نے سچ کہا ہے سنہ نگاہ مرد کا دل سے بدل جاتی ہیں تیرے  
 شب ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ میں بمقام برسات داووں کو سے سال سے مجا دہ ہو کر وفات پائی۔ نذر اللہ صر قدس۔

فقیر کے غم معظّم

حضرت مولانا سید غلام قطب الدین صاحب معراجی قدس سرہ کو اُستاد اکل حضرت مولانا الطاف اللہ صاعلی گڑھی قدس سرہ العالی نے  
مشرق و مشرق حاصل کیا تاہم کسی کی مندر میں ہندوئی اور بدعتیہ کے مذاہب کی تکفیر کی تفصیل فرمائی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کر کے  
دور دراز تبلیغ میں لڑائے تاکہ مذہب پر کیا رو کیا کرتے تھے سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سو اسیں میں ان کی چوبیس محفوظ تھیں بکری  
میں غیر غفلت اور بد بائوں کے روکی جانے متوجہ ہو گئے تھے۔ نظم کھنے میں انداز کو کھانا۔ طبیعت میں فطری طرفت اور حاضر جوابی حتیٰ سانس  
کو دیکھ کر انظر میں جانے لیتے تھے کہ اس کے انسانی جواب کا درجہ کدھت ہوگا۔ ایک مرتبہ علی گڑھ آئیں پر حضرت کتبہ اصحاب کے ساتھ تشریف  
فرماتے تھے ایک غیر غفلت صاحب اگر سوال کیا مولانا تو فرماتے کہ بڑی لوگ تیرے کھلے دھڑلے پرچہ کہ مردوں کو پوچھتے ہیں کہ کس طرح پہنچا تا  
ہے تیرے تیرا آخر فرمایا تیری ماں کی۔ غیر غفلت صاحب کہہ رہے ہو گئے فرمایا آپ عالم ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں۔ تیرے پڑپڑایا بھائی معاف فرماتا  
میں یہ سمجھا کہ آپ کے دماغ پریشانی کی علامت مسطر ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا انکار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ بھائی معاف فرماتا میں یہ سمجھا کہ آپ کے دماغ پر  
شیطانی قوتات مسطر ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا انکار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ اپنے اٹھنے والے سے خود غور فرمائیے۔ آپ کے خیال میں گالی اتنی طاقت رکھتی ہے  
کہ مردوں تک پہنچ جائے۔ تو کھلیے اور کام الٹی طرفوں تک گئے ہیں نہ پہنچ سکے گا کیسی یادوں گالی کی برابر بھی طاقت نہیں رکھتے۔ بڑا فتنہ استاد  
اور میں مشاعرہ ہو اجماعاً معرکہ بیعت اس جگہ نہیں ہے دو ستونوں کو دو فتنہ۔ آپ اس میں غفلت کہہ کر لیتے اور جو وقت اس طرح پر منحصر ہو  
مصرعہ چاہئے غلبہ مشاعرہ میں کہیں آفریں کی دھوم مچ گئی وہ مصرعہ بیعت اس کو اس خود خود جوابی کے مال پر یہ جائز نہیں ہے دو ستونوں کو دو فتنہ  
و معائنہ الیہ کہ شکر میں بیعت اس مقام پہنچ جائیں وصال فرمایا عرض الموت میں کتاب شعلات ماہرہ طریقت علم مسلم حضرت ولایتا سید  
مصباح الحسن صاحب امت پر کا حکم کہیں فرمایا کہ میری نماز تیار نہ (بھائی معصوم الحسن) اپنے حاضرین۔ وہ بھی جو بیعت اماموں میں تشریف فرما تھے۔  
حاضرین نے انہیں بھی اطلاع نہیں کی مگر وہ تباہی کو لگے۔ ان میں خود خود ہوسوں جانیکا ارادہ بدن کسی خدمت کے پیدا ہوا اور وہ اسی شب  
میں اور عرب پوچھ گئے حسین صال فرمایا تھا۔ اور غلبہ ہش انہیں نے نماز تیار نہ پڑھائی۔ بعد علیہ علاج سہسوں کے ایک صوبہ دار  
قیادت میں شریعتیں کے لئے حاضر ہوئے۔ سوز منورہ ہو کر دھڑلے کے سامنے دیکھا کہ برقیاری صاحب حاضر میں تیرا بیعت میں گئے کہ ان کا تو

مجلس طریحہ عالیہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند



مہسوان بن قتال ہو چکا ہے پھر یہاں کیسے وجود میں برٹھ کر بعد سلام دریافت کیا اگر آپ یہاں کیسے آئے ہر انگشت دھکر خاموش رہنے کے لئے اشارہ فرمایا اور فقرہوں سے غائب ہو گئے۔ ہرگز نہیں واکٹر دلشاد زندہ شد عشق و شہادت بر جیدہ عالم دوام ما۔ نور اللہ مودتہ۔

## فقیر کے جد امجد

زیدۃ الکاملین قدوة العارفين عارف السوار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید معاذت حسین قدس سرہ اللہ العزیز بن اہل علم شہرت سے تھے جن کی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا ہے۔ اس واسطے محمد مائتہ حاضر علی الخصوص حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جیسا کہ ذکر ہو تو انہم مبارک مسکن تقطیعاً سمیعاً پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔  
قدوس سرہ اللہ علیہا کا نام بھی باقیوں کی فرست میں درج کیا گیا تھا۔ اسی بنا پر جامہ وضبط کی گئی مگر قاری کی واسطے جب گورنمنٹ آئی تو آپ سید خطیب واقع علاقہ قاضی مہسوان میں تشریف فرما تھے آپ کو دیکھ کر فرج کا انگریز افسر بولا (یہاں رہی ہے) نظر برابر فرج بدولت گرفتاری واپس چلی گئی۔ آپ کے بھائی اور دیگر امرا کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ اپنے خاص میں علم عرب و تحفہ کے امام تھے۔ فہم مناظرہ میں ملکہ تمام تھا جب کوئی عالمی سے مناظرہ ہوتا تو شمس الدین سے مسئلہ میں غرض لا کر فرمایا کرتے تھے۔ فہم طبابت میں بھی فاضل تھے ان کی کتاہی کا چہرہ دیکھ کر صحیح کیفیت مشکف ہو جاتی تھی ایک مرتبہ مطب میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص سر پر پوری لٹکے ہوئے گذرا۔ حاضرین سے فرمایا۔ دیکھو مردہ جا رہا ہے بخوشی دہرے دھڑک رہا اور مر گیا۔

## ادب مرشد

قدوة الاولیاء من بدتہا کلاصفیاء حضرت حافظ مسند محمد علی شاہ ضامن خیر آبادی قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پر خرف بیت حاصل تھا۔ اور انہیں سے خلافت بھی تھی مگر آپ کے سواہ نشین ہونے کے طبع میں مرد اہل فہم حضرت حافظ سید محمد اسلم شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سے اس کے ادب امر و نہی طے ہو گیا۔ بلکہ جب بھی کوئی شخص خواہش میں بیت کیا تو انہیں کی جانب رجوع کر کے تفسیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مجلس میں یہ کہے جس کا بھی اپنے مرشد کفر کی واسطے خود احمقہ اجماع فرماتے تھے یہاں تک کہ ایک کسٹر مکمل ہو جاتا۔ اس میں بائیس سیتا پور تک پہنچے۔ لائن بھی اودھ ہاں سے خیر آباد شریف تک سکیوں وغیرہ سواری سے سفر طے ہوتا تھا یا بیدیل مگر آپ سیتا پور سے خیر آباد شریف تک آگئی کا کسٹر سر پر رکھ کر آیا پادہ حاضر ہوئے اور جب تک ہاں قیام رہا ادباً برہنہ سر لہر نہ پاتا رہتے تھے۔ اور کبھی مرشد کے حلق سے خطاب کا اتفاق ہوتا تو ادباً اس کو سر ہانے چھالتے اور خود پائنتی کی جانب مچتے۔ عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ بزرگان بن کے آستانوں کی حاضری کے لئے پاپیادہ سفر فرماتے تھے جس زمانہ میں دارالخبرہ یعنی شریف تک پہنچے لائن بھی اپنے پیدل سفر فرمایا تھلا حدیث کی جماعت پہلے ہی راستہ میں سلسلہ تدبیر بھی جاری تھا۔ ان تلامذہ میں آپ کے حقیقی خاندان و بھائی خیر العلوم سند الفضل و زلف اسرار حقیقت دانے کے روز و رقیق حافظ کلام الہی و حافظ صحیح البخاری جلدی حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب جنتی صمدی قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے اس سفر کے حالات ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ جب چلتے چلتے راستہ میں کتنے گدھے کے علاقے میں پہنچے تو استاد معتمد کو غور کر لگی جس سے بیکار لگوٹھا پھٹ گیا اور آپ عالم کثیف بنی ہو گئے۔ رخص فرماتے تھے اور زبان مبارک پر شعر تھا اسے آرزو ہے کہ تیری راہ میں چھوڑ کر کھانا ہوا یہ سہلے چلے گا اور مصروفی کے دوران ایک مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ ختم گئے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں چھٹائی کی جانب گئے ہیں اور مصروفی نے اثبات فرمایا ہے۔ استاد اعظم پر اس وقت عالم کثیف طاری ہو نہیہ صوفیہ کے کرام کے اس ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ ختم گئے سے کبھی راحت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ عالم کثیف و مستی میں قضا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ فرط مردار و زہاد و راحت سے قلب ملو ہو جائے۔ آپ کا تاریخی اسم مبارک (فضل الرحمن) تھا جس سے



سینا لادت تک اس کا شمار ہے اور وہی القندہ شدہ ۱۲۴۵ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وفات پائی کہ ہر وقت قل شریف قنایا  
کے میری چاہی بانی ملک شریف میں میرا کمر شہر حق کے مباد میں بچا دواور بوجہ لہر شاہ خیر شہر علیہ الرحمۃ سن ہجری ۱۲۵۰ تک ہر ملتے چاہے  
اس قبلہ راست کردی ہر سمت کج کلا ہے۔ دہاں ہو چکر نزار شریف کی طرف رخ کر کے لیتے۔ اور قتل ختم ہوا اور ہر آپ اعلیٰ اجل کو لیک کہتے  
اکھنہ حاصل کن ہو گئے اور یہ کتاب دیر پا ہو گئی۔ ۵۰ آرزو ہے کہ نکلے دی تو ہائے سامنے ماتم چاہے سامنے ہو چم ہائے سامنے۔ درگاہ شریف کے  
بابر باغ میں مدفون ہیں۔ نور اللہ صوفیہ۔ مخدوم و معظم حضرت شاہ انتقا احمد صاحب اتحادہ نشین ردوئی شریف ضلع بارہ نکی اور مخدوم و معظم حضرت  
شاہ اجاز احمد صاحب اتحادہ نشین خیر آباد ضلع سیالپور اور مخدوم و معظم حکیم تریا محمد علی منشا شاہ آباد ضلع ہردوی۔ اور مخدوم و معظم جنابی اب اسعد علی  
اور مخدوم و معظم جناب نواب علی بدست خان صاحب ایوان دیا مستادوں ضلع علی گڑھ علی ایک تلامذہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اسو  
تلامذہ میں صرف مخدوم و معظم جناب اب مولوی محمد جان خان صاحب مظاہر العالی والی ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بقید حیات ہیں۔  
شرح سائقین معمولاتہ میں اسناد و ذکر ذیل ہے۔ ہر ایک اقدار کرتے ہوئے تقریبی ہی منقول و معقول بیان کرتا ہے جبکہ جانب باطنی تا ترتیب خط میں  
شاہ کو رکھا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کی سند حدیث بوجہ قلت و سادگیاں ہے جبکہ ہر قریب میں مآثر تصور کیا گیا ہے اور علماء کے درمیان غلطی ہی ہے۔

## سند منقول

صدر الشیخۃ حضرت مولانا الحاج علی محمد علی محمد علی صاحب قادیان قادیان سرور القری سے فقیر کو اجازت ہے جو اپنے زمانہ میں مشہور فقید تھے فقہی  
جزئیات و کلیات فقہ مذہب اہل حق میں۔ ایسا سطر حدیث و اقوال پر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات کہہ کہ علم حدیث میں تہارت تا ماضی وقت ہوئی کہ  
جبکہ فقہ کا کل عبور حاصل ہو شرح معانی الاقوال پر کیا گیا ہے۔ زبان عربی مہذب و سادہ ہے جو اعلیٰ تعلیمی نہیں ہو اور بوجہ سادگی و سہولت ہر بات پر  
میرا جائیگی کہ علم حدیث میں کچھ تحریر حاصل تھا۔ یہ مآثر نصف تلامذہ تھے۔ بوجہ ضعف البصر باقی نصف اخیر اور خلائی بخشہ سے مل گئی۔ ایسا سطر  
آپنے وصیت فرمایا کہ میرے تلامذہ میں سے کوئی صاحب کی تکمیل کریں تبیل مکمل والا فقیر کا ارادہ ہے کہ بشیر القاری سے فراغت پا کر اسکی جانب سے جو  
مآثر انشاء اللہ تعالیٰ آپکی ایک کتاب سترہ حصوں پر مشتمل زبان اردو فقہ میں ہو و نام رہا اور شریف ہے جو ہر سول سے منظر عام پر آجکی اور  
مقبول عام ہے۔ بحالت سفر قریب ہو چکر تاریخ ۱۲۵۰ ذی القعدہ شدہ ۱۲۵۰ وصال فرمایا جس کا سینہ مذکور اس بیت سے نکلتا ہے (لَا تَقْنِیْ  
فِي حَيَاتِہِ وَبَعْدَہِ) اور وطن مافوق مہوسی ضلع اعظم گڑھ لیا کہ دفن کیا گیا یہ سفر و سترہ کی سطر تھا۔ نور اللہ صوفیہ۔

## زوال صدی کے مجدد

ادب آپ کو مجھ و محافہ حاضر و شیخ العرب العجم الامام الا فخر اعلم حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب دہلی  
قدس سرور القری سے اجازت حاصل تھی جو موجودہ صدی میں مرتبہ تجدید دین پر فائز تھے کثرت تصانیف کا یہ عالم کہ بقول اہل العلماء حضرت مولانا  
معنی محمد اعلیٰ شاہ صاحب جلی مظاہر العالی زول ولادت سے یوم وفات تک پوری عمر فقیر کیا جانے تو تقریباً کئی خبر ہو سکتے ہیں۔ آپ فقیر اکبریم کا نائب  
تقریباً ۲۰ روزہ فرمایا جبکہ کابری نام لکھنؤ کا ایمان فی ترجمہ القرآن ہے فقیر کے دیکھے ہوئے اردو تراجم میں صرف یہ ایک ترجمہ ہے جس  
کوئی غلطی نظر نہیں آئی ہندی علم ترجمہ میں ایسی فن غلیظاں ہیں جن کے عقائد سے ایمان جاتا ہے۔ انکا تون نامور بشیر القاری کے صفحہ ۳۰ پر لکھیں  
آپکی مستقل سوانح حیات کتاب نقاب (حیات اعلم حضرت) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور اچھا آؤ آپکی اس رباعی سے معلوم ہوتی ہیں۔  
نہ مرا لوش نہ تمہیں نہ مرا لیش نہ طعن نہ مرا گوش بگردے نہ مرا گوش دے



مستم و کچھ غولی کر گنج دروے :- جز من و چند کتابے در و دوات و قلمے

۱۰۔ ارشاد المکرم ﷺ ہے جس کا سن خود اس آیت کریمہ سے استخراج فرمایا تھا اور اثنائے حجب فی قلوبہم  
آیت سے استخراج فرمایا اور طاف علیہم راتبۃ من فضۃ و اکواب نور اللہ صوفیؒ کا اور آپ قطب الاقطاب نور اللہ  
سیدنا و مولانا حضرت سید شاکر آل رسول صاحب دہری قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے جو ماہر و شریف ہیں (سکر و کلج)  
کے ساتھ معروف ہیں اور فری الجہۃ ﷺ میں بمقام ماہر و ضلع ایٹھ وصال فرمایا۔ نور اللہ صوفیؒ :-

اور آپ حامی شریعت غرانا مرتبہ خیرا امام طائے اربعین پیشوئے فضائے کالمیں صاحب الطوہرین فی الحدیث حضرت مولانا  
شاکر عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے جن کی سند سید انبیا و محبوب کبریا جناب احمد مجتبیٰ رحیمی و مصطفیٰ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ آله وسلم تک کتابوں میں مسطور ہے۔ آپ نے برویکشتیہ ارشاد المکرم ﷺ سے بمقام دہلی وصال فرمایا۔ نور اللہ صوفیؒ :-

## سند معقول

فقیر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے مجاز ہے اور آپ اماہر الجہاد ایدہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا اہدایت اللہ خان صاحب  
جوہوری قدس سرہ العزیز سے آپ کے شاگرد ہیں جس سے علوم عقلی میں کچھ تعلیم کا بہرہ ملا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ  
نے میان فرمایا کہ جب ہم قاضی مبارک پڑھتے تھے تو آپ پڑھاتے پڑھاتے بھول جاتے۔ نور اللہ نے کہا میں شامی پر ایک کردہ نوں ہاتھوں سے سر پر کر  
سوجاتے یہاں تک کہ غرض کی آواز نہ ملتی تھی چہرہ میں کچھ سیدھ بکھیر کر بہترین تقریر فرماتے تھے۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ ان کی وجہ سے  
انسان ظاہری ہو گیا ہے۔ چاہے اُستاد حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کی جانب رجوع کرتا ہوں ان کی طرح پاک تشریف لاکر مطلق تعزیر فرما  
جو وہی کہنا ہے سائنس بیان کر دیتا ہوں ہندوستان کے ممتاز اور توجہ طلب لوگ آپ کے شرف بلند حاصل تھا انہیں سے خصوصیت کبریاۃ قابل ذکر یہ حضرت  
چیر حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب پیر میں شیعہ و ذبیات مسلم و یونانی و عیسائی و جعفر مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹوکی حضرت مولانا شریعہ علی صاحب  
حضرت طاقتہ غازی صاحب حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حضرت مولانا یاد میں صاحب جوہوری  
حضرت مولانا مقبیل علی صاحب جوہوری حضرت مولانا محمد لاول صاحب پیر مولوی کو امت علی جوہوری جناب لوب جہاں صاحب جوہوری و مولانا  
فضل علی صاحب جمیں تین حضرات اس وقت بعد حیات ہیں۔ عمر معظم حضرت مولانا سید عبدالحکیم صاحب قلیہ دامت برکاتہم پچھوہری۔ مخدوم و معظم حضرت  
مولانا محمد اسلام صاحب نیازی دہلوی دامت برکاتہم۔ اور مولانا محمد امجد امیم صاحب لیادہ جنہوں نے کسی ذاتی مصالحت کی بنا پر وہ جوہوری مسلک  
اختیار فرمایا۔ برمول و الاطوم و ازبند میں شیعہ معقولات کے انجمن میں ہے۔ اور آج کل مسعود عداوت پر قابض ہیں۔ انہیں آپ کوئی دل سے مجاز نہ کر  
بقاعد و مشیخہ حضرت محمد رمضان المبارک ﷺ وصال فرمایا اور مولانا مقبرہ رشیدیہ میں قطب لوت حضرت مولانا احمد الرشید صاحب قدس سرہ  
صاحب متاخرہ رشیدیہ کے ترہب مدفون ہوئے۔ نور اللہ صوفیؒ :-

## ہندوستان کی آزادی کے محرک اوّل

اور آپ خاتم المحققین امام الدین استاذ اہل حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے جن کا فضل و کمال محتاج  
سیان نہیں خاصاً صاحب ایشیہ میر آپ کا حاشیہ کی علمی جلالت کا آئینہ دار ہے۔ ظالم اگر نہ کہ خلاف ہندوستان کی تحریک آزادی کے محرک دل آپ ہی ہیں۔



اردو کی طرح آپ کی خدمات تحریک خیر کردہ شخص بلکہ دشمن دین و دنیا اگر نہ کہ وجود سے ہندوستان کو فوجہ اللہ پاک کرنے کیلئے تحریک آزادی کا قلم  
 زندہ کیا تھا۔ مسوے مخلصانہ خدمات کی قدر دانی کرتے ہوئے جمہوریت کو کھلنے کے لئے وہ موجود ہیں، مانگ ان کے لئے وہ طاقت جاری کئے جائیں۔  
 ہندوستان کے دینی و ملی مصلحتان اس تحریک کی نسبت ملتا جلتا حاصل ہوا ہی مصنف (قویہ الامان) کی جانب کیلئے ہیں جسکے سیر جیوت ہونے میں  
 کسی باخبر انسان کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دینی موصف سے انکو مجاہد اور شہید قرار دینے میں مانع کو کچھ نہیں ہے۔ وہ درحقیقت ظالم انگریز کے آزاد کردہ اور اس  
 کی مٹاؤنے چال تھی کہ خود بخود ہر ملحد و ادا چلنے کے لئے اسے صاف کر کے کئی خطرات کا نام پر انکو آگے بڑھا کر انہیں ہوس میں لگایا تھا۔ ہندو مونی کی بات  
 ہے کہ گھر میں ظالم انگریز تسلط اس سے بچاؤ نہیں کیا جاتا۔ مولانا موصوف نے گھر سے باہر جان بولنے والے ہیں۔ یہ کوئی نیک بڑی ہے۔ پھر یہ جہاد سکون ہی تک محدود نہیں  
 رہا بلکہ اسکی قدیم عمر عربی مسلمان بھی آگئے تھے۔ آپ کی فکر اسلام نے مسلمانوں پر جو بھانہ طاقت گیری کی لوٹ مار کی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اسکا کوئی  
 ہی نے مداخلت میں آپ کو قتل کیا تھا۔ تو شہادت کس قانون سے حاصل ہوگی؟ مسوے مخلصانہ حاضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نریمانان  
 وہ ہے وہاں سے ایک شہید و شہداء کا۔ وہ شہید ملی تھا وہ تو جہاد میں شہید ہے۔ آپ کی فسادات اور فریادوں کی تفصیل کتاب مستطاب  
 (مسیحیہ المجدد) تصنیف کردہ علامہ اہل تحقیق حضرت مولانا افضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہ العالی میں اور کتاب  
 مستطاب (تحفہ محمدیہ) یہ آتالیف کردہ فہرۃ الفضل حضرت مولانا استیلا شرف علی صاحب گلشن آبادی قدس سرہ العالی  
 میں مطالعہ کی جائے کرے۔ دونوں حضرات اسی زمانہ میں موجود تھے کہ ان کے واقعات کی تحقیق جیسی کہ زمانہ واقعات میں ہوتی ہے بعد میں نہیں ہو سکتی۔  
 اھذا حال میں کہ کتاب موسوم بہ نام (ہمارا زوال) اشاعت ہوئی ہے جسکے مصنف حضرت مولانا جنسین رضا خان صاحب بریلوی مظلومہ العالی ہیں۔  
 کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو کئی مانع پر اسل جوڑا گیا ہے۔ اس میں مولانا موصوف کے واقعات میں غلط بیان کئے گئے ہیں  
 انڈیا میں انوکھا اور عجیب ہے۔ غرض کہ ظالم انگریز نے آزادی ہندوستان کے تحریک اول قدس سرہ کو گرفتار کر کے رکھوں بھیجا اور آپ سے  
 وہیں پر بحالت نظر بندی ۱۳۳۷ھ میں وصال فرمایا۔ انور اللہ موصوفی کا۔

نور اللہ موصوفی

## تسلیمیت

قدوة الشاکین زیدۃ العارفین صلحا و عبادا و ما یحب حسان مرجم و ملاذ کاھلان اشون المشائخ سیدنا  
 و مولانا الشاہ سعید علی حسین صاحب کھجوری قدس سرہ العالی کے دست حق پست پر بی شریعت میں بوقت عرس رضوی غائب ہوئے۔  
 شرف بیت مال ہوا۔ اور دلائل غیر شریعت میں تبارک از فی الجہت شہادت سے نوازا تھا۔ خلافت نامہ کیا تھا۔ ایک کلاہ اور ایک مسدالی  
 بھی ملے۔ ان کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کر دی ہے کہ میرے کفن میں مثال کوڑی لپیٹے۔ کیونکہ یہ لوگ ان دن کے ملبومات شامل کفن کن مسنون ہے۔  
 تقاضا کا اعلان کلاس ہجۃ لیلۃ العلویہ ملائکہ موصوفی قدس سرہ العالی سلاسل ربوہ شہورہ کیا تھا۔ سلسلہ موصوفی کی بھی اچھا  
 معارفی تھی۔ سلسلہ مائتہ اقل قلیل میں فقیر سے حضور عظیم سیدنا الشیخہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العالی تک صرف  
 ہاتھ دے رکھے ہیں۔ ان کی ایک کشف سے فرمایا کہ آپ میں میری کے اعتبار سے اپنے خدا اور حضور عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیب ہے۔  
 اور میں موصوفی کے اعتبار سے اسی نام میں میری سے کہ میری چار پر فکر اول محبوب سبحانی حضور عظیم حرم محبوب الہی  
 حضرت سلطان الشاہ سویم محبوب ہندو کی حضور عظیم سلا شرف جہانگیر سنائی چھڑا کہ محبوب رحمانی آپ مئی اللہ تعالیٰ  
 عظم ہا معین۔ عجب و عبادت صاحبۃ الطہر عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العالی کے قلم حقیقت پر  
 نے آپ کھٹا۔ انہوں نے آپ کے مذکورہ بالا ہر دو شخص موصوفی و موصوفی کی تعریف فرمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔ سہ



اشرفی نے رشت آئندہ حسن خواباں + اسے نظر کردہ دیر درودہ مسہ محبوباں۔ سید الغفر امام العزاد ولایت پناہیت  
 انکہ حضرت میاں راجہ شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ سوند شریف ضلع گوجرانوالہ حاضر ہوئے تھے جن کا وصال ۸۰۰ھ میں المہارک  
 شہادت میں ہوا۔ وصال کا سن بڑی (بائے ہائے آفتاب معرفت) سے نکلتا ہے۔ آپ نے بھی خلافت سے تلوڑا۔ اہلک دوائی عافرانوئی تھی  
 جس کے بعد فرحات کے دروازے ایسے کھل گئے کہ کوئی مال کی وقت محوم واپس نہ نہایتا مفصل حالات بیماری کتاب اسلامی لپیٹیں، اشارت  
 تعالیٰ ایش گئے۔ ۲۰۰۰ھ کا فروری ۱۲۳۰ھ و زود مشیر برقت صحیح صادق ولایت باسعادت اظہور کی ۱۰۰۰ھ ۱۲۳۰ھ میں عرب ۵۰۰ھ میں برقت  
 نصف شب ایضاً علی مالوت کچھ بعد قدر ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا وفاق علیتاً من برکتا ہے۔

چونکہ فیر کرمیت باہر کرک میں رہنا نصیب نہیں ہوا اسلئے آپ کی کرامات شاہدہ میں نہ آسکیں۔ وصال کے بعد ایک دن یہاں پیدا ہو کر تھکے انفرنگ  
 عاری ہو گئی کہ ہم پر ہمارا نصیب یہ نہ ہے مگر شہر برحق کے کشتی حالات اہلک استیل بنی نظر سے دیکھیں یہی اندیزہ کے مکاشفات و کرامات کا تار  
 سامنے ہوتا ہوا۔ کچھ دیر انفرنگی رہ کر فرود ہو گئی، اسکے کچھ دن بعد چھوٹی سرکار قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا قلیب ہرست ہوتی ہوئی  
 کواثر تعالیٰ نے اپنے فضل کرم سے یہ کوی بھی مکاشفات سے سزا فرمایا مگر سہ ماہی میر عبدالمبارک فرشتہ ۶ تقریباً سال دیر ہر سال تک  
 مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ تبارک خدا رب العزب ۱۳۰۰ھ میں ہزار شہ سال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا قلب میں نشانی باقی ہو گئی چونکہ طلب  
 صادق تھی ۱۰۰۰ھ میں شہر برحق کی مدعا نیت پھر متوجہ ہوئی۔ اہلک اپنی یاد و طریق خواص بکر معرفت آقا کے نعمت ہر حقیقت فقیر کا مل عارف اہل  
 حامل خلاق نوی کا شفا سر اہل برقی بعدی مصلحتی حضرت شاہ حافظہ یحییٰ ابن ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ القوی ساکن قصبہ سر اہل ضلع  
 کے پیر فرمایا۔ آپ کی خدمت قدس میں ہو کر بعض اوقات سات سال تک کشف و کرامات کا جو بکر مشاہدہ کیا تھا طرح کی کرامتیں نظر کساتے آئیں۔  
 حضرت مولانا دیر قدس سرہ کے ارشاد سے اولیاد ہست قدرت اذاکہ ۶ تیر جہتہ باز گزرا نند درہ پر تک بان باغیب تھا اس با نگاہ ولایت پناہ  
 میں ماضی کے بعد مشاہدے سے سزا فرمایا گیا بلکہ اللہ علی احسان کلاس دہا گھر بار سے دین بھی ملا اعد دینا بھی۔ انکس سبیا کا پر نظر کرم  
 فرشتہ برحق و اشرار اللہ تعالیٰ بیا لاکا بونک فرماتے تھے گئے۔ آپ کے حالات بھی اشرار اللہ تعالیٰ ہی کتاب اسلامی فیض میں ذکر کر دیے گا۔ شیعہ پیر  
 شہید بعد مغرب ۲۰۰۰ھ حرم الحرام ۱۲۳۰ھ مطابق ۲۰۰۰ھ راکو بر ۱۲۳۰ھ میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا وفاق علیتاً من برکتا ہے۔

## امام بخاری

علیہ رحمۃ الہی کی

کنیت (ابو عبد اللہ) اسم مبارک (یحییٰ) ہے اور والد ماجد کا نام (اسمعیل) ادا کا کارا (ابراہیم) پر داد کا (مغیرق) نکر داد کا (مغیرق)  
 یہ لفظ فارسی زبان میں یعنی (کا شنگار) آتا ہے (تبریز کے) جو سی تھا اور جو سیت ہی بروقت پائی امام بخاری کے پر داد کا (مغیرق) ہے۔  
 بخارہ کے طالبی (یعنی حقیقی) کے ہاتھ پر شرف اسلام ہو کر انکے ساتھ عقد (موالات) کر لیا تھا جو بد مذہب حائف عاقدین میں توثیق کے لئے  
 موجب ہے۔ نظر برآں (یعنی حقیقی) کی طرف نسبت کرتے ہوئے امام بخاری کو بھی حقیقی کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی کی طرف نسبت کرتے ہوئے  
 انکے عقد کو شافعی کہا جاتا ہے۔ اور یہ (یعنی) امام بخاری کے شیخ (مستندی) کے پر داد ہیں۔

## امام بخاری کے والد ماجد

حضرت مولانا (اسمعیل) علیہ الرحمۃ جماعت ابراہاد و اخار سے ایک ممتاز رہتی تھے امام الامام حضرت عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری کے والد ماجد







## امام بخاری کی ولادت

روز جمعہ ۱۲ رجب ۲۵۵ھ (۸۶۹ء) ارشاد المکرم (رحمہ اللہ) مقام شہر بخارا (مخارل) ہوئی تھی جس کا پس چری بخارا بکیر لفظ (صدق) سے نکلتا ہے۔ صغیر پس ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ والد ماجد کی عمر پچیس ہی بود و شس پانی۔ والد ماجد کی طبع و طبیعت مستجابہ الہیہ عوۃ تھیں۔ چنانچہ پچیس ہی کی دونوں نگاہیں رہیں جس سے اکثر شہید بخارا تھے۔ بخارا کی جانب سے جو کیا مگر کوئی دکان گزرتی تھی۔ بالآخر دکانہ الہی کی طرف متوجہ ہوئے اور میرزا کی کیرا تھوڑی سی بات کہنے بکثرت دکان سے گئے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے تشریف لائے۔ اور وہی مصارت کا شرفہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بکثرت گریہ زاری کرتے تھو۔ بکثرت دعا میں مانگتے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بچے کی دنیا کی دلچسپی فرمادی۔ جس کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو مینا تھے۔

## حفظ حدیث کی طرف توجہ کیے ہوئی

امام بخاری کے کاتب (محمد بن ابی حاتم) نے بیان کیا کہ امام بخاری خود فرماتے تھے میں مکتب میں موجود تھا اس وقت مجھے حفظ حدیث کے لئے اہام ہوا۔ میری عمر اس وقت دس سال یا تھوڑے کم تھی مکتب سے علیحدگی اختیار کر کے شیخین کرام کے مدرس میں شریک ہونے لگا۔ اس زمانے میں بخارا کے والد (اخضر) نامی ایک محدث مشہور تھے۔ ان کے مدرس میں بھی شریک ہوتا تھا۔ لیکن ان سے انہوں نے کسی حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر یا اس طرز پر ہی (سفیان عن ابی الزبیر عن ابن ابراہیم) میں نے عمل کر کے اسناد کی خدمت میں عرض کیا کہ (والوالی بن ابی الزبیر) ہم کے راویوں میں ہیں انہیں پھر حضرت نے کہیے فرمایا۔ (والوالی بن ابی الزبیر) ابن ابراہیم) اسناد نے جو رک یا میں نے پھر عرضداشت کی کہ اپنے اصلی نسخے کو لاؤ حفظ فرمائیے۔ جس کے اسناد مکان میں تشریف لے گئے۔ اس وقت اصل نسخہ لکھنے کے اور فرمایا یہ کہ میں نے جو بیان کیا تھا وہ غلط ہے۔ ابھا تم کہو صحیح کس طرح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ (والوالی بن ابی الزبیر) میں ہی بلکہ ابوہریرہ میں ہیں۔ انہیں کو ابراہیم سے قرابت حاصل ہے۔ اہلستان وغیرہ میں مندرجہ کے بعد اصل نسخہ بخاری میں کتاب کی تصحیح فرمائی جسے وہ کہ بیان فرماتے تھے۔ اس واقعہ کے وقت امام بخاری (رحمہ اللہ) ابوالی کی عمر تشرین گیارہ سال کی تھی جب کہ اس وقت اسی سال شروع ہوا تو امام عبداللہ صابر جلیل اللہ امام و کاتب و فی الشہر اقلہ اہل کتب تھے۔ ابوالی فرمایا میں پھر (والوالی بن ابی الزبیر) سے حاصل ہونے والی اپنے بارگاہ کیا تھو کہ جو تشریف لے گئے۔ بعد فرخت ابن ابی الزبیر نے حضرت کی دہلی ہو کر بخاری خدمت پائی اور خود ہی پڑھا دھا و انہیں تفصیل حدیث فرماتے تھے۔ اور جب عمر تشرین اٹھارہ سال کی ہوئی تو تصنیف کا آغاز فرمایا۔ سب سے پہلے صحابہ و تابعین و انہوں نے تالیف علیہم (یعنی کے فضائل و افعال پر) تیس ایک کتاب تالیف فرمائی۔ پھر دینے سورہ میں لفظ اظہر کے پاس تالیف کیا کہ تصنیف کیا۔ چنانچہ رات میں اس کو لکھ کر لے گئے۔

## تحصیل حدیث کی واسطے سفر

بہت سے اسلامی شہروں میں کیا چنانچہ فرماتے تھے کہ جزیرہ استقامت و دہلیہ مصر و شام و یامیکا اتفاق ہوا۔ اور چار مرتبہ ہو گیا۔ ان چار سال تک بخارا سے انقامت کی۔ پنج مہینوں میں دمشق و عراق و خراسان و واسطہ ہو گیا۔ اور بغداد و کوفہ میں طبری و اسقار ہوئے۔ اس کا شمار نہیں۔ ان بلاد وغیرہ میں مل پھر کر جن شہروں سے حدیث حاصل کر لی تھی ان کے بعد ان کے ہر راستی ملک ہو گئی ہے۔ بخارا کی حقیقت میں پھر میں (طبقات) کوئی جمع تابعین کی حقیقت تابعین سے سماع حاصل تھا جسے محمد بن عبد اللہ (قصای) جو حضرت (عبد) تالیف سے فراموش کرتے ہیں۔ (طبقات) تصنیف (ابتداء) تابعین جو اگر آپ کے پھر تھے۔ گو وہ کوفات تابعین سے سماع حاصل نہیں ہوا۔ جیسے کوم ابن ابی اس و غیرہ (طبقات) ثانیہ) وہ حضرات جن کو تابعین کی ملاقات حاصل نہیں ہوئی۔ ان کی کتاب و جمع تابعین سے دریافت کرتے ہیں جیسے قتیبہ بن سعید و غیرہ (طبقات) (الحدیث) وہ حضرات جو امام بخاری کی کتاب تصحیل حدیث میں شریک تھے جیسے محمد بن یحییٰ و علی و غیرہ







طریقہ حق الہادی کے بیان کردہ مطلب کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے جو مکمل نام احمد قدس سرہ نے اپنے سترہویں باب الفوائد ذکر کیا ہے (قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم لا یستغنی المصلی ان یشد ما حالہ الی مسجد یتبع فیہ الصلوۃ غیر المسجد الخ) اور مسجدی  
ترجمہ غازی کو اسباب میں لکھی ہوئی کہ جانب خدا رکے کی نسبت سے سفر کے بغیر ان میں مساجد کے مجہولہ ناموں کو یہ ہے مقتدر رب العزت و العزیز ہے اس ذات  
سے احوال و احوال کی تائید بھی ہوئی کہ حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقتدر رب عام نہیں بلکہ مقتدر مسجد ہے کیونکہ مقتدری کے لغوی معنی ہے کہ مقتدری سے  
اقرب ہو اور حدیث مذکور میں مقتدر مسجد کی تفسیر کے بغیر حاصل نہیں تو احوال و احوال شریعت شریعت مسلم الشیوخ و مشائخ میں ہے (فعلی ان المستثنیٰ منہ  
ما یکون اقرب الی المستثنیٰ و فعلی ہذا ظاہر علیہ) (ادنی استقراء) اس واسطے علامہ قسطلانی قدس سرہ التورانی نے حدیث  
مذکورہ کما شرع میں احوال و احوال کو اختیار فرمایا پھر اس پر اسناد و اسنادی شرح صحیح النہاری جلد دوم صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ میں فرمایا ابن تیمیہ کے احوال و احوال  
کرنے لگے قسطلانی جس نے حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقتدر کو عام لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء کی زیادہ  
کلیے سفر کا حرام ہے اسی ابن تیمیہ کی تفسیر غازی میں ہندوستان کے دہلی وغیرہ قلعہ جہان نگر کا بننے کے آثاروں پر ماضی ہے کیونکہ سفر کرنے کو  
منع کرتے ہیں (وقد بطل بامر من التقدیر لا تشدد الرجال الی مسجد للصلوۃ فیہ) (المعتقد بحمد بن ابی سعید اللہری فی  
مسند احمد یا سادس من مرفوعاً لا یتبع المصلی ان یشد ما حالہ الی مسجد یتبع فیہ الصلوۃ غیر المسجد الخ) اور مسجدی  
الاقتضیٰ و مسجدی ہذا قول ابن تیمیہ کی ہے کہ مقتدر منہ مقتدر و مقتدر فیہ الصلوۃ و مقتدر من الشیخ المسائل الشریعہ  
عند ابن تیمیہ حدیث مذکور لا تشدد الرجال الا الی ثلثہ مساجد کے مستثنیٰ منہ کی تفسیر میں بھی یہ لکھا کہ لا تشدد الرجال الی مسجد الا  
الی ثلثہ مساجد جبکہ ایک ایدیس حدیث ابو سعید سے ہے جو کہ مکمل نام احمد نے اپنے حاشیہ میں فرمایا ہے مستثنیٰ منہ الفوائد بیان فرمایا ہے  
لا یتبع المصلی ان یشد ما حالہ الی مسجد یتبع فیہ الصلوۃ غیر المسجد الخ اور مقتدر و مقتدر الاقتضیٰ و مسجدی حدیث مذکور میں  
مقتدر مستثنیٰ منہ اس میں یہ لکھا کہ بطل ہو گیا کہ بنوی قسطلانی کی تفسیر کے سفر کا ممنوع ہے کیونکہ اس کا بطل حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام ہے جو مقتدر  
جبکہ بطل بنویس شک نہیں اس کے عام معنی کی صورت میں مستثنیٰ منہ شریعت میں تھا حالانکہ مقتدری ہے اور زیارت قبر بنوی کی یہ ممانعت اس  
قیح ترین قول سے ہر حال میں تفسیر سے مقول ہیں۔ اسی حدیث مذکور پختہ کرنے کے آخر میں علامہ ابن تیمیہ قسطلانی قدس سرہ التورانی  
بخاری کی شرح فتح الباری جلد دوم ص ۲۷۲ میں (قال بعض المحققین فی الا الا الی ثلثہ مساجد المستثنیٰ منہ حدیث و فاما ان  
قد روا عاف فی صیو لا تشدد الرجال فی مکان فی ای مکان الا الی ثلثہ او مقتدر من مقتدر لا سبیل الی الاول کا اضافہ  
الی سد باب السفر للتحارۃ و صلۃ الرحم و طلب العلم غیرہا فتعین الثانی و الا ولی انہ یقدروا ہوا کہ مقتدری و  
مقتدر لا تشدد الرجال الی مسجد للصلوۃ فیہ الا الی ثلثہ فی بطل بذلک قول من منع من الرجال فی زیارۃ البقاع الشریف  
و غیرہ من قبور الصالحین لکنہ اعلیٰ ابن تیمیہ بعض محققین نے فرمایا کہ حدیث مذکور میں (الا الا الی ثلثہ مساجد) سے بیشتر مستثنیٰ منہ مقتدر  
ہے یا عام مقتدر یا عام مقتدر عبارت میں ہوئی کہ لا تشدد الرجال فی مکان فی ای مکان الا الی ثلثہ ترجمہ سفر کا حرام ہے مکان کی  
طرف کسی کام کے لئے مگر میں مساجد کی جانب یا مستثنیٰ منہ اس سے خاص مقتدر یا عام مقتدر کے سبیل نہیں کیونکہ مقتدری ہے  
امامات کی جانب کی عبارت کے لئے سفر و علم و غیرہ کی طرف دروازہ سفر مسدود ہو جائے (جو سفر عام و نہیں) تو ثانی احوال مقتدر ہو گیا کہ  
مستثنیٰ منہ مقتدر خاص ہو رہا ہے یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مقتدر میں چیز نالی جائے جس میں نسبت زیادہ ہو اور مقتدر مسجد ہے اور حدیث  
مذکور کی عبارت اس مقتدر کی تفسیر کے بعد میں ہوئی کہ لا تشدد الرجال الی مسجد للصلوۃ فیہ الا الی ثلثہ ترجمہ سفر کا حرام ہے کسی مسجد کی  
جانب میں عام مقتدر کے لئے نسبت سے مگر میں مساجد کی جانب جبکہ مقتدر مطلب ہو ان لوگوں کا بطل قرآن مجید میں بنوی قسطلانی کی



اور قیصر عالم کی زیارت کے لئے حدیث مذکور کے پیش نظر سفر کرنے کو متنع قرار دیا جو واللہ اعلم بحیثیت مذکورہ ایک دو مطلب نقل فرماتے ہیں اقبال  
السیکی الکی یولیس فی الارض بقعة لها فضل لزاها حتی تشد الرجال الیها غیر البیلاذی التلثة وحرادی بالفضل منا  
شخص الشیخ باعتبار ذوقه علی حکما شیعہ واما غیرہا من البیلاذی فلا تشد الیها الذاقا بل لزیادتها ووجداد علم او  
نحو ذلک من المذہب ان والیہا مات قال وقد التبس ذلک علی بعضہم فرغم ان شد الرجال الی المزیارۃ لمن فی غیر التلث  
داخل فی المنع وخطا علان الاستنباط انما یکون من جنس المستثنی منہ فعن الحدیث لا تشد الرجال الی مسجد من  
المساجد بل الی مکان من مکان مکتنا اجل ذلک المکان کلا الی التلثۃ لہذا کوفی وشد الرجال الی زیادۃ اطلب علم لیس الی  
المکان بل الی من فی ذلک المکان واللہ اعلم العنی امام سبکی کیسے فرماتے فرمایا کہ تہذیب میں کوئی جگہ ایسی نہیں جسکے لئے لڑائی فضیلت  
ہو سوائے ان تین مقامات مذکورہ۔ اور فضیلت لہذا فقہ سے سری مادی ہے کہ شریعت اعتبار کے اس کیلئے مخصوص حکم شرعی رکھا ہو اور ان کے علاوہ  
دوسرے مقامات کی جانب یا اس لئے نہ سفر نہیں کیا جاتا بلکہ زیارت جہاں علم و فہم و فہم و مذہبات یا مباحات کیلئے کیا جاتا ہو اور مثلاً سوائے کا  
سمجھنا بعض پر شکل ہو گیا تو یہ کہہ دیجئے کہ ہر سر مقامات مذکورہ کے سو اکیس مقام کا زیارت کیلئے سفر کا حدیث مذکور کی عافیت میں داخل ہے انکا کیا غلط  
ہے کیونکہ مستثنیٰ کیلئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ نہ کی جس سے ہو تو حدیث مذکور کے معنی یہ ہوتے کہ سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی جانب یا کسی مکان کی جاتا  
ہو سبکی لہذا فقہیہ کے خیال سے مگر مذکورہ بالاتین مساجد کی جانب رکرا کر ایک لاکھ پچاس ہزار پانسوا مخصوص حکم شرعی نہیں کہواسطے ہے۔  
اور کسی کیلئے نہیں ان زیارات یا طلب علم کے لئے سفر مکان کی جانب نہیں ہونا بلکہ مکین کی طرف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تہذیب میں کوئی جگہ ایسی نہیں جسکے لئے لڑائی فضیلت ہو سوائے ان تین مقامات مذکورہ۔

## قوت حافظہ

کاتب عالم محاکمہ کی شریک در مشیل القدر حضرت خا شہد ابن اسمعیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ رحمۃ المبارک ہمارے ساتھ  
خلاصہ حدیث کی خاطر شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مگر ہر وقت دس ہادی طبع شنیدہ احادیث کو ظہر بند کرتے تھے ان سے کہہ کہ جب آپ استاد کی  
بیان کردہ احادیث لکھتے ہیں تو دس میں حاضر ہونے کی فائدہ جو احادیث حدیث میں گوش گزار ہوتی ہیں وہاں سے لکھتے کہ بعد فرمودہ ہوا جس کی۔  
سزا کو ہم کے بغیر دیا اپنے نصیحت آمیز کلمات بار بار کہہ لکھتے تنگ کر دیا۔ اب اپنے نوشتوں کو میری یادداشت سے مقابلہ کیجئے ہم نے دس حدیثیں سنیں  
جو اول احادیث تھیں انہیں نے سسکو زانی پڑھنا شروع کیا اور مقدمت کیرا کھاتہ کہنے لگے کہ جس سے اپنے نوشتوں کی تصحیح کی بعذر اصرار فرمایا آپ  
بخیال کہتے ہیں کہ میرا ہر وقت غلط کر رہا ہوں اور میری ہر سزا دینی ہے سو ہے ماسئل ہیں یقین ہو گیا کہ یہ لکھتے ہوئے دلہے ہیں اور کوئی شخص ان کی  
بیادہی نہ کر سکے گا۔

## بغداد شریف میں حافظہ کا امتحان

بغداد شریف کے متعدد مشائخ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ المبارک کی خبر یہ ہو سکتی ہے کہ شریف کے فقہ کرام مجمع آئے تھے ہادی شریف  
سے ملے یا ان کے حافظہ کا امتحان لیا جائے جتنا بجز استفادہ احادیث کیلئے ایک مجلس کی تاریخ معین کو کہ امام بخاری سے انہیں شرکت کا وعدہ  
ہو گیا پھر امتحان کیا اسلئے سوا حدیث اس طرح منتخب کی گئیں کہ ایک حدیث کی سند کو ذکر حدیث کیلئے لگایا۔ اور دس دس حدیثیں دس اشخاص کو دیکر ان کو  
پرا گیا کہ مجمع عام میں ان کے متعلق استفادہ کر کے تاریخ سورہہ بقرہ مقدمہ جامع معانی اور ہر دن اصحاب علم نے شرکت فرمائی جب مجلس پُر ہوئی تو ان  
دس اشخاص میں سے ایک صاحب کھڑے آئے تھے کہ یہ لکھ دیجئے اپنی دسوں احادیث کے بار میں سوال کیا۔ امام بخاری ہر مرتبہ جواب میں فرمادیتے۔  
انکا آخر فقہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا سوا دس کنندگان حضرات ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہتے تھے کہ ہماری سوا دس کو کچھ لگے اور جن لوگوں کے

تہذیب میں کوئی جگہ ایسی نہیں جسکے لئے لڑائی فضیلت ہو سوائے ان تین مقامات مذکورہ۔











آنہوں نے فرمایا میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اسی احساس کو چاہا کہ آپ نے کبھی غیبت کا وعدہ نہیں ہوا خود فرماتے تھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بروقتی امت غیبت پر مجھ سے حساب نہ لے گا۔ ہاں اگر کوئی اس کی کجی کرے تو اس کی غیبت نہیں کی۔

## پابندی نیت

ایک مرتبہ کچھ تبارکی مال اسباب کے پاس آیا بعض عبادت پیشہ صحابہ کے خبر لگ گئی تمام کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ ہزار روپے لفع کے دیکر فرما دیا کہ آج غریب مسوقت جائے۔ دس سو روپے کے دو تہا دینا چاہئے۔ انہوں نے دس ہزار لفع کے دیکر اسکو خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا شب میں نیت کرنا چاہیوں کہ پہلے بیسوا لول کو دے دوں گا۔ اور نیت کو توڑا پس نہیں کرنا اسلئے معتدروں

## کرامت

انہیں ابو جعفر کا قہر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم مقام اتر رہے ہیں تھے۔ ادا ہے ایک جماعت کو ہمراہ لیکر نکال دے قہل مہر پر دشمن سے بچاؤ۔ کون سے قہر شروع کی یہ خبر سنکر اور میری ہی مخلوق کو کہ شمع ہو گئی آپ خود بھی اس میں شمول ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کو تکلیف ہوا شدت کی یہ خبر نہیں پہنچ گئی کہانی میں فرمایا انشاء اللہ قہل سے میرے لئے ایک لکھ روپے خوش ہوگی۔ دو لکھ روپے کیلئے ایک لکھ روپے فراوانی تھی جب تک کہ کرتا رہا گیا تو کھانے کی اسلئے حاضرین بلانے گئے۔ آپ کیساتھ سو یا کچھ روپے اشخاص آئے تھے۔ علم رکھنا کہ اور بھی آجائیں گے۔ اور ہم افراس سے عرف میں بدو سیکر فرمایا لائے تھے۔ ایسا دوسری کی (تبریزی من کے صاحب پانچ من) ہوا۔ جکل کے سر سے لکھی تو کہ کا ہوتا ہے ساتھ بیستیس پیر ہوئی ہیں۔ چنانچہ جملہ حاضرین کے کھانے میں کڑی نہیں سب کے سب کھا کر فارغ ہو گئے اور دوشان کافی مقدار میں نک رہیں۔

## رمضانی عبادت غیر مقلدین پر قیامت

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی رمضانی عبادت کے بیان میں فتح بخاری کے مترجمین نے ملاحظہ فرمائیے کہ ۸۴۸ ہجری تک ہے۔ (قال الحاکم ابو عبد اللہ اللہ الحافظ ابو نعیم محمد بن خالد حدیثنا قسم ابن سعد قال کان محمد بن اسماعیل البیہقی ذاکا کان اولیٰ لیلۃ من شہر رمضان یجتمع الیہ اصحابہ فیصلی علیہم ویترہ فی کل لیلۃ عشرين آیتہ فکان لا یزال ان یتیم القلائد ترجمہ حافظ الحدیث حاکم ابو عبد اللہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن خالد بخاری نے کہتے تھے کہ وہ سے قسم ابن سعد نے بیان کیا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب گئی تو محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کے پاس ان کے اصحاب مجتمع ہو جاتے۔ پہلے پانچ من کی طرح تراویح پڑھاتے تھے کہ ایک رکعت نہیں پڑھیں تیس اور روزانہ ایسے ہی پڑھاتے رہتے یہاں تک کہ قرآن پاک ختم ہو جاتا۔ اقول بخفی زبیر کہ اس واقعہ سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی تراویح میں کثرت پڑھ کر تھے کیونکہ فی کثرت تراویح کے حساب سے رمضان شریف میں قرآن کریم کا ختم غیر مقلدین کے مسلک (۲۸ رکعت) پر ممکن نہیں اسلئے کہ کجاہ میں کثرت کی رکعت ایک شب کی آٹھ رکعت میں ایک سو ساٹھ آیات ہوتیں۔ حضرت شب میں چار ہزار آٹھ سو اسی تیس ہوتی ہیں۔ اور پانچ جاع ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ تو غیر مقلدین کے مسلک (۲۸ رکعت تراویح) پر پورے رمضان شریف میں کجاہ کی ایک رکعت ختم نہیں ہو سکتا حالانکہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی کجاہ ذکر رمضان شریف میں ختم فرمایا کرتے تھے۔ تفسیر نقان شریف جلد اول صفحہ ۱۱۳ ہے۔ (قال الحدادی حبہ ہوا علی ان عد آیات القرآن ستۃ آلاف آیتہ ثم اختلوا فصاروا علی ثلاث افہم من لیلۃ یزدونہم من قال و ہائنا آیتہ و اربع آیات و قبل و اربع عشر و قبل و تسع عشر و قبل و خمس و عشر و قبل و قبل و ست و ثلاثون) ترجمہ علامہ قادری







بے عزتی میں گرفتار فرمایا بارگاہ انجمن میں یہ ماقبول ہوئی اور ایک ہینسہ گزرا تھا کہ دارالطوائف سے فرائض صادر ہوا کہ اس حاکم کو معزول کیا جائے۔ اسکو ماہ فروری میں لکھنؤ میں لایا گیا۔ کیا تہنیت کر لیا جائے کہ یہ کارائسان کی بیڑا ہے بھر قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہیں ہی موت آئی۔ جس وقت اس کی ایلی انور قیاد کو اپنے اہل کے پاس سے وہ رسوائی ہو چکی ہو تا فائل کر کے اور دیگر علماء کو جو اس حاکم کیساتھ ساز بانگے ہوئے تھا اور اس کے بار میں عظیم آفتیں پیش آئیں جنکو شکریہ کا منہ اٹھاتی ہے۔ بخود خدا اللہ من فرلک۔

جبکہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی بھارت سے باہر تشریف لے آئے تو یہ خبر اہل سمرقند کو پہنچی۔ انہوں نے بخاری کو کتاب و خط و رسم کی کہ آپ یہاں رہنمائی فرمادیں کہ بخاری عزت فرمائی فرمائیں۔ آپ نے بجانب سمرقند توجہ فرمائی جب سمرقند سے قریب ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام (خزنگ) تھا۔ وہیں ایک کمال پختہ خانہ تھا جس میں مختلف ہیں۔ نظر ہو گا (خزنگ) میں توقف فرمایا تاکہ اپنے حق میں آئے آخری فیصلے کو مسلمہ کر لیں۔ لوگوں کے اختلافات وہ فتنے پیدا ہو چکے خوف سے برداشتہ خاطر ہو کر ایک شب نماز پڑھ کے بعد بیٹھا کہ: **رَأَى اللَّهُمَّ قَدْ ضَاعَتْ بَحْلِي كَمَا ضَاعَتْ بَحْلِي** میں ترحمت! قابضی الیک! نے اللہ زین کشادہ ہوئی کہ باوجود میرے لئے سنگ ہو گئی تو اپنے پاس لٹھ ہے جس پر چڑھا ہوا ہے یہاں پر طالت لاق ہوئی اور شب بیدار فطریہ ز شہد یکم شوال الحکم شد۔ اسے میں سال فرمایا۔ بعد از اظہار ہدف وہاں سے تشریف لے باہر سال ہوئی۔ لفظ (نولہ) سے سنی فالت کا اور لفظ (قید) سے لکت مرکا استخراج ہو گیا۔ ایک صاحب دلائل۔ فالت پھر تینوں کو بھڑکایا۔ شہر باہر طوبان کیا جس سے کان البخاری جاننا ڈھکی چٹائی جمع الصیحو مکمل التحریر و میلادہ صدیق و مدۃ عمولہ فیہا جنید و الفحشی فی فیروز۔

## امام بخاری کی بارگاہ رسالت میں عزت

حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ سے بارگاہ رسالت میں اس نے اپنے اس کا برادریاں گرام سے تھے۔ آپے خواب میں بچا کہ اس کا نام کی حاجت کیا تھ مجبورہ جہاں ملاوٹ مرسلان خطا شوال اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ کسی کے انتفا میں تشریف فرما ہیں بلام عرض کو کتبہ بعد از مندرست کی کہ کیا شوال اللہ لکھ کر کا انتفا ہے۔ اور شاد فرمایا کہ اللہ ان استغین بخاری کے انتفا میں ہوں۔ حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ سے بارگاہ رسالت میں فرقت میں کچھ ہیوم کے بعد میں خبر وفات ہو چکی جس وقت انات کی طیش کی تو وہی وقت لکھا جس میں زلیات شے شرف ہوا تھا۔

## قبر انور کی خاک مشک بن گئی

جبکہ قبر میں رکھا گیا اور قبر میں سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔ اور قبر کا وہ نہ مشک بن گیا۔ لوگوں کی بات کو اس نے آئے اور خاک قبر کو بطور تر کے لے جاتے تھے یہاں تک کہ اس غار پر گیا (یا میں خوف کہ لوگ اس طرح بھاتے ہے تو حوٹے ہی خود میں قبر پر بید ہو جائیگی) اس کے ہاتھوں طرف کراؤ کی جگہ لگا دیا گیا بھڑکے جگہ سے ماہر کی خاک میاں لگے اور اس میں بھی مشک کی خوشبو پاتے تھے۔ مدت ہائے دوا دیکھ یہ خوشبو مکتی رہی سے حال ہم نشین وہ من اثر کر دہ دگر نہ من جاں خاک کہ بہستم۔

## قبر انور پر دعا مقبول ہوتی ہے

شہر سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا شدید طغیانا۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ استقامت کی تھی کہ گویا بارش ہو سکے۔ تو ایک صاحب قاضی سمرقند کے پاس پہنچے جسکی پرہیز گاری شہر میں مشہور تھی۔ اور فرمایا میری کیا ہے جو اب کی قدر تیریش کرنا چاہتا ہوں قاضی صاحب فرمایا وہ کیا ہے بیان فرمائیے! انہوں نے فرمایا اے یہ کہ لوگوں کو لیکر امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی قبر انور پر بیٹھے۔ اور وہاں پر بارش کے لئے دعا کیجائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمایا۔ اے یہ کہ لوگوں کو لیکر امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی قبر انور پر بیٹھے۔ اور وہاں پر بارش کے لئے دعا کیجائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمایا۔



فرماتے گا۔ قاضی صاحب اس واقعہ پر حسین فرمائی۔ اور مرقند سے لوگوں کو ایک قرآن اور پر مقام اور رنگ میں حاضر ہوئے۔ گریہ واری کے ساتھ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی توسل سے دُعا کی۔ استقار کی۔ فرمادہ تعالیٰ نے ہاوان رحمت کا نول فرمایا اور وہ بھی اس کثرت سے کہ اہل مرقند سات سو تک آپس نہ ہو سکے۔ اسے بند نہ ہو سکے۔ باعث فرنگ میں قیام کرنا پڑا۔ (قسط لانی و طبرہ)

## بخاری شریف کی وجہ تصنیف

یہ بھی کہ ایک دن آپ محدث جلیل حضرت احنی بن داود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجلس میں موجود تھے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر کسی کو توفیق ہو اور وہ ایک مختصر کتاب تالیف کرے جس میں اسی احادیث صحیحہ کی جامع ہو جس کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے ہیں تو بہت ہی خوب ہوگا۔ عالمین کے واسطے راہ آسان ہو جائیگا۔ اور کسی چمکد کی طرف (دربارہ صحت) مراجعت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اس گفتگو سے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی قلب متاثر ہوا۔ اور اسی وقت سے تصنیف کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اور بعض نے وجہ تصنیف یوں بیان کی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے خواب دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور یہ باد شریف میں کھڑے ہو کر نکلا۔ بجل پہاڑ کی طرف سے آیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کتاب کہہ دو۔ فرمائیے یعنی صحیح محدث صحیح کر کے توفیق ہوگا۔

## بخاری شریف کی خصوصیات

امام بخاری علیہ رحمۃ الہی فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب بخاری کو چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے اور میں نے ہر احادیث ذکر کی ہیں جو میرے نزدیک صحیح تر تھیں۔ اور بہت سی صحیح تر حدیثیں بخوف طوالت ترک کر دیں۔ اسکی تصنیف مسجد قرام شریف میں فرمائی تھی۔ اور وہ بھی ایسے ہی تھا کیسا کہ جس کی نظیر آج تک دنیا میں کوئی نہ ہے۔ سزا ہے ہر چہ حدیث کھنے سے شیر آئے ہر مہر سے غسل فرماتے اور درگت نفل قدر مقام ابن ہریم کے پاس ذکر کرتے تھے۔ اسی طرح ہر ترجمہ الباب کو درگت لاکھ تک لکھ کر فرمایا۔ ہر ترجمہ کے بعد ہر ترجمہ کو مبرموی اور وضو نبوی کے دیکھا۔ بیشک کو اسکو میرے فرمایا تھا۔ اس طرح تصنیف مولد سال میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اور خود امام بخاری علیہ رحمۃ الہی سے لے کر ہزار سال تک اسکی داوی ہیں جن میں سے ابو طلحہ، منصور بن محمد بن علی بن قریبہ، بن زید بن زبیر، آخر ۳۲۳ھ میں وفات پائی۔

## بخاری شریف کا مجرب عمل

اسی اہتمام ذکر کے باعث بارگاہ الہی میں اس دورہ مقبول ہوئی کہ حصول منافع اور دفع مصائب کے لئے اسکا خیر ہے۔ محققین اہل افلاق شیخ و اہل محدث، اہل قدس مؤثری ہی کتاب فہم اللغات شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ بہت سے مشائخ اور علمائے ثقافت نے حصول مرادات، کفایت مہمات، دفع غلے حاجات، رفع لیات، کشف کربات، اور بعض محدث شافعیہ نے ہمارا اسکا خیر کیا اور اپنی مرادیں پائی اور اسکا خیر لکھہ مقاصد کے واسطے ترقی بہت کر رہے تھے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک بطریق شہرت و استقامت ثابت ہے جس میں شریک و مشابہ کی گنجائش نہیں۔ حضرت میرزا ابوالدین محدث و محدث تعالیٰ اپنے استاد سید جلیل الدین قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے میں نے اپنے لئے اور دوسروں کے واسطے قریب ایک سو بیس مرتبہ بخاری شریف کا فہم کیا۔ ہر مرتبہ جس مقصد کے لئے بھی پڑھا اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ اور طبقہ علماء میں یہ بات حد شریک ہے۔ بخاری شریف کی کتب میں مصیبت کے لئے پڑھیں گے وہ دفع ہوگی۔ اور جس مکان میں بخاری شریف ہوگی وہاں تشدد کی سے محفوظ رہے گا۔ اور جس گشتی میں بخاری شریف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسکو ڈوبنے سے بچا دے گا۔ اور امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی ہر کتاب سے حصول مراد کا ایک مصدقہ عمل بشیر القاری کے صفحہ ۷ پر آ رہا ہے۔

نہ کی توفیق ہو اور وہ بھی

نہ کی توفیق ہو اور وہ بھی

نہ کی توفیق ہو اور وہ بھی







لکھنے سے نام مبارک کی بقائے کائنات میں مسلسل درود بھیج رہا ہے۔ اہم اہم تصدیق علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا  
اختصار کیا (سب سے) اگر لکھا جائے گا یا قاری السیفۃ (الانقیطہ فی فتاویٰ فریقہ) تفسیر روح البیان شریف صفحہ ۲۲ میں ہر کوئی کہ ان پر من  
الصلوۃ والسلام علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی الخباہان یقتصر من ذلك علی حرفین مھکذا (وعم) اور بخود ذات کس  
فیكتب (وہم) ان کے لیے اللہ علیہ السلام ترقی دے گا نہ کہ نہایت بڑھ کر کہ جائے (رضی اللہ عنہ) وکم (منظر) اقتصار لغفلہم یا لفظا صلیم کہے  
اسی طرح اوت پر کما یا یسین ویا جہدین اور ملائے دین کے ناموں کیساتھ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا (رحمۃ اللہ تعالیٰ) ویرہ لکھا جائے۔ اور لفظ (یوسنہ  
تعالیٰ عنہ) صحابہ پر کما کیا کہ مخصوص نہیں کسی میں پر و استحب لہ فی حقہ المخرج علی الصعابۃ والناہین فمن بعدہم والجب کہ درسا انوکھا  
فیقال (یوسنہ) ویرہ لکھا جائے اور حمد اللہ اور بخود ذات کس فی اللہ عنہ مخصوصا والصعابۃ بل یقال فہم رحمۃ اللہ  
الصعابۃ یسین ویا جہدین علماء ودارین اور باقی اخبار کے حق میں (رضی اللہ عنہ) یا (رحمۃ اللہ تعالیٰ) استعمال کرنا مستحب تو یوں کہا جائے ابوبکر رضی  
عنہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یا جہدین (انکے دونوں جہد) (رحمۃ اللہ) انکے مانند لکھا۔ اور صحابہ کیساتھ لفظ (رضی اللہ عنہ) مخصوص نہیں بلکہ ان کے حق میں  
رحمۃ اللہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اسی میں نام بھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرمایا اور الذی لا الہ الا ان یفرق بین الصلوۃ والسلام والرضی اللہ  
والعفو والصلوۃ مخصوصہ علی المذہب الصحیح بالانبیاء والاطلالۃ والرضی اللہ عنہم بالصلی والاولیاء والاولیاء والاولیاء والاولیاء  
وہم والصلوۃ لہم فیہم السلام ورتبۃ بین مرتبۃ الصلوۃ والرضی اللہ عنہم ان یكون امن متزلزلة بین متزلزین یعنی بقا  
لہم اختلاف فی تہتم کلقرآن الحضر وزی القرنین کا لہم (وہم) یعنی نام یا بھی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ہے دو اہل اللہ  
تعالیٰ (منہ) اور (رضی اللہ تعالیٰ) اور (رضی اللہ عنہ) میں فرق کیا جائے گا وہ درود میں لکھا گیا اور لکھا گیا کہ یہ مخصوص ہے اور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابہ  
اولیاء وعلیہم السلام اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اہل اللہ کے لیے اور (رضی اللہ عنہ) گنہگاروں کے واسطے اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے درمیان  
ظہور رکھا استعمال ان لوگوں کے واسطے مناسب ہے جن کا درجہ دونوں درجوں کے درمیان ہے۔ اس میں میری مراد یہ ہے کہ کہیں حضرت کی نبوت میں اختلاف ہو جسے  
حضرت ائمہ اور حضرت خضر اور حضرت علی القرنین انکے ساتھ (رحمۃ اللہ تعالیٰ) استعمال کیے اور ان حضرات کیلئے استعمال کر کے کہیں گے کہ یہ (رضی اللہ عنہ) صحابہ  
کہیں پر ل نہیں اور نہ انکی نبوت میں اختلاف ہے (رحمۃ اللہ تعالیٰ) استعمال کیا جائے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جگہ نظر اقتصار (رضی اللہ عنہ) اور (رحمۃ اللہ  
کی جگہ روز اکبر میں خلاف صحابہ ویرہ لکھا جائے کہ یہ علامہ میر تقی میر نے فرماتے ہیں انکو لہم من بالقرض والکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمال  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ روز اکبر لکھا جائے کہ یہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھا جائے اور نام نوی جس سے القوی شریف میں فرماتے ہیں (وہم) اغفل  
عنہم احرم خیر اعطیہم اور ذلک فضل اللہ جس سے غافل ہوا آخر حکیم سے بھی لفظ اور فضل اس سے قوت ہو گیا والیہا ذلک فضل اللہ  
الانقیطہ)

## کتاب شریف کی تعریف

(جاء مع) حدیث کی کتاب کہ کہتے ہیں جس میں ان کے بجز ان کے بیان ہو بشر آیت تفسیر عقاید حق و کلام الشرائع مناقب صحابہ  
سیدنا علی اصحاب صرف نامی مشرف اللہ تبارک و تعالیٰ شریف میں مسلم شریف پر بعض حضرات قلت تفسیر کی بنا پر جامعہ کا اطلاق نہیں کرتے اور بعض نے قلت  
تکون لہ ذکر کے اطلاق کیا ہے جسے شیخ عبد اللہ بن شرازلی صفا ناموں کے ساتھ تعالیٰ (مستثنیٰ) کہیں بترتیب ابواب فقہ صرف احکام مذکور ہیں جماعہ سے  
میں باہر ہیں یعنی (الحدود شریف) شافعی شریف۔ ابن ماجہ شریف ہیں (مستثنیٰ) کہیں بترتیب ابواب فقہ صرف احکام مذکور ہیں جماعہ سے  
کی احادیث بترتیب ابواب ذکر کیا جائیں (جزء) کہیں صرف ایک مسئلہ سے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہوں (صوفی) کہیں صرف ایک شخص کی  
حدیث کو کہ احادیث ذکر کیا جائیں (غریب) حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف ایک تفسیر کے فقرات کا ذکر کیا گیا ہو۔

بشیر القاری نے درود شریف کا ایسا

کتاب شریف کی تعریف



## علم حدیث کی اصطلاحات

(حدیث نبویہ) اس حدیث میں اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کہہ قول قبول اور تقریر کہتے ہیں، مقرر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی فعل کیا گیا اور آپ نے مخالفت نہ فرمائی بلکہ روایت اختیار فرمایا، اس کو ثابت لکھا، اس طرح صحابی اور تابعی کے روایت کو روایت قبول اور تقریر کو روایت حدیث کہتے ہیں۔

## اقسام حدیث باعتبار نسبت

(مرفوع) جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو (موقوف) جس کی نسبت صحابی تک ہو جیسے کہتے ہیں (قال ابن عباس یا رسول اللہ) یا قرآن ابن عباس یا عن ابن عباس موقوف آیا موقوف علی ابن عباس یا رسول اللہ تعالیٰ عنہ (مقطوع) جس کی نسبت تابع تک ہو، اول میں نے فقط حدیث کے اطلاق کو مرفوع (اور موقوف) کیساتھ مخصوص کیا ہے اور (مقطوع) پر اس کے بجائے فقط (مرفوع) مطلق کرتے ہیں۔ اور کبھی فقط (مرفوع) کا اطلاق (مرفوع) پر بھی آتا ہے جیسے کہتے ہیں (لا اذہب عنہ لحدیثی) اور (ما یسجد لک) جو کہ اصل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے، فقط (خبر حدیث) باعتبار مشہور و منہج میں ہے اور بعض نے یزید کہا ہے کہ جو صحابی علیہ السلام تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو روایت کیا ہے، میں میں منقول اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے اس کو حدیث کہتے ہیں اور روایت سلاطین و اہل بام گذشتہ کی روایات کو (خبر) اسو اسطو کہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ کہتے ہیں اس کو (محدث) کہتے ہیں مدرس کا مشغلہ تھا اس کو (محدث) کہتے ہیں۔

## حدیث مرفوع کے اقسام باعتبار رفع

دو ہیں (۱) مرفوع صحیح اور (۲) مرفوع صحیحاً۔ اگر حدیث مرفوع کی نسبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو (مرفوع) اس نسبت کو رفع صحیح کہیں اور حدیث کو مرفوع صحیح کہتے ہیں، پھر حدیث مرفوع صحیح کہہ رہے۔ قولی، فعلی، تقریری۔ (حدیث قولی) میں رفع صحیح جیسے صحابی فرماتے ہیں (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا) یا صحابی یا غیر صحابی فرماتے ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انہ قال کہنا) اور حدیث فعلی میں جیسے صحابی فرماتے ہیں (رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کہنا) یا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انہ فعل کہنا) یا عن صحابی کہیں (عن الصحابی) مرفوعاً انہ فعل کہنا یا عن الصحابی رفعہ انہ فعل کہنا یا عن غیر الصحابی مرفوعاً انہ فعل کہنا یا عن غیر الصحابی رفعہ انہ فعل کہنا اور حدیث تقریری میں جیسے صحابی یا غیر صحابی فرماتے ہیں (فعل خلاص) حضرت عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا (اور اس پر نکار کا ذکر نہ کیا گیا) (حدیث مرفوع) کی نسبت مرفوع نہیں تو حدیث کو مرفوع صحیحاً (اور نسبت کو رفع صحیح) کہتے ہیں جیسے صحابی ایسی بات فرماتے ہیں جیسے کہنا تو کوئی نہ ہو اور کتب معتدہ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں مثلاً انہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یا زمانہ آئندہ کے فتنوں کی خبریں یا قیامت کے اعمال یا کسی فعل پر ثواب مخصوص یا عقاب مخصوص بیان کریں کہ ان تمام صورتوں میں ہی قرار پائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر بیان فرمایا ہے یا صحابی یا مفسل کریں یا نہ کہا کو فعل یا نہ صحابی یا غیر صحابی کہتے ہیں یا اس کا کرتے تھے کہ ان دونوں صورتوں میں ظاہر ہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس فعل پر طلوع تھے۔ اور اس فعل کے جو اوز پر وہی آجکی تو یہاں فرماتے ہیں (عن الشیخہ کہنا) کہ اس سے بھی بظاہر ہی سنت منہج ہوتی ہے۔ اگرچہ حال یہ بھی ہے کہ صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت وارد ہو کیونکہ اس پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہر کتب عام صورت میں رفع صحیح کی ہیں۔

حدیث مرفوع کی اصطلاحات

حدیث مرفوع کی اصطلاحات

حدیث مرفوع کی اصطلاحات







نزدیک قابل اعتماد ہے۔

## حدیث مدلس

حدیث منقطع کے اقسام سے ہے اور اسکی صحت میں ہوتی ہے کہ کوئی ایسی شے نقل کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالمشافہہ کو کرے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہو جیسے عن غلامی یا قال فلان کہنے والوں لفظ میں سماع ہے اس فصل کو (مدلس) کہتے ہیں لفظ علی کو اشد اس سے حدیث کو (مدلس) حدیث مدلس کا حکم ہرگز نزدیک ہے کہ اگر مدلس کے متعلق یہ بات شہر ہو جائے کہ اپنے ثقہ شیخ ہی کو منقطع کیا ہے تو اسکی حدیث مدلس مقبول ہوگی اور اگر ثقہ اپنے ثقہ دونوں کو حدیث کہتا ہے تو اسکی حدیث مقبول نہیں ہوگی۔ سماع پر تصریح کرتے ہیں جیسے کہ حدیث ثانیاً الخبر فاعلم انہیں کاسبب کبھی شیخ کا صغیر السن ہونا ہوتا ہے اور کبھی اسکی عدم شہرت اور کبھی اسکی عدم وجاہت اور کبھی اسکا رعبہ ابن عیینہ سے نہ ملنے جو مذکور واقعہ بہتر ہے فی الجملہ اس وجہ سے کہ حدیث مدلس پر ان کو وثوق تھا اور شہرت ان کے نزدیک مستفیض تھی اور اگر سند یا متنی میں کوئی ادنیٰ سے اختلاف ہو گیا کہ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا گیا کی شیخی ہو گئی یا ایک ادنیٰ کے جملہ درجہ کو ذکر کر دیا گیا ایک متن کی جگہ دوسرا مقدم بیان کر دیا یا اسلئے سند میں تقسیم ہو گئی یا اجتہاد میں سے یا اختلاف اقتصاد و حدیث وغیرہ سے ہو گیا جسکی اثر آمد آئی ہے تو ایسی حدیث کو (مضطرب) کہتے ہیں جو زعم ضعیف و خاتم الفاظ امام سبکی علیہ الرحمۃ تعقیبات میں فرماتے ہیں۔ (المضطرب من قسم الضعیف لا للوضوح) اور اگر کوئی حدیث میں بظاہر یا محال و تابعی وغیرہ کا کلام بیان لغت یا تغیر معنی یا تضییع مطلق وغیرہ اس کے پیش نظر سے کر دیا تو ایسی حدیث کو (مدلس) کہتے ہیں جیسے بخاری شریف میں حدیث حلا۔

## حدیث کی قرابت بالمعنی

یعنی مفہوم حدیث کو اپنے الفاظ سے بیان کرنا اسکے جو اثر و عدم جواز میں جن قول ہیں (۱) اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مگر اسکے لئے جو عرفی واقعہ اور اسلوب کلام کا مہر اور دوسرا کتب کا عبارت ہونا لائق توجہ میں گذشتہ مذکور ہے۔ (۲) مفرد الفاظ میں جائز ہے مگر کلمات میں نہیں (۳) صرف اس کیلئے جائز ہے جسکو الفاظ حدیث مستحق ہوں تاکہ ان میں کما ینبغی تصرف کر سکے۔ (۴) اسکے واسطے جائز ہے جسکو معنی حدیث یاد ہوں۔ (۵) الفاظ اصول نما ہوئے کہ تحصیل احکام ہو سکے۔ اور جسکو الفاظ حدیث یاد ہیں اس کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ فردیت ہے یہ اختلاف حدیث کی قرابت بالمعنی کے اہل اہل حدیث میں ہے اس سے مبالغہ کا کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ اختلاف نہیں اس نوری دماغ کے پیش نظر ہے کہ سبب لغت پر توفیق ہیں انشاء اللہ صراحۃ معنی مخالفی فروعاً و اولیاً اھا اکثراً سمیع الشرائع شخص کو تردید نہ رکھے جس نے میری بات سنکر محفوظ کی پھر اسکو دہرایا اور اگر دہرایا جیسا کہ شہنا تھا۔ اور بدایت بالمعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب میں واقع ہے۔

(۱) عندہ حدیث کو بلفظ (عقن) قرابت کر لیا کہتے ہیں یعنی بوقت بدایت حدیث راہی اپنے مروی عندہ کو بلفظ (عقن) ذکر کرتے ہوئے ہیں کہے (عقن فلان) اور حدیث باس طور قرابت کی گئی ہو اسکو (مصدق) کہتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک (عندہ) کے معنی ہوتے ہیں روایت کا مروی نہ کہ تصدیق کا شرط ہے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے نزدیک صرف صحاح کانی نہیں بلکہ ثبوت و اقامت ثبوتی ہے اور میں نے نزدیک ہے کہ کافی نہیں ثبوت اخذ کرنا ہے اور (مدلس) کا (عندہ) مقبول نہیں (مصدق) صرف متصل حدیث کو کہتے ہیں یہی توفیق قابل اعتماد ہے اور بعض متصل حدیث کو (مسند) کہتے ہیں اگرچہ موقوف یا منقطع ہو اور بعض صرف (موقوف) کہتے ہیں اگرچہ وہ مرسل یا منقطع ہو (مشافہ) اس حدیث کو کہتے ہیں جو بدایت ثقات کے مخالف ہو۔ اگر اسکے راوی ثقہ نہیں اس کو (مردود) کہتے ہیں اور اگر ثقہ ہیں تو اس میں لحد دوسری قرابت ثقات میں نہ جھکاؤ کمال ضبط و غیرہ امور جو تہ سے ترجیح دی جائیگی۔ پس



ترجمہ یا ترجمہ کو (محموظ) اور معراج کو (مشافہ) کہتے ہیں اور (مشکوٰۃ) وہ حدیث ہے جو ضعیف راوی سے اپنے سے ضعیف تر راوی کے خلاف روایت کیا ہو اور اس کے مقابل کو (معروف) کہتے ہیں۔ وہ روایات ضعیف ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ معروف کا ضعیف اور (مشکوٰۃ) کا ضعیف (مشافہ) اور (محموظ) میں فرق ہے کہ ثانی کا راوی اول کے راوی سے (قویٰ تر ہے) اور حدیث (مشافہ و مشکوٰۃ) مرجع اور (محموظ) و (مشکوٰۃ) جمع ہوتی ہیں۔ (اللہ یصلیٰ علیہ) (مشافہ و مشکوٰۃ) میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا (مشافہ) کی تعریف یہ کہ اس حدیث کو کہتے ہیں جو ثقہ نے روایت کیا اور اس کی روایت میں متقدم ہو اور اس کے لئے کوئی اصل موجد ہائی جائے یہ تعریف ثقہ کے مجموعہ پر صادق آتی ہے۔ اور اول تو یہ صادق آتی ہے۔ اور بعض نے (مشافہ) میں راوی کے لئے ہونا کا اعتبار کیا یہ مخالفت کا۔ ایسے ہی (مشکوٰۃ) کو صورت مذکورہ کیا ہے اور خصوصاً نہیں کیا۔ یہ لوگ فقہاء اور فرائض و احکام اور کثرت غلط کیا ہے مطہر کی حدیث کو (مشکوٰۃ) کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محل) (وہ حدیث ہے جس کے راوی میں کسی طرح وہ ثابت ہو جیسے حدیث میں اس کی متصل یا متصل کو اس کی روایت کرنے سے یا مرفوعہ کو وہ وقت سے کہنے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کرنے سے یا ایک حدیث کو ایک اطلاع نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہمارے نام و اکمل ہو گا۔ کہنے سے اختلافات ہی مطلع ہوتے ہیں جنکی اختلافات میں قلیل ہے۔ امام احمد علی بن حنبلہ ہی۔ امام بخاری و یحییٰ بن ابی شیبہ۔ ابو حاتم۔ ابوداؤد۔ دارقطنی وغیرہ۔ قرآن سے محدثین نے اس چیز سے بحث فرمائی ہے۔

## متابعت وغیرہ

(متابعت) ایک روایت کا دوسرے کی موافقت میں روایت کرنا۔ اول کی حدیث کو (متابع) کہتے ہیں۔ متابع حدیث میں تابعی و تابعہ (متابعت) نامی دو مقبولات قابل ہوتی ہے۔ یعنی وہ حدیث کو متابعت کرنا اور راوی اصل راوی کے مترتب میں مساوی ہو بلکہ مترتب کی متابعت بھی ہوتی ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ ایک حدیث میں اول ہمہ اس کے بعد کہہ دیا اور اسناد میں زیادہ تر ہوتا ہے۔ متابعت کہنے کی روایت کی روایت اگر اصل راوی کے الفاظ اور معنی دونوں میں موافق ہو تو اس کو (مطلقاً متابع) سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اگر صرف معنی میں موافق ہو تو (مطلقاً متابع) سے متابعت میں بشرط ہے کہ وہ اول حدیث میں ایک صحابی سے مروی ہو۔ اور اگر وہ صحابی سے بھی متابعت کیے والے کی حدیث کو (مشافہ) کہا جاتا ہے۔ اور بعض موافق فی الفاظ کو (متابع) اور موافق فی المعنی کو (مشافہ) کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہو یا دوسرے۔ اور کسی (متابع) اور (مشافہ) ایک معنی میں ہے۔ متابعین متابعت کی ایک تفصیل بشیر القاری نے صفحہ ۱۲۷ پر لکھی ہے۔ اور (متابع و مشافہ) کی معرفت حاصل کیے قصہ حدیث کا اسناد کا تحقیق و تفحص کرنا (استماع) کہتے ہیں۔

## اقسام حدیث باعتبار صفات راوی

حدیث کے اصل اقسام تین ہیں۔ (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔ صحیح اعلیٰ تر ہے یعنی اس سے ضعیف راوی پر اور حسن دوسری تر ہے۔ اور باقی اقسام ان میں ہیں جن کی تفصیل ہے (صحیح) (حسن) (ضعیف) اور غیر شاہد حدیث کو کہتے ہیں۔ مگر اول اور ضبط نام کے لئے راویوں کو روایت کیا ہو اگر وہ اولیٰ مراتب و ضبط پر مکمل پایا جائے یا پھر اولیٰ حدیث کو کہتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی کا مرفوعہ یا مرفوعہ میں نہیں مگر کثرت طرف سے اس نقصان کی تلافی ہوگی۔ اور اس کی حدیث کو صحیحہ لکھتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی میں تو اس کی حدیث کو حسن لکھتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی میں محض شراکۃ قصہ کو اس کی حدیث کو (ضعیف) کہتے ہیں۔ مگر کثرت طرف سے اس کے ضعف کی تلافی ہوگی تو اس کی حدیث کو (حسن) لکھتے ہیں۔ یعنی یہ ہے کہ اولیٰ احوال حدیث کے کلام سے باہر ہو تو یہ کہ حدیث کو (حسن) لکھتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی میں جو صفات سے گناہیں آجائیں مگر تحقیق اسکے سماع میں تحقیق نزدیک نہیں محض صفت ضبط کا نقصان متقدم ہو باقی صفات مکمل ہوں تو یہ کہ حدیث کو (حسن) لکھتے ہیں۔

## عدالت وغیرہ کا بیان

(عدالت) اس کیفیت اس کو کہتے ہیں جو نفس کو تعوی (اور موت کے لئے) پر آمادہ کرے اور (تقویٰ) شریک نفس اور ہمت سے جتنا کہ ہو کہتے ہیں۔



[illegible]

عدالت میں طعن کے وجوہ

پانچویں (۱) اگر کذب (۲) تمام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بڑا کذب (۶) کذب (۷) سے مراد یہ ہو کہ حدیث نبوی میں کسی حدیث اور روایت ثابت ہو  
خواہ اسکا انفرادی یا کسی مرتبے سے کسی تفصیل اور تفسیر ہی ہے و مطعون بالکذب کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں اور کاذب حدیث میں عموماً  
درجہ کذب تھا کہ حدیث مقبول نہیں اگرچہ مراد کذب ہی ہے مگر ہوا اور اسے تادیبی کر لی ہو بخلاف جہالت کہ اگر تادیبی کر کے کسی کو ایسی چیز ہو جائے  
بڑی کہ حدیث میں اعتدال ہو (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸

[illegible]

ضبط میں طعن کے وجود

پانچویں (۱) غلطی (۲) کثرت غلطی (۳) حالت غفلت (۴) دہم (۵) سو غلطی (۶) غفلت سے مراد بیکارگی کو اپنے مردیات کے غفلت  
ہو کر دوسرے کی تعریف قبول کر کے دوسرے کی تعریف سے متاثر ہونے کی حالت (۷) کثرت غلطی سے مراد بیکارگی کی بیان حدیث میں غلطی کی



















بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# بیشتر القاری

بشرح

# صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی











اس صورت میں اللہ واس کے رسول کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم نہ آتی۔ تاہم اس لئے کہ تقدیم حمد کی حرمانیت پر آیت مذکورہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ قول قبل میں تقدیم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ممنوع ہے۔ آیت میں سی تقدیم کا ذکر ہے جو بغیر اجازت ہو اور اجازت سے ہو تو ممنوع نہیں۔ چنانچہ اسی قبل سے ہے اللہ عزوجل نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت انداز حکم سے پہلے حمد بجالانے کا حکم دیا پس تقدیم حمد اجازت پر مبنی ہوئی۔ لہذا درست ہے ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ثالثاً اس لئے کہ اگر آپ کے کلام کی تقدیم مطلقاً ممنوع تسلیم کر لی جائے تو امام بخاری علیہ الرحمۃ پر آیت مذکورہ کے خلاف عمل کرنے کا الزام قائم ہو جائے گا اس لئے کہ انہوں نے خود آیت پر ترجیح الیاب کو اور حدیث پر سند کو مقدم فرمایا ہے اور یہ دونوں انہیں کا کلام ہیں جو اب ششم سب سے پہلے سورۃ الاحقاف نازل ہوئی اور اس سے پہلے حمد نازل نہیں کی گئی حالانکہ سورۃ الاحقاف کا وہی شان اس پر ہونا یہی ہے پس اگر شاندار امر سے پیشتر حمد کرنا واجب برکت ہے تو کتاب الہی اسکے خلاف نہ ہوئی۔ نظر برائے امام بخاری نے حمد تحریر نہیں فرمائی۔ لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ شاندار امر پر تقدیم حمد کا حکم سورۃ الاحقاف کے نزول سے متاخر ہے۔ لہذا اس موقع پر سورۃ الاحقاف کو پیش کرنا درست نہیں نیز ترتیب عثمانی کا اعتبار ہے اور اس میں بشیر اللہ کے بعد حمد موجود۔ حالت نزول کا اعتبار نہیں۔ مگر ترتیب عثمانی میں حمد کا ذکر حصول برکت کے لئے نہیں بلکہ بندوں کی تعلیم کے واسطے ہے کہ احکام بندوں ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب مقدم تسمیہ اور تحمید کی حدیثیں چونکہ متعارض تھیں اس لئے یہی مناسب تھا کہ بشیر اللہ پر التکفیر کیا جائے کیونکہ اگر حمد کو مقدم اور بشیر اللہ کو مؤخر کرتے تو خلاف عادت ہونی سکے۔ علاوہ بشیر اللہ اول مذہبی اور اگر بشیر اللہ کو مقدم اور حمد کو مؤخر کرتے تو حمد کو اذیت حاصل نہ ہوئی اور حدیث میں دونوں کے لئے اولیت ہی کا حکم تھا۔ مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ تسمیہ اور تحمید کی حدیثوں کا تعارض اگر وہ نہ ہو سکتا تب تو یہ جواب بے فائدہ ہے اور جبکہ تعارض دور ہو سکتا ہے جیسا کہ علماء کرام نے دفع تعارض میں چند وجوہ کا افادہ فرمایا تو بشیر اللہ پر التکفیر کی کوئی وجہ نہیں۔

### حدیث تسمیہ اور تحمید میں دفع تعارض کے وجوہ

وجہ اول۔ اولیت یا ابتداء کی تین قسم ہیں۔ ابتداء حقیقی۔ یعنی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو اپنے جہج ماسوا پر مقدم ہو۔ ابتداء ائے انسانی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو بعض شیا سے مقدم اور بعض سے مؤخر ہو اور بعض حضرات نے ابتداء ائے اضافی کی تعریف یوں فرمائی کہ کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو دیگر شیا پر مقدم ہو۔ خواہ کسی سے مؤخر بھی ہو یا کسی سے مؤخر نہ ہو۔ ابتداء ائے عرفی کسی چیز کو شروع میں لانا جو مقصود پر مقدم ہو۔ ابتداء ائے حقیقی اور ابتداء ائے اضافی بمعنی اول میں تباہ ہے ابتداء ائے حقیقی اور ابتداء ائے اضافی بمعنی ثانی میں عموم و خصوص مطلق یعنی حقیقی خاص اور اضافی عام ہے اور ابتداء ائے حقیقی و ابتداء ائے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق ہے کہ اول خاص اور ثانی عام ہے اور ابتداء ائے اضافی بمعنی ثانی اور ابتداء ائے عرفی میں نسبت تساوی ہے کہ جو چیز شروع میں لائی جائیگی اس کا مقصود پر مقدم ہونا مقسم یعنی مطلق ابتداء میں معتبر



تو لازم ہے کہ تینوں اقسام میں بھی معتبر ہو پس ایسا مادہ متحقق نہ ہوگا جس میں ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور عرفی میں سے کسی ایک کا تحقق بغیر دوسرے کے ہو سکے۔

حدیث تسمیہ اور تحمیل کے تعارض کو اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ حدیث تسمیہ میں ابتدائے حقیقی مراد اولیٰ جلتے اور حدیث تحمیل میں اضافی بمعنی اولیٰ یا عرفی یا دونوں میں عرفی یا اضافی بمعنی ثانی یا حقیقی مراد اولیٰ بمعنی اول مراد لینے سے بھی تعارض اٹھ سکتا ہے مگر علماء اگر اس لئے اسکو بایں خیال نظر انداز فرمادیا کہ اس تقدیر پر بیضا اللہ کا حتمہ تخریج ہوگا اور یہ مناسب نہیں اسلئے کہ بیضا اللہ میں اسم ذات کا ذکر ہے اور اس سے ترک استعانت مقصود اور حمد سے اثبات منشاء کا قصہ کیا جاتا ہے اور مرتبہ مناسبت مرتبہ ذات سے مؤخر ہے۔ لہذا بیضا اللہ جو اسم ذات پر مشتمل ہے اسکو حمد سے مؤخر نہ ہونا چاہئے جو مناسبت پر مشتمل ہوتی ہے بلکہ مرتبہ ذات کا تقدم متفق ہے کہ بیضا اللہ کا حمد پر مقدم رکھا جائے۔

تسمیہ تسمیہ اور تحمیل دونوں شان امر میں داخل ہوتے ہیں اور اس سے خارج ایک جماعت علمائے دخول اور جرئت اختیار کی اور متحقق نے خروج اور عدم جرئت اختیار فرمایا یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ حدیث تسمیہ تحمیل میں بیضا اللہ اور بحمد اللہ کو ظرف لغو قرار دیا جائے یا ظرف مستقر ظرف لغو قرار دیکر کا یہید کے متعلق کریں تو جرئت منہم ہوگی اور ظرف مستقر قرار دیکر مستقیم کیا متعلق کر کے متعلق کریں تو عدم جرئت منہم ہوتی ہے چونکہ فقہ کا قرب المحروف کے نزدیک قول ثانی آکر تھا اس لئے حدیث تسمیہ اور تحمیل کے الفاظ کو یہ کا وہ ترجیح کیا جس سے عدم جرئت منہم ہوتی ہے۔ اور جرئت انکی تقدیر پر حدیث تسمیہ کا ترجیح اس طرح کریں گے جس شاندار کام کی ابتداء بیضا اللہ سے نہ کی گئی وہ بے برکت ہے گا۔

حدیث تحمیل کا ترجمہ بایں الفاظ ہوگا۔ جس ذی شان امر کی ابتداء حمد لہی سے نہ کی گئی وہ بے برکت ہے گا۔

**الغرض** دفع تعارض کی وجہ اول جرئت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی عدم جرئت پر۔ وجہ ثانی پر حدیث تسمیہ اور تحمیل میں بیضا اللہ اور بحمد اللہ ظرف مستقر ہے اور مستوفیاً مقدم کے متعلق اس تقدیر پر حدیث تسمیہ و تحمیل کے معنی یہ ہوں گے کہ جس شاندار کام کو بیضا اللہ اور حمد لہی سے استعانت حاصل کر کے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہے گا عام اذین کہ بیضا اللہ سے استعانت پہلے ہو یا حمد سے۔ اب یہ سوال بھی پیدا نہ ہوگا کہ تسمیہ اور تحمیل میں سے ایک کی تقدیم سے دوسرے کی اولیت فوت ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر ثابت یا بالتحصیل سے ابتدا بالتحصیل اور ابتدا بالتحصیل سے ابتدا یا التسمیہ اتی نہیں رہتی۔ تو پھر دونوں حدیثوں پر عمل کو نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس تقدیر پر دونوں حدیثوں سے یہ منہم ہوتا ہے کہ ہر شاندار کام کو تسمیہ اور تحمیل سے استعانت کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ بے برکت ہے گا اور ایک کام کے کرنے میں بہت سے امور سے استعانت ہو سکتی ہے لہذا استعانت بالتحصیل یا التسمیہ یا التسمیل بالتحصیل کے معنی نہیں بلکہ اس تقدیر پر ضروری ہے کہ استعانت بالتحصیل یا التسمیہ اور التسمیل اور ان دونوں کی ابتدا میں کوئی چیز فاصل نہ ہو یعنی تسمیہ اور تحمیل سے استعانت کر کے بعد بالفضل مراد شان کو شروع کر دے۔ پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور دونوں قابل عمل رہیں۔ وجہ ثالثہ حدیث تسمیہ و تحمیل میں بیضا اللہ اور بحمد اللہ کی یا کو ثابت کے لئے قرار دیا جائے جیسا کہ وجہ ثانی میں استعانت کیواسطے یا تھا اور مستقیماً مقدم سے متعلق کریں اس تقدیر پر دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر شاندار کام کو بیضا اللہ اور حمد لہی کے ساتھ متاب کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ کام بے برکت ہوگا یعنی اگر کسی شاندار کام کو شروع کیا گیا اور بوقت ابتداء



بیشو الله اور جلالتی کے ساتھ متلبس نہیں تو اسیں برکت نہ ہوگی بشرط میں ہر امر کی مابست کسی شے کے ساتھ دو طرح ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ وہ شے اس امر سے پیشتر بلا فصل ہو۔ دوم یہ کہ وہ شے اس امر کی جزو اول قرار دی جائے۔ ان دونوں صورتوں میں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں امر فلاں شے سے ملا بس ہے۔ نظیر ان امر ذی شان کا برکت ابتدا تسمیہ اور تحمید سے قبل کے ساتھ متلبس اس طرح ہو سکتا ہے کہ تسمیہ کو امر ذی شان کا جزو اول قرار دیں اور تسمیہ کو اس سے پیشتر بلا فصل ذکر کریں۔ اس تقدیر پر بروقت شرعاً یہ صادق آئے گا کہ امر ذی شان تسمیہ اور تحمید دونوں کے ساتھ متلبس ہے۔ اور یہی حدیث میں حکم تھا اس طریقے سے تو اس دفع ہوا اور دونوں حدیثیں قابل عمل ہو گئیں۔  
یہ نایہ کہنا درست نہ رہا کہ بوجہ تعارض دونوں حدیثوں پر عمل ممکن نہ تھا اسلئے امام بخاری نے صرف بسم الله پر اکتفا فرمایا اور محمد بن یزید فرمایا **فی رفع تعارض** کی وجہ اول تسمیہ اور تحمید کی جزیئیت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی دونوں کی عدم جزیئیت پر اور وجہ ثالث تحمید کی جزیئیت اور تسمیہ کی عدم جزیئیت پر مبنی ہے۔ وین الاضاحک ما قال صاحب الفضیلة والجاه مولانا النور شاه الدیوبندی مدنی مدھباً والاکتشیوری قوطاندا فعلاً للتعارض فی شروح البخاری المسمی بفیض لبای وعلیہما ان حدیث کل امر ذی مال الاضطرب فیہ کالفاظ الواردت لاعتبارها باسم الله وبعضها بحمد الله وخال بعضهما للتعارض ووطن اختلاف الالفاظ اختلاف الحدیث والمحال ان الحدیث واحد فالعمل بالحدیث اما بصورة الجمع فیلان ذکر الله ولویلہ ما ورد فی رواية ذکر الله واما بیکم اللفظ الاول لان اول ما نزل من القرآن اقربا بسم ربك فانما سی یہ یحصل بالشروع بالعملة والاضاحک کتب رسول الله صلی الله علیہ وسلم الی الملوک وکتبه فی القضا یا بالیسلمة وراجع الفقه والعمدة للتفصیل وبالجملة فلا اثر ان علی الامام البخاری فی فتا حہ التصحیح بالتسمیة دون التحمید وقایذ کم من محل الابداع بالتحقیق فی لفظ وبالاضافی فی لفظ او العرفی فلا یجاء بولان مدخل ذلک علی تعدد الحدیث (بخلاف الروائد) فذلک لیمّا اقول اما اولاً فلا ان الامام النووی قد اکتفى فی سوره القوی قال فی شرح مسلم (انما بدع بالحمد لله الحدیث ابی هریرة رضی الله تعالی عنہ ان یسأل الله تعالی عن الله تعالی علیہ ولم قال کل امر ذی مال لا یبدع بالحمد لله فعوا قطع فی رواية بحمد الله فی رواية بحمد الله ففی رواية اجزم و فی رواية لا یبدع فیہ بذکر الله تعالی و فی رواية بسم الله الرحمن الرحیم ہر یکا کل ہذا فی کتابہ لا ریبین للحافظ عبد القادر الرہاوی بسما عنہما من جملة الشیخ ابی محمد بن عبد الرحمن بن سألہ الاشیاری عنہ وروینا فیہ ایضاً من رواية کعب بن مالک عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنہ والمشہور رواية ابی هریرة وهذا الحدیث حسن مراد ابو داؤد وابن کعب فی سننہما وروایۃ النسائی فی کتابہ حمل الیومہ واللیلۃ وروی موصلاً وموصلاً وروایۃ ابی داؤد و ابن سنا وحق جید فاقصر علی القطین بتقصیہ وکذا یجفی علی البصیر واما ثانیاً فلا ان الحدیث بسم الله ما کان واحداً واضطربت الفاظہ علی ترجمہ صلاً مضطرباً ملتبساً واضطرب سوا من مضطرب الا سناً واضطرباً ملتبساً من اقسام الضعیف فیکون هذا الحدیث ضعیفاً وقد علمت ان الامام النووی قدس سرہ القوی حسن بل قال لحافظ الشیخ ابو عمرو بن الصلاح هذا حدیث



حسن بل صحیح وقد صححه ابن حبان والیحوالہ کما فی عمدة القاری بل اعترف هذا المصنف بتخصيص ابن الصلاح حيث قال هنا ومع اضطراب كلمات حسنة الحافظ الشيخ ابو عمرو بين اصلاحهم وهذا من خلافه ففوق ضلاله ان جعل الحديث مضطربا مع تسليم كونه حسنا جمع بين المتناقضين فان المضطرب لكونه من الضعيف يكون فهو الحسن متقابلاين. ثم نسبوا الخصمين الى الحافظ على تقدير اضطراب كلماتهم كما انهم هذا لا شك اتفقا من افتراءه كيف لا وهو شين المبتدئين فضلا عن ابن الصلاح من المحدثين فانظر وايا اولى الا بقدر اعلم بالحديث لشهره وفيه في الامم من اجل بعض الجملة اطروحة كل الاطراف حتى سموها حجة حجة المحدثين والحكماء لا حول ولا قوة الا بالله. واما ثالثا فلانه متى اراد بقوله (والحال ان) الحديث واحد ان اراد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه احد الاقفاظ المذكورة لحد الرواية اختلفوا فيما بينهم فبعضهم ردوا باسم الله وبعضهم عبد الله وبعضهم عبد الرحمن الرحيم وبعضهم قالوا بحمد الله وبعضهم قالوا بذكر الله كما قال تلميذه الا علم المولوي بدرع المولى ابو بندر عنده هبة ولم يرد حتى مسكتنا فيما كتبنا الى محبينا عمدة الملة عنه من قوله (والحال ان) الحديث واحد وهذه الفاظ في المعنى واحد فيهما من تعارض كما اعترض جيب فاروق وسكتا في جيبه ثابتا بموجبه. كما ان حضرت علي بن ابي طالب وسلمت دون باقون كما امر فرمايليه. يكون جائز فليس كما هو بار رسالت احد الاقفاظ صا درهمس يكون بغير رواية ايك حديث كذا الفاظ من اختلاف كروية من يها من اختلاف هو كذا هو كذا براه راست حضرت رسالت كذا من تعارض بانه من يهتر بهو كذا من اختلاف كروية كذا اختلاف كما جاء في اور حديث كذا اصل الفاظ ان من سكوى ايك هو شاه صاحب كذا نزيك نقد وحدث كذا مضمون كذا نقد وحدث بجهت تدين كذا اصطلاح من آب هي واقف من اسر اصطلاح كذا مطابق تعارض لازم من كذا الله تعالى فبطلان من غير خفي على الطلبة كذا كذا فضل العيون العلماء الا علام ان حينئذ يكون الحديث مضطربا و بطلان قد مضى فيهما مضى ولو قطعنا النظر عما مضى فيلزمه اقامة الدليل على ما اراق قطعاً كونه مدعي الوحدة بهذا المعنى ورويه خراط القنادلن يستطيع ابداء ولا كيفية يجوز او لعل كما قال تلميذه المعلى وما قال التلميذ ان الاعتراض لا يرد على حديث الا ببتل وحقى ثبتت انه على يد فهو ان كان لا يصدر عن رجل راشد الا انه ليس من مثله بعيد. لم يرد ان المعترض سائل ولا اثبات عليه عند العاقل نعم اسنادك يدعي الوحدة فعليه الاثبات بلا ريبه ولو صح ما قلت ايها الحميم في بيان معنى وحدة الحديث الكرمي فانه بحث النسخة والمنسوخ من الاسفار ولا يبق فيها المحمل المطلق على المقيد من تدكار و غسل بحث الخاص العام المتعارضين فان لم نجد رواية فيتموها ميتا العين ان في محل جميع هذه للباحث من التعارض تقول ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه واحد من النسخة والمنسوخ وكذا من المقيد والمطلق وكذا من الخاص والعام والاخر من الناقليين النقاة لان ارجاع التعارض الى حضرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وارجاعه الى الرواية فما انظر الى اصلك هذا الا ناسخ ولا منسوخ ولا مطلق ولا مقيد



ولا خاص ولا عام وبطلانه لا يخفى على الخواص العوام فتأمل حق التأمل وهل تجترى على ان تقول مثله  
في آيات المتأخر من القرآن من ان احدهما من الله تعالى والاخرى من جبرئيل عليه السلام لا  
لان معصومين من الرسول عليه الصلوة والسلام لا لانه ايضا معصوم ان كنت تعتقد لا ايضا  
لذلك بل من الشافقين لان ارجاع التعارض اليهم اولى من ارجاعه الى الله تعالى بل الى جبرئيل  
بل الى الرسول عليه الصلوة والسلام فليبق جميع القرآن كلام الله تعالى. الله عما يصفون بل بعض  
من الرواية وهذه كلمة خبيثة انت قائلها ما لها من قرار سبق بها الرخصة الملعونة الذين زعموا  
ان بعض الاجزاء منه او السور او الايات اخرجها عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه او البعض الاخر  
من الصحابة حيث لم يقل احد منهم ان القرآن الموجود فيه بعض من الرواية تفوز بالله ومما يقوله  
العلماء وعندنا معشر اهل السنة والجماعة كما لا يمكن في القرآن زيادة حرف ونقصان كان  
الله عز وجل خبر يقوله اننا نحن نزلنا الذكر واننا نخطون والكذب في خبره تعالى نقص  
والنقص عليه تعالى محال بالذات كذلك لا يمكن التعارض بين اقول الرسول عليه الصلوة  
والسلام وما يدكرني الكتب من التعارض فليس بحسب الحقيقة بل بحسب الظاهر لعدم  
الوقوف على محاصل التنصيص كما هو في الكتب منصوص وانما انكشف الغطاء عن وجه المحال  
مما روي التنصيص معمولة بها للعامل كما لا يخفى على من يعتقد بالقلب عظيمة الرسول كما  
يحيى وهو باللسان قائل ومما امر به ابا فاقوله (فاعمل بالحديث اما بصورة تجمع فيراد  
تذكر الله ويؤيد كما مر في رواية ذكر الله) فاسد من وجهين الاول الصلابة كان واحداً  
الا لفاظ المروية في هذا الحديث لا على التعيين صلاحيته عليه الصلوة والسلام والثناء  
من الرواية عظيمة ما قال تلميذه فما التميز لفظه الكريم عليه الصلوة والسلام كيف يصلح  
لحديث العمل وبذلك تسعى الى الجمع لا يخلوا عن الزلل هل يجمع بين قول النبي قول الراوي  
ونحن لم نورد بالعمل الا بقول الرسول الهادي عليه الصلوة والسلام الغير المتناهي  
الثاني قد علم مما ذكرنا فيما سلف ان بسم الله الرحمن الرحيم والحمد كما مر في هذا  
الحديث كذلك ذكر الله ولم يخف عليه ايضا حيث قال رويده ما ورد في رواية بذكر  
الله فحينئذ هذا الجمع مع كونه باطلا كما سبق ناقص ايضا لانه يجمع بين الروايتين  
والحال ان الروايات ثلث وقائدها يجمع بين الرواية الثالثة خبط كل الخط لانه قائل  
بشكوك فيه اذ لم يتعين صدره من الرسول عليه الصلوة والسلام على ما مر من تلميذه  
الثاني بالمشكوك فيه لا شك ان قبيح بل غير صحيح - وما احاطا مسما - فما قال (وما يورج  
لفظ الاول لان اول ما نزل من القرآن اقر باسم ربك فالتاسي يحصل بالشرع بالجملة  
تجارية بعد الغواية وشناعة فوق الشناعة وذلك لانه ايقاع الترجيم بين قول الرسول قول  
الراوي واي اجزاء اشنع من هذا ولما لم يتعين ان قول الرسول عليه الصلوة والسلام هو



من بین هذا الاقفاض الثلاثة فكما يمكن بعد هذا الترجيح ان يصير قول الرسول راجحاً وقول الراوى  
مردوداً كذلك يمكن ان يصير قول الراوى راجحاً وقول الرسول مردوداً حتى خيمت اقيم من هذا  
ثم قال بعد ذلك (ودرج الفقه والعلمة بالتفصيل) ان كان المراد بالتفصيل التفصيل لهذا الجمع  
والترجيح كما هو متبادر الى الذهن فغلط محض ليس فيه ما يعتد به ولا اتركه وقد يتبادر بطلانها وبطلان  
فما مبنيان على واحدة الحديث بالمعنى المذكور وبطلانها غير خفى على الطلبة فضلاً عن صاحب الفقه و  
العلمة وان كان المراد بالتفصيل تفصيل ما ترجحه اللفظ الاول فبناء على الفاسد لان هذا الترجيح لما  
لم يكن في كلامه حكيم وجه الترجيح ولو قطعنا النظر عنه فمبنى على سوء الفهم لان صاحب الفقه  
لم يرد كراول ما نزل من القرآن في معرض الترجيح حتى يعبر الحوالة بل ادل اجاب عن الاعتراض بذلك  
افتتاح الكتاب بخطمة تنبى عن المفسرين وثانياً اجاب عن ترك الحمد والشهادة بقوله (والجواب عن  
الثاني ان الحديثين راى حديث الحمد والشهادة ليسا على شرطه بل في كل منهما ما يقال سلمنا  
صلاحهما للجمع لكن ليس فيهما ان ذلك يتعين بالنطق والكتابة معاً فله حمل وتشهد نطقاً  
عند وضع الكتاب ولم يكتب في ذلك اقتضاً راعى المصلحة لان القدر الذي يجمع الا مود الثلاثة ذكر  
الله وقد حصل بها وبودته ان اول شئ نزل من القرآن اقرأ باسم ربك فطريق التماسي به الافتتاح  
بالسنة والا اقتضاً راعىها هذا كلامه الشرف يشتمل على الجوابين عن ترك الحمد الاول قوله  
ليس فيهما الى عند وضع الكتاب وهو الجواب التاسع في كلامنا والثاني قوله ولم يكتب ذلك  
اقتضاً راعى الى وقد حصل بها وهو يرجع الى الجواب الثامن في كلامنا وان كان المراد بالتفصيل تفصيل كتب  
مرسول الله صلى الله عليه وسلم الى الملوك وكتبه في لفظاً يا فريك جذاً فلهذا الكلام على تقدير ان  
يراد بوحدة الحديث ما ذكره التلميذ اولاً وان اراد بها واحدة المضمون كما قاله التلميذ ثانياً  
فانقباضاً ياتل لان التسمية والتحميد والذكر كما متغايرة في نفسها فان التسمية وان استلزمت  
التحميد والذكر وكذلك التحميد يستلزم الذكر لكن الذكر لا يستلزم التحميد فكذا التحميد لا يستلزم  
التسمية فبتغايرها لم يتحد مضمون الروايات الثلث فصالح الحديث متعدد وان اراد بالوحدة  
معنى آخر فليجرح حتى يتكلم عليه وما قال التلميذ في آخر كلامه ان التعارض لا يلزم باعتبار  
اصطلاح المحدثين فنناش عن العجالة والا فبأي اصطلاح لزم حتى دار... ذكر التعارض  
والجواب بين الاسلاف والاختلاف وبالحجالة كلام التلميذ والاستاد لا ينبغي الانقادات  
اليه فضلاً عن الاعتماد وقد بقي خبائيا في زوايا المقام تركناه ان خوف الاطراب في الكلام  
جواب هشتم حسب بيان امام نووى حافظ الحديث شيخ عبد القادر راوى في كتاب الرجعين من  
ابن داود باسراف القاطبة بكل امير في بال لا يبدى فيه بل ذكر الله فهو اجزم يعني خبر مشا نذكره  
وذكر الى من استوفت حاصل كركه ثم ههنا كما جلت به بركت به بركت حديث تحميد من بطور اطلاق فما  
داراه عام بحمد الله من بل ذكر الله مراد به ليس بحمد الله من بل ذكر الله مراد به اوروه يشهد











عشر اوصی علی عشر اصحابہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکم ما اوتیہ ومن علی خلقی ما اوتی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکم ما اوتیہ  
صلوٰۃ ولحم بحسب حدیث التواتر ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا کہ تم کو تیس مائدہ تمام حقوق کی ہیں: پہلی اسی ہے (جنت کو دوزخ کو اور ایک فرشتہ کو) تو جنت تمام آزاروں کی ہستی پر  
دوزخ تمام آزاروں کی ہستی ہے اور فرشتہ جو میرے سر کے قریب تھا وہ تمام آزاروں کی ہستی نہیں جب میری امت کے کوئی بڑا کلمہ  
یوں کہتا ہے کہ اللہ میں کچھ سے جنت کا سوال ہوئی جنت کہتی ہے کہ اللہ اسکو میرا اندر رکھتے ہیں عطا فرما عطا دیکھنے کی ہند میری امت کے  
کے باشندوں کہتا ہے کہ اللہ کے فرشتے کو یہاں سے دوزخ کہتی ہے کہ اللہ مجھ سے اسکو یہاں عطا فرمائے اور جب کوئی مرد میری امت کے جو یہ  
سلام بھیجتا ہے تو میرے سر پر اس ہنر والا فرشتہ کہتا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے تو حضور اسکو جواب سے  
سرفراز فرماتا ہے اور جو بھی ایک مرتبہ ردو دیکھتے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس دوزخ بھیجیں گے اور جو چھ مرتبہ دوزخ بھیجے گا  
تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر سو دوزخ بھیجیں گے اور جو چھ سو دوزخ بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ہزار دوزخ بھیجیں گے اور اس کا  
بدن دوزخ سے تیس ہونے کا۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں دوزخ فرق ہے پہلا فرق یہ ہے کہ اس روایت میں سلام کا ذکر ہے دوزخ کا  
نہیں اور پہلی میں دوزخ کا ذکر ہے سلام کا نہیں پس پہلی روایت صرف دوزخ کی ثابت ہوئی اور اس روایت سے صرف سلام کی۔  
فرق یہ کہ پہلی روایت میں جو کلمہ علی قبوری وارد ہوا اس کے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی سبب کا عارفات کے بعد ہوا۔ اور اس روایت  
میں عندیہ اسی آیا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ جو سلام پیش کرے اس کی خدمت پر حیات ہی میں ہوا ہو چکا تھا اور اس نے اپنے فرشتوں  
کی انجمن میں حیات کے بیشتر حیات ہی میں شروع کر دی تھی یہ سلام فرق اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ دوزخ سلام الی دوزخ میں جنکو  
مکرمہ ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہو چکا ہو اور اس پر پیر شاہ عدل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا ذکر کرتے تھے وصلی میں دوزخ کا بیان ہوا اور تسلیم میں سلام کا بلکہ اس وقت سے اب تک امت کا یہی معمول ہے کہ حضور پر نور کے نام پاک کے  
ساتھ ذکر کرتے ہیں تو دونوں کو اچھٹے ہر حق دوزخ کو صرف دوزخ صرف سلام پر ذکر نہیں کرتے۔ اور جو دوزخ میں ایک ساتھ استعمال ہوں تو  
عرب اپنے محاورات میں ایک بول کر دونوں مراد لیا کرتے ہیں اسکی قدرے تفصیل آئندہ آیہ الیٰی جیسے ہوتے ہیں لیست الخلف میں سورہ ہما  
اور مراد ہوتی ہے لیست الخلف میں سے دونوں ہونے پہلے کیونکہ دونوں عموماً ایک ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ نظر ہر اس پہلی روایت  
میں اگرچہ دوزخ کا ذکر ہے سلام کا نہیں مگر مراد دونوں ہیں دوزخ دوسری روایت میں اگرچہ فقط سلام کا ذکر ہے دوزخ کا نہیں لیکن مراد دونوں ہیں  
المسوال۔ اس طرح فرق اٹھانا درست نہیں نہ دونوں روایتیں متعارض ہو جاسکتی کہ کلاب پہلی روایت سے مفہوم ہو گا کہ دوزخ سلام کی  
چینی فاکت بدشعور ہوگی اور اس روایت سے یہ مفہوم ہوگا کہ وفات سے بیشتر حیات میں شروع ہوگی ظاہر ہے کہ یہ دونوں خبریں ایک دوسرے سے متانی  
ہیں جو جواب حسب تصریح علماء کرام بموجب خط صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام فضائل کمالات کی عطا فرمائی گئی تھیں بلکہ عرش  
عطا کئے گئے اور آپ کے مراتب میں اتنی مافوق مافوق تھی۔ نظر ہر اس مقام میں کہ یوں عطا دیا گیا کہ بتلا آج کو یہ مرتبہ در فضیلت عطا ہوئی کہ  
ایک فرشتہ قرقر پر تھیں کہ دوزخ سلام خدمت حق میں کیا ہے تمکین کرنا ہے گا۔ اور اس عطا کی ایک خبر دی گئی تھی  
یہ خبر بیان کر کے امت کو مطلع کیا پھر آپ کے مرتبہ میں تھی پہلی اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا۔ تو آپ نے جو امت  
کو یہ خبر دی کہ اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا اور وہ متعلقہ خدمت کی انجام دہی میں فی الحال مشغول ہے اس طرح دونوں  
روایتوں کے تضاد نہیں ہے۔ اور اس جواب کے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ان ہر دو روایات میں مذکورہ فرشتہ ایک ہی ہے دونوں جیسا کہ علماء کرام  
کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر عندیہ اسی کو تقدیر مضاف پر معمول کیا جائے یعنی عندیہ اس قبوی تو دوسری روایت پہلی کے



وہ معنی پہنچا کر اور وہ سے بہتر حیات میں درود و سلام کی پیشی کا اثبات دوسری روایات سے جو گاہ جو آئندہ آئیں۔

## دوسرا طریقت

یکم روز کی کہ تا کہ ہفتہ سہ روز گزرا گیا جو کسی خدمت سے کہ میں نے کے ہدیہ دو سلام کو لکھ کر لگا ہوا رسالت میں پیش کرنا ہے یہ پیشی قبول ہوئی اور یہ حالت کو تو دل میں شامل ہو کر امام ابن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب جلیلہ میں بحال لکھا ہے اور کافی دیگر جگہ پر بھی لکھا ہے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی کو یوم کی عید علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روز افزایا ہو تو اس کو ساتھ بیچ فرستے ہیں بلکہ امامین علیہ السلام کو لکھا ہے اور ایک دن میں چار سو بڑائیاں لکھا ہے اور ایک سال میں جو چار سو کی تکمیل کر لے اور ایک سال میں چار سو کو دینا کہتا ہے اور ایک سو پانچ کے پاس جو درود و سلام لکھ کر رضی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

تیسرا طریقت یہ کہ ہفتہ عالم میں گشت کرے اور ہر دن کے متعلق یہ خدمت پڑے کہ آیت کا ہدیہ دو سلام بھیجا اور گاہ میں پیش کرے چنانچہ امام احمد و غیر میں اس کے لئے صحیح حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا رسول اللہ! آیت کریمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کوئی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللہ ملائکہ ساجدین یلقونہن افعی السلام اھ ترجمہ یہ کہ اگر کوئی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روز افزایا کہ اگر کوئی ہفتہ میری آیت کے درود و سلام کو جو تک پہنچا دے تو میں یہ طریقت میں حالت حیات ہر روز دہشت و نوں کو سامنے

چوتھا طریقت یہ کہ یوم اللہ تعالیٰ کی چار سو آیت کے جملہ اعمال میں ہوں یا غنائی اور گاہ رسالت میں پیش کرے میں ہدیہ دو سلام بھیجے اور ہر روز کو ہر روز میں چار سو آیت کے جملہ اعمال میں امام عبد اللہ ابن ابی ہاشم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کوئی

حایت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہما سے یا رسول اللہ! اگر کسی نے یوم من یوم الا و تعرض علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احمل امتہ غدا و عشیاء فی حقہم نیسیا ہم اھ ترجمہ یہ کہ اگر کوئی یوم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چار سو آیت کے جملہ اعمال

الطبی (طبی) میں جمع کثرت حاصل ہوئی اس کے وقت میں کرے تو آیت کو اپنی مخصوص علامات اور اعمال کو دیکھتا ہے سوال یوم دن بات کو کہا جائے جو زمانہ ہو تو یوم ہو گا تو اھ ترجمہ یہ کہ اگر کوئی ہفتہ میں چار سو آیت کے جملہ اعمال میں ہوں یا غنائی اور گاہ رسالت میں پیش کرے میں ہدیہ دو سلام بھیجے اور ہر روز کو ہر روز میں چار سو آیت کے جملہ اعمال میں امام عبد اللہ ابن ابی ہاشم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کوئی

روایت سے بات ثابت ہوئی ہے کہ اگر کوئی اس آیت میں لفظ "تعرض" کو بصیغہ مجہول پڑے اور لفظ "احمال" اس کا ناقص مل جائے تو عرض اعمال کی نسبت یوم کی طرف ہوتی ہے یاں تعرض کو صیغہ معروف قرار دیا جائے تو عرض کی نسبت یوم کی طرف ہو جائے گی کیونکہ اس تفسیر پر

تعرض کی طرف علی مرتبہ یوم ہو گا مگر اسکو بصیغہ معرفت پڑھا دست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر راجع اور صریح میں مطابقت نہیں ہوتی جو واجب "تعرض" میں ضمیر قابل ستروہی ہے اس کا مرجع "یوم" نہ رہے جواب "تعرض" کو بصیغہ مجہول پڑھا اس لئے دست نہیں یہ جملہ

مشتمل مغرب ہو کر کہیں کی خبر کو قائم مقام ہو اور یوم "اسم ہے اولیٰں جملہ کوئی ضمیر الیٰں مرجع اسم نفیس کی طرف راجع ہو تو مجہول پڑا کی بنا پر جملہ خبر کو عامل سے مخلو لازم آئے گا جو شرعیہ طور پر محال ہے اور ضمیر کو مقدم ماننا بھی درست نہیں کیونکہ تقدیر خلاف اصل ہو جس کو

بدون ضرورت اختیار نہیں کیا جاتا اور یہاں یہ ضرورت تعرض کو بصیغہ معروف پڑھنے سے دفع ہو جاتی ہے چونکہ "یوم" مگر نہ تحت نفی واقع ہوا اس لئے عام ہو گیا اور میں کی زبان سے اس کے عموماً کو لکھ کر دیا اور علم کی طرف ضمیر معرفت راجع کرنا درست ہے نہیں بلکہ کلام عرب میں اکثر شائع ہے کہ اس راجع میں مطابقت فوت نہیں کی باقی یہی بیات زمانہ ہو تو عرض اعمال کی نسبت اس کی جانب کی طرح درست ہوگی اس کا جواب

برائے تحقیق یہ کہ زمانہ ہو تو نہیں بلکہ وجود ہو اور استانی نہیں بلکہ دوام بھی کہ ہے احادیث کو ہمیشہ پڑھیں ان میں اور کلامیہ لسانی کو تو دل کی ہوا الفت میں گواہی دینے کے لئے سورۃ ہمدان میں فرمایا "والکون الموعود و شاهد و مشہود حضرت تہذیب شریف میں یوم و موعود کی تفسیر یوم قیامت کیساتھ وارد ہوئی اور شاہد اھل یوم بعد کا مشہود کی یوم و موعود کیساتھ جو یوم بعد شاہد















[illegible]















اور اندک کمال کی قطعاً حق ہو تو یہ ہے اور کمالوں کی تعداد ایک سو چار دس صحیفہ حضرت آدم پر اور پچاس حضرت نوح پر اور تیس حضرت  
 ابراہیم پر اور دس حضرت یونس پر اور تیس حضرت موسیٰ پر اور تیس حضرت داؤد پر اور تیس حضرت عیسیٰ پر اور قرآن کریم سرور انبیاء محبوب خدا پر  
 علیہ علیہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ پس اگر ہر سول پر کتب نازل فرمادی ہوتا تو کمالوں کی تعداد بھی آٹھ سو تیرہ ہوتی اور اگر ہر سول کے لئے  
 جدید شریعت منظور ہوتی تو لازم آئیگا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلے سول کیونکہ بعد شریعت لکھتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر  
 حامل تھے۔ کہما فی البیت اوی سالانہ قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سول ہونے کی تصریح موجود۔ ان کے حق میں ارشاد ہوا۔  
 وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا جواب علامہ سید شریف عثمانی موافق تو یہاں فرماتے ہیں کہ سول کے لئے کتاب شرط ہے اگرچہ سول پہ نازل نہ ہوئی ہو۔  
 پس ہو سکتا ہے کہ چند چھوٹوں کے پاس ایک ہی کتاب ہو جو صرف ایک سول پہ نازل ہوئی تھی۔ باقی حضرات کے پاس بھی ہی ایسی کتابیں چھل فرمایا  
 و فکر ہو سول پر کتاب کا نزل بشرط مانا جائے تو یہی تعریف بخندش نہیں ہو سکتا بلکہ ایک کتاب سے قطعاً تر نازل ہوئی ہو مسیحا سورہ فاتحہ  
 مرتبہ نازل ہوئی۔ لیکن صرف ایک سول کی جائز اسکو اسلئے مشہور کیا گیا کہ بعد ازاں نازل ہوئی تھی پس نظریہ ان تعداد کے بعد اس سے کم ہونا  
 تعریف سول پر اشتراک کمال کے مستلزم تھا۔ مگر اس پر اگرچہ علامہ اسلئے ضعیف قرار دیا کہ قرآنیت کے مقابلے میں احتمال کافی نہیں۔ بلکہ تو  
 احتمال سے گزرتا ہے بقول ہوتا تو قیضا تعریف پر ضل تھی۔ دوسری افریقہ میں اس بشیر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے بھیجی  
 ہو اور سول بشر ہی کہتا ہے عضو میں نہیں بلکہ ان کے میں بھی سول ہی ہیں اس تقدیر پر بھی سول درجہ میں عموم و خصوص مطلق ہو اور اگر سول عام  
 کہ اشتراک و ملائکہ دونوں کو شامل دینی خاص کی بشیر کہ ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ تحقیق ہے اسی فرق کی اختیار فرمایا تیسوی افریقہ سول وہ برج  
 جدید شریعت لکھتے سول درجہ میں ہو جسکو جدید شریعت مستحق ہے۔ اس تقدیر پر دونوں میں تباہی کی نسبت ہوگی لیکن یہ فرق خلاف قرآن  
 ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا حالانکہ اس فرق کی بنا پر ایک شخص سول درجہ میں ہو تو اس میں ہو سکتا  
 چونکہ افریقہ دونوں میں نسبت تساوی ہے۔ ہر سول ہی ہے اور ہر سول عربی اعتباری تقابلی ہے یعنی جن کے حق میں لفظ سول یا اگر  
 یہ کوئی اور لفظ ان کے ہم معنی فرمایا گیا وہ سول ہی ہے اور اس حیثیت سے کہ انہوں نے کلام الہی کا لفظ کو وسط اربعہ فرمایا یعنی ان کی خبری۔ نبی  
 کہلاتے ہیں مگر یہ فرق بھی درست نہیں کہ آیت وَهَآؤْ سُلَٰطٰتِیْ فَرِیْقَیْہِیْہِیْ اَکْثَرُ نَآ اَہْلَہَا بِآلِہِآ سَآءَۃٌ وَآلِہِآ سَآءَۃٌ اَکْثَرُ  
 لَعَلَّہُمْ یَعْلَمُونَ اسلئے مساوی نہیں رہتی اسلئے کہ اس آیت میں ہی کیا اسلئے لفظ ارسلنا ارشاد ہوا حالانکہ تا مبین تساوی کے  
 نزدیک اسلئے سول کو نبی سے مراد کرنے کو اسلئے ہے اور دونوں اعتباری تقابلی ہیں پس معلوم ہوا کہ دونوں میں یہ فرق کرنا بھی  
 درست نہیں (قول) کلام اور لفظ باعتبار اصل لغت حروف پہلی اور معانی میں سے ایک ایک حرف پر بھی بولے جاتے ہیں بلکہ ایک زبان  
 پر بھی خواہ مفید ہو یا غیر مفید مگر قول مفید میں مشہور ہے اور کلام مرکب میں لفظ پہلے اطلاق ہوا بعض کے نزدیک فعل اس مرکب  
 کہتے ہیں جس سے فائدہ ناممکن ہو اور کلام اس مرکب جس سے فائدہ ناممکن ہو اور بعض کے نزدیک فعل لفظ جو زبان سے نکلے خواہ  
 تام ہو یا ناقص خواہ مفید ہو یا غیر مفید قرآن پاک میں شاذ فرمایا۔ مَا یَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ اَلَّا لَدِیْہِ رَاقِبٌ عَٰتِدٌ اَوْ بَعْضُ شَیْءٍ  
 قول کا اصل استعمال مفہوم ہے باقی میں خلاف اصل کنافہ فی التوضیح اور قول صدری معنی میں بھی اتنے دووں تقدیر پر بعضی اور بعضی  
 شامل بغیر یہ اضافت الی متدیہاں پر قول سے مراد قول نفسی ہے لفظی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے زبان نہیں جس سے قول لفظی مراد ہوتا ہے

## بَابُ النُّحُو

(باب) از قبیل اسرار صدقہ ہے لہذا معنی پر سکون اور کمال عرب بھی نہیں و اما قال مولانا نور محمد کاف فی فیض المبرک من ان















مخانیات کا پرتو اسکے واپس جلوہ گر ہو گیا۔ مثنوی میر و بہیت ہر صفت خدیگہ دیگر + این دو عنصر را جمع دید اندر جگر  
 گفت باخون شہاں دادیدہ ام + گرد سلطان لایبہ گرویدہ ام + از شہاں ہم بہیت و تہیہ نبود + بہیت یار مرد ہوشم دور بود  
 رفتہ ام و در شہیہ شیر و پلنگ + رفتے من ز شہاں گردانیدہ ام + بس شدم اندر صواب کار داد + ہم چو شیر آں دم کہ باشد کفار  
 جس کہ خودم بس ز دم زخم گراں + دل قوی تر بودہ ام از دیگر اں + بے سلاح ایں مرد خضر بنویس + من بہیت اندام لڑاں ایں محض  
 بہیت حق است ایں و خلق نیست + بہیت ایں مرد صوابی نیست + حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے خود کیا  
 اگر فاروق اعظم تشریف لائے ہیں دونوں شانوں پر پانی کا مشکیزہ رکھا ہے میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کیلئے یہ زیادہ نہیں جو باور  
 کہ جو وقت چند دفعہ میرے پاس پہنچا ہوا تھا کہ آئے تو میرے نفس میں عجب پسند ہو گیا میں نے جا کا لاس طرح کس نفی کروں نہ کروہ میدانہ عجب  
 زائل ہو جائے پھر سڑانی کے مشکیزہ کو کسی انصاری طاقتوں کے مکان پہا گراں کے برتن میں ڈال دیا حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں - میں  
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا جب آپ بعزم حج مرتضیٰ سے روانہ آئے اودھت میں امراد و خلفاء کی طرح آپ کے خیمہ  
 نصیب کیا گیا راہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور برسر کسی دھت پر ڈال کر سایہ کرتے ایک زبیر بن ہریرہ و عطاء فرماتے تھے کہ ہر کس  
 زبیر بھٹ آیا اپنے فرمایا ہر گراں کے جائیں اور چالیس وقیع سے زیادہ ہجرہ مقرر کیا جائے (ایکندہ قیہ چالیس ہجرت کا تھا اور دس ہجرت کے  
 حساب سے دور وہ بارہ آئے ۹ چالی کے ہوتے ہیں) اسلئے کہ سیدنا امیر المؤمنین علیؑ سلمے ایں بازو را چ کا ہر چالیس سے زیادہ ہجرت  
 فرمایا ہذا کوئی کوئی کی تاریخ سے اس سے زیادہ ہجرت کر گیا تو وہ زیادتی بیت الملک میں اخل کرنی جائیگی جو رتوں کی صفت سے ایک ضعیفہ  
 کر عرض کیا اے امیر المؤمنین ایسا کہنا آپ کے منصب علی کے لائق نہیں ہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق قرار دیا ہے وہ اسکے لئے حلال ہے اس کا  
 کوئی حصہ عورت کے کس طرح بیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَقْبَسَتْ أَحَدَهُنَّ قِنْطَارًا أَفَلَا تَأْخُذْنَ وَاهِنَةً**  
**تَمِيماً** آپ نے فواید دریغ و اوصاف ہی اور فرمایا امر آتہ اصحابت ورجل خطا عورت تمہیک پہنچی اور مرد نے خطا کی پھر  
 ممبر ہی پر اعلان فرماؤ کہ عورت صحیح کہتی ہے میری خطی تھی جو جا ہو ہر مقرر کرو اور فرمایا **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ انْسَابٍ** افتخار من  
 عفو و ادب میری مغفرت فرما ہر انسان عمر سے زیادہ ذمہ رک ہے۔ **ابو نعیم** و غیرہ محدثین نے معتبر طریق سے روایت کیا ہے کہ  
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھتی ہیں جس کا خطبہ پڑھا ہے تھے شتا خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یا اللہ میں یتیم الجبیل یعنی اسی سے  
 پہاڑ کی آگوا حاضرین تیرے مستوجب عفو کے شتا خطبہ میں بیٹھا کسی کو کہ آپ دریافت کیا کہ تیرے آپ خطبہ فرماتے فرماتے ہیں کسی فرمائی۔  
 اصوات فرمایا کہ اسلامی لشکر کو ملک عمر میں مقام نہاؤند پڑکھا کہ ساتھ معروف جنگ ہے میں نے دیکھا کہ لفظ اسکو وہوں طریق گھر کر  
 ماننا چاہتے ہیں اس حالت کو دیکھ کر میں نے امیر لشکر کو پکار کر کہہ دیا کہ اے مدینہ پہاڑ کی آگوا یہ لشکر کو منتظر ہے کہ لشکر سے کوئی خبر کرے  
 تو تفصیلی حال دریافت ہو کہ عرصے کے بعد حضرت ساریہ کا قاصد خط لکھا آیا اس میں تحریر تھا کہ جبکہ رد و دشمن سے مقابلہ ہوا تھا خاص کر  
 جمع کے وقت میں نے باور افغانداشی یا اسلام و الجبیل کے لشکر میں پہاڑ سے مل گئے اور میں دشمن پر غلبہ حال ہوا اور دشمن کو ہزیمت ہوئی  
**سُبْحَانَ اللَّهِ** خلیفہ اسلام کی نظر مدینہ طیبہ سے نہاؤند میں لشکر کا ملاحظہ فرماتے اور یہاں سے انکار کے تو لشکر کو اپنی آواز سناتے  
 کوئی دین ہے نہ شلی خوان ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی ملائی کا صدق ہے۔ **ابو الشیمہ** نے کتاب المصنوعہ  
 میں تحریر کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو لیکے دریا شند کان مصر نے حضرت عمرو بن العاص سے حاضر ہو کر عرض کیا جو اس وقت خلافت خلافتی  
 کی جانب سے مصر کے گورنر تھے کہ اے ہمارے امیر و مالے نیل کی ایک سم ہے جب تک اسکو نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا انہوں نے دریافت  
 فرمایا وہ ہم کیلئے عرض کیا کہ اس زمین کی بارہ تاسخ ہم ایک کنواری راہ کی کو اسکے والدین سے لیکر عہدہ لباس اور نقیس زریوں سے سجھ کر دینا چاہتے











لما اعتبر فيها الغرض فخلوا اطلاق لفظ النية في جنبه تعالى لا وهم قليل افعاله بالاعتراض مع الحق فالوان افعال لتأ  
لا تعقل بالاغراض وقد مرنا تحقيقه في المقدمة وأنه لا استحالة في كون افعاله تعالى محولة بالاغراض و  
ان ما اثر عموه في ابطاله باطل نعم لما استعمل الراحة في لسان الشرع دون النية اقتصرنا في الاطلاق على ما  
ورجبه الشرع وراينا المحترزات المبرزة به في الاطلاق اولى وكذا اجتزأ عن اطلاق الغرض فيه تعالى وقد وقع  
في مقدمة مسلم وجوه التبريزي والله تعالى اعلم **قول** مع قطع النظر عن القصور في العبادات و  
ولا غماض عن القصور في التعبيرات فيه نظر من وجوه **الاول** قال اهل الحق لا يجوز تعليل افعاله تعالى  
بالاغراض وهم الاشارة والمعتزلة قالوا بوجوب التعليل الفقهاء قالوا بل هو بالجوهر والمزاج والغرض للمنفى في  
قولهم وما يكون باعتبار سبب الاقدام الفاعل على الفعل هذه المسئلة مشهورة بين الخواصم النواصب  
اقیم علیها البرهان فی کتاب کلامه واندک من کلامه المواقف وشوخته ما فید فی اثبات المذهب من  
تشديد وازاحة شكوك المخالفين وضعيفه ليتجمل لك حقيقة الحال ويتكشف لديك غشاه **قال** قال  
المعتزلة الثامن من المبريد السادس من الموقف الخامس في ان افعاله تعالى ليست معللة الزائد  
اليه ذهاب الاشارة وقالوا لا يجوز تعليل افعاله تعالى بشئ من الاغراض العلل الغائية وافهم على  
ذلك جملة الحكماء وطوائف الالهييين ومنا الفقهاء في المعتزلة وذهبوا الى وجوب تعليلها وقالت  
الفقهاء لا يجب ذلك لكن افعاله تابعة لمصالح العباد تفصيلاً واحكاماً قالوا في اثبات مذهبنا بعد ما  
بيننا من انه لا يجب شئ على الله تعالى فلا يجب حينئذ ان يكون فعله معللاً بغرض ولا يتجمل منه  
شئ فلا يفهم ان يحلوا افعاله عن الغرض بالكلية وذلك يبطل مذهب المعتزلة وسحان يبطلان  
المذهبين معاً اعني وجوب التعليل ووقوعه تفصيلاً واحكاماً لكون فعله تعالى لغرض من تحصيل  
مصلحة او دفع مضرة لكان هو ناقصاً لذاته مستكملاً بتفصيل تلك الغرض فانه لا يعطى غرض  
الفاعل الا ما هو حاصل له من علمه وذلك ورون ما استوى وجوده وعدله بالنظر الى الفاعل او  
كل وجوده مرجوحاً بالقياس اليه لا يكون بافعاله بالفعل على الفعل وسبباً لا قدماً عليه بالضرورة  
فكل ما كان غرضاً وجب ان يكون وجوده حاصله للفاعل اليقيني من علمه وهو معنى الكمال فان  
يكون الفاعل مستكملاً بوجوده ناقصاً بذاته فان قيل لا نسلم الملائمة لان الغرض قد يكون غاملاً  
الى الفاعل قيل معناه ان كونه من نقصان والاستكمال قد يكون عامداً الى غير ذلك فلا يلزم فليس يلزم  
من كونه تعالى فاعلاً لغرض ان يكون من قبيل كمال اذ ليس كل من يفعل لغرض منه شئ من قبيل الاول  
بل يلك في حقه تعالى محال لتعالیه عن التصرف في الاستفاد فحين ان يكون غرضه لاجل عبادته و  
هو الاحسان اليهم بتفصيل مصالحهم ودفع مفاسدهم ولا محل لري في ذلك قدنا نفع غيره والا احسان  
ان كان ادنى بالنسبة اليه تعالى من علمه جاءه الام لان الله تعالى يستدل حينئذ بذلك النفع  
والاحسان بما هو ادنى به واعمله وان لم يكن اولى بل كان مساوياً او مرجوحاً اليه فيكون غرضاً  
لما من العلم الضروري به في ذلك بل نقول كيف يدعى وجوب تعليل افعاله تعالى بمنافع العباد وانما

قول  
المراد  
بشئ  
الاول



ان خلوا أهل الدار في الزمان فعل الله تعالى ولا تقع فيه لهم ولا لغيرهم ضرورة. ثانيهما أي ثاني  
الوجهين ان غرض الفعل امر خارج يحصل تبعاً للفعل وبترسطة أي يكون للفعل مدخل في وجوده  
وهذا أمراً لا يتصور في افعاله ان هو تعالى فاعل لجميع الاشياء ابتداءً كما بينا فيما سلف فلا يكون  
شئ من الكائنات والحوادث وفعاله الاصادم عنه متأثير قد رتبته ابتداءً بلا واسطة لا غرضاً للفعل كخرجه  
مدخل في ابتداء وجوده بحيث لا يحصل ذلك الشئ الا به ليصير ان يكون غرضاً لذلك الفعل خاصلاً  
بتوسطه وليس حصل البعض من افعاله كقائه غرضاً الى من البعض الآخر في كمدخل شئ منها في  
وجوده لا يخرج على تقدير استنادها باسرها اليه على سواء فجعل بعضها غرضاً من بعض آخر دون عكسهما  
بحسب فلا يتصور تقليل في فعله اصلاً وايضاً اذا علمت افعاله بالاغراض فلا بد ان لا ينتهي الى ما هو  
الغرض والمقصود بنفسه ولا تسلسلت الاغراض الى ما لا غاية له ولا يكون ذلك الذي هو غرض و  
مقصود في نفسه لغرض آخر لانه خلاف ما غرض من اذا جاز ذلك بطل القول بوجود الغرض في قدر انتهى افعاله  
الى فعل لا غرض له وهو الذي كان مقصوداً في نفسه قد يقال لا يجب في الغرض كونه مغايراً للذات بل  
يكفيه التقاير لا عتري احتجوا أي المعتزلة على وجوب الغرض في فعله تعالى بان الفعل الخالي عن  
الغرض بحيث ذاته فيجب الضرورة فيجب تنزيه الله تعالى عنه لكونه علماً بالقيس واستغنائه عنه فلا  
يحتاج الى فعله من غرض يعول في غيره فبها العيب والنقص قلنا في جوابهم ان الله تعالى بالعبث ما لا غرض  
له فيه من الافعال فهو اول المسئلة المتنازع فيها المخرج من ان يصدر عنه تعالى فعل لا غرض فيه  
اصلاً وانتم تمنعونه وتعيرون عنه بالعبث فلا يجد لكم نقماً وان اردتم بالعبث امر آخر فلا بد لكم  
اولاً من تصويره في تصوير ذلك الامر الآخر حتى نفهمه وتصوره ثم لا بد ثانياً من تقريره اي بيان شئ  
ذلك المفهوم للفعل على تقدير خلوه من الغرض ثم لا بد ثالثاً من الدلالة على امتناعه اي استعمال الفعل  
المتصف بذلك المفهوم الاخر على الله سبحانه حتى يتم مطلوبكم وقد يقال في الجواب للمعتزلة ان العبث ما كان  
خالياً عن الفوائد المنافع وفعاله تعالى محكمة متقنة مشتملة على حكم ومصالح لا تخص الرجعة الى مخلوقاته  
تعالى لكنها ليست اسباباً باعثة على اقدامه وعلا مقضية لفاعليته فلا تكون اغراضاً ولا عللاً عامة  
لافعاله حتى يلزم استعماله كما بل تكون غايات ومنافع لافعاله وانما رتبة علمها فلا يلزم ان يكون  
شئ من افعاله عبثاً خالياً عن الفوائد ومآزيره من الظواهر الدالة على تقليل فعله تعالى فهو محمول  
على الغلبة والمنفعة دون الغرض في العلة الغائية وقال العلامة عبد الحكيم السيالكوفي في حاشيته لا  
على ايضاً وأي المطبوعة في المطبع المرصود اتماماً يقول بعض جمال الصوفية من ان عبادتنا لذاته  
تعالى قاصرة عن الاغراض والاعوان فقد قال الامام في كلامه انه جمل فكيف لان عدم التعليل في  
لافعال مختص بذاته تعالى الثاني انما الطالب قد علمت في الوجه الاول من نظرها فساد ما قال  
من وقوع تقليل فعله تعالى بالاغراض واكان ننقل ما من من تحقيقة في المقدمة حتى يتبين عند  
انه لم يورق القصة كظام العلماء ولم يعط حظاً من الادب فيجترى كل الاجترار ينسب للرغم الى



تحقیقاً ثم لم يسميها طيلة تحقيقها ولا يفهم ما يقول فيما تضمن نفسه صريحاً قال في المقدمة صفحة  
 (أفعاله تعالى معللة بالاعراض إما لا قد ظن قوم أن أفعاله تعالى غير معللة بالاعراض وبهذه الأغنية  
 في مقامه قلت وما ذكره فاسد لأن غاية ما وجهه به هو لزوم الاستكمال بالغير وأفعاله تعالى  
 لا تتوقف على غيره من لا تعلل به ووجه الفساد ما ذكره الشيخ ابن المصمّم رضي الله عنه في تحرير  
 الفقهاء والمحدثين أجمعوا على أن أفعاله تعالى معللة بالاعراض لا يدخل فيه الاستكمال فإن كلفنا  
 تعالى هي التي استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض فلا بد تعالى لا تخلو عن الكمال في مرتبة من  
 المراتب) وبعد ذلك كلامه لا يتعلق له بما نحن فيه ثم قال صاحب فضيل الباري في آخر الكلام (والأنسب  
 عند من لا يترك لفظ الاعراض فيقال أن أفعاله تعالى معللة بالغايات والفرق بين الغاية والغرض غير  
 خفى على السبب الله تعالى أعلم) فيما أيها الطالبون انظروا هذا الكلام هو الذي سماه التحقيق وهو الذي  
 مر به قول أهل الحق والتدقيق وضاده لا يخفى على المبدأ الصبيان فإن كنت في ريب مما قلنا فاستمعوا  
 لما شق عليكم من البيان أما أولاً فقد ذكرنا في ابتداء الوجه الأول من النظر أن أهل الحق يتقنون عن  
 أفعاله تعالى الغرض بمعنى الباعث لا قدام الفاعل على الفعل هو المستلزم للاستكمال المستحيل و  
 لا يمكن كون الغاية المترتبة على الفعل كما هو مصرح في الكلام المذكور من شرح المواقف في قوله وأخبره  
 وخططنا عليه ليحمل ذلك النظر إليه ولم يثبت بكلام الشيخ ابن المصمّم رضي الله تعالى عنه لا في  
 تعالى الغرض بالمعنى المذكور بل المفهوم من كلام الشيخ هي الغاية المترتبة حيث قال (فإن كما ليس  
 تعالى هي التي استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض) وأهل الحق لا ينكرونها وأما ثانياً فلو  
 سلم أن المفهوم من كلامه هو الغرض بالمعنى المذكور فلا يصح أن يرد بكلامه المذكور قول أهل  
 الحق كيف ولم يسم على صحة الغرض بالمعنى المذكور وليلا حتى يندفع به لزوم الاستكمال ما ذكره لا  
 يقطع عرق الأشكال كما لا يخفى على أصحاب الكمال نظر والى ما قال ولا تنظروا إلى من قال بحجج القول  
 لا يمكن في مقام الاستدلال أن كان صاحبه من أرباب العظمة والجلال سيما إذا لم يكن من قدوة هذا المصنف  
 لم يعلم أن المسئلة ليست من الفقه بل من الكلام ونحن مقلدون في رفع العقائد الملامة إلى المنصوص  
 لما تريد قد من الله تعالى سره القوي هذا على تقدير أن يكون المنسوب إلى الشيخ من كلامه وعندى  
 لا ينبغي الاعتماد على نقله وكتاب التحرير ليس عندى حتى أطابقه به وأما ثالثاً فالحجج التي يجدها في  
 تعليل أفعاله تعالى بالاعراض ثم يقول في آخر الكلام معتزلاً بالفرق بين الغرض والغاية ولا نسبها  
 أن يترك لفظ الاعراض فيقال أن أفعاله تعالى معللة بالغايات هذا هو القاهر على ما منه الغرض (إذا  
 وجه الأنسية فلا تغرض لا تخلو من أن يكون له معنى لا يليق بمجابهة تعالى أو لا ضل في الأول كيف الأنسية  
 بل عدم الجواز متعين على الثاني الغرض الغاية متساوية الأقدام في الإطلاق والتفصيل غير معقول عند  
 الخلق وعندى إن لم يثبت على هذا أهل المسئلة في التعليل كما لم يقع في التلبس والتفصيل رأى في كلام  
 الشيخ ابن أفعاله تعالى معللة بالاعراض فتفوه بما نقوه وتقول بما يكره ولم يحفظ أنه قول الفقهاء والمحدثين



الا تحقیق الا شاعرة ولما تریل سبب ولما خطر فی قلبه ان الغرض هو المباحث لا اقسام الفاعل علی الفعل وهو  
 لا یلیق بجوابه تعلیل نحاشاعده فی آخر الکلام علی ویدیه القاصی عن ان اء اطرافات وقال لا نسب ان یترک  
 لفظ الاعراض ونقال ان افعال المتعلی معللة بالغايات فتحصل بما ذکرنا ان القول بالتعلیل لیس قابلاً للتعلیل  
 لانیه یوجب الاستحکام المستحیل فلیس علی التعلیل قول اهل المذاکر وعلیه الاستحکام الثالث الوجه فی عدم  
 اطلاق النیة والعزم والقصد علی فاعله هو ان کل احد من هذه الثلاثة اسم للامرانة الحادثة وحسب  
 سببها فاعله متعل عظماء قال العلامة الشافعی قدس سره الشافعی فی رد المحتار ص ۴۰۰ النیة (وهی لغة عزم القلب  
 علی الشیء) ثم قال بعید هذا لثمة العزم والقصد والنیة اسم للامرانة الحادثة لکن العزم المتقدم علی الفعل من  
 القصد المتقدم به والنیة المتقدم به مع وجوده تحت العلم والمنوی وبهذا الظاهر ما قال فی فیض الباری  
 (والنیة قبل المصلوہ فلیست الا ان یعلم بقلبه انه ای مملوہ لیسلی فکذا لک فی الموضوع) وذلك لان النیة  
 لیست بعد امره عن العلم بل هی فعل القلب فتكون من مقولة الفعل نعم العلم بلزجها وهو من مقولة کیف  
 كما علیه المحققون واختاره الملمون قال العلامة الشافعی لان العلم من کیفیات النفس اینه كما حق فی  
 موضعه علانیه لو كانت النیة عبارة عن العلم كما تفوه به هذا یدرهم ان من علم الکفر صر کافراً لانه  
 نوى الکفر من نواة فقد کفر صرح به المحققون والکلام وان افضوا للتطویل لا یخلو عن الافادة والتفصیل  
 والله تعالی اعلم بالصواب الیه المرجع والمآب (اصرع) یعنی مردی لفظ الفاظ غریبه سے ہو کر اس میں مراد ہر فعلی حرکت  
 کے تابع ہے اختلاف مال سے جو حرکت ہمزہ پر آتی جائیگی ویسی ہی راویہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان افسر من هذا لک  
 امریہ تو میری نشان یغنیہ چونکہ حرکتی آخر سے پہلے جو حرکت ہوتی ہے اسکو حرکت بنائی گئی ہے اسلئے بطور حسیان حیوان کیا  
 حرکت ہے کہ وہ کوئی حرکت بنائی ہے جو اختلاف عامل سے مختلف ہو جوں اب میں کہا جاتا ہے کہ اصرع میں ملاء کی حرکت اور کبھی غیر  
 ہمزہ کے مراد آتا ہے اور اسکی حرکت بھی دونوں طرح آتی ہے (امراة) مرآة (جھوٹ) لغت میں معنی ترک ہے اور اصطلاح مشرب  
 میں بغیر طلب نہائے اپنی ایک طرف کو ہچکچا کر دوسرے طرف میں سلم کے پنے آئے کو کہتے ہیں حدیث میں یہی معنی مراد ہے ہمزہ کے مراد ہوتی  
 ہوتی اول حال الخوف سے حال الامان کی طرف انتقال جیسا کہ بعض صحابہ نے است اسلام میں مشرکین کے شر و فساد کے خوف سے بدش  
 کی طرف ہجرت فرمائی اور کرب سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اس قبیل سے تہی و ہم حال الحرب کذا الاسلام کی جانب انتقال عالم  
 صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مدینہ سے مدینہ کی طرف سفر ہو چکا ہے ہندوستان کی طرف دارالاسلام ہے اسلئے یہاں اگر کوئی شخص کفر  
 یا بدعتیہ مشرک کیلئے تہی و شرعی ہجرت نہ ہوگی فاحفظوہ ایھا الطالبون فان الناس غافلون (کنایا) واصل ادنی اسم التفضیل  
 کی حرکت ہے غلبہ سمیت کے باعث معنی وصفی پر باقی نہ رہا اسی لئے اسم التفضیل کے متبر طریق استعمال میں سے کسی ساتھ یہاں پر استعمال میں  
 یوحہ الف مقسودہ زائدہ غیر متصرف ہے متکلمین اس تمام مخلوق کو دیکھتے ہیں جو خدا کے پہلے وجود میں آئی خواہ قبیل فعات ہو یا افعال یا اسفا  
 کذا فی حمد القاری سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حبیب الی من ذی کبر الشاء والطیب قریق  
 عینی فی الصلوۃ یعنی تمہاری دوستی کی چیزوں سے خود تزلزل و زنجبوی محبت میں قلب میں ڈال دی گئی اور میری اکھ کی خدمت میں سے  
 لیکن یا دیکھ کہ ان چیزوں کی محبت قلب میں ڈال دی گئی انشاء تعالیٰ کہ بعض مصلح کے تحت عاضی طور پر پیدا کی گئی تو ان چیزوں کی محبت  
 عاضی ہوتی اسلئے جب بعض مصلح الہیہ اور فرمایا حق محبت قلب پاک میں ہر طرف صلی تعالیٰ ہی کی تھی اسی واسطے ارشاد فرمایا۔

بشیر القاری











الوجه في تقرير هذا الحدوث المسمى بالفيض كاشفى في الحدوث القارى ان المراد بقوله عليه السلام  
 وكل امرئ ما اقوى ولكل امرئ ثواب نيته فانتظر مقتضا ولا تصنع الى ما تقوه به شيئا اما الا فتخاربه اورد  
 من وجه اتحاد الجزاء بالتقوى على ما لا يذوق فمثله كمثل الصفر اوى وجدا السكر من افساد الذائفة  
 فحصل بقوله ان السكر في نفس الامر وهذه حقيقة عقل عنها الناس الى الان ولم يلتفت الى ما يرد عليه  
 لا ينقلب عليه اسم الفضلة والحدوث ان كان كسفة في ريب مما قلنا عليك من استحباب التحصيل فاستمعوا من اولى  
 الاخذ بالانقياس اما او لا فلا فانه استدلال على وجوب ان عين لا عمال بقوله تعالى ووجدوا ما  
 عملوا حاضرا وهو ناش من سوء انفسهم وعدم الرجوع الى التقاسير وذلك لان المراد وجدان الاعمال  
 مكتوبة في صحفهم او المراد وجدان جزاء الاعمال بتقدير المضاعف فلا يفي البيضاوى ووجدوا ما عملوا  
 حاضرا مكتوبا في الصحف ولا يظلم ربك احدا فيكتب عليه ما لم يفعل ويريد في عقاب الملائكة لعله  
 وقال الجولى بالتشعير في تفسيره ووجدوا ما عملوا في الدنيا من السيئات او جزاء ما عملوا حاضرا  
 مستطوعا عند ولا يظلم ربك احدا فيكتب ما لم يفعل من السيئات او يزيد في عقابه المستحق فيكون الظاهر  
 لعله لما قلناه لا ترى ولم يرد ههنا احد من المفسرين الى ما تقوه به هذا كيف وهم اساطير الملائكة عقلاء  
 هذا من ريب من انجنت كما لا يخفى على اولى النعم انما انما فلو سلم فلا استدلال به على وجدان عين الهمة  
 الى الله ورسوله غير صحيحة لان المراد بما عملوا السيئات كما من من تفسير الى السعور وذلك لان الآية  
 وردت في حق المجرمين حيث قال تعالى وروضع الكتاب فترى المجرمين مشفقين مما فيه وليقولون يا  
 ويلنا ما هذا الكتاب لا يفاد رصغيرة ولا كبرية الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا يظلم  
 ربك احدا ولما كان المراد بما عملوا السيئات فلا يتم الاستدلال بهذه الآية على وجدان عين الهمة  
 الى الدنيا ايضا كما لا يثبت بمعية مطلقا كما في النعم واما انما فليت شعري ما معنى وجدان  
 عين الاعمال في الآخرة هل معناه ان يصل الى الآخرة من صلى في الدنيا ويترك من ترك في الصوم من صام  
 وزجج من حج ويعتبر من اعتبر وكذلك في جميع الحسنات ويكذب في الآخرة من كذب في الدنيا ويشرب الخمر  
 من شرب والزنى من زنى ويسرق من سرق ويقامر من قامر ويلوط من لوط وكذلك في جميع  
 السيئات فيجوز ان ينقلب تاريخ الآخرة دار التكليف والصبيان ولم يقل به احد من اهل التوقيف والعرف  
 او معناه وجدان الاعمال مشككة باشكل مختلفة حسنة كانت او قبيحة كما وردت به اخبار غير  
 البرية عليه السلام والقوة قد لا تكون الاعمال افاض لا جواهر فلا تبقى الى يوم الآخر بل تحدث في وقت  
 النفس في آخر البقاء على مثال وعليه المتكلمون ثم نذكر لم يبق معنى العينية التي عليها مدار الافتخار  
 ومنها انشا الانوار على العلماء الكبار فتعوى بالله العلى الجبار واما سرايعا فافهم العلماء من ان  
 في الدنيا اعمالا وفي الآخرة ثمرات كما هو الذي نطق به الآيات القرآنية ووردت به الاحاديث النبوية  
 قال تعالى فلا تقل نفس ما انقص الله من قرعة اعين جزاء عما كانوا يعملون وقال تعالى انهم رجبوا  
 وما انهم جنة جزاء عما كانوا يكسبون وقال عليه الصلوة والسلام الدنيا من رعة الآخرة ولم يشكك عليهم



مشق التعلیم وفاق الاعمال وان كانت من تقدیرہ تعالیٰ لیکن الفعل البعد دخل مآخضا وعلیٰ هذا یقول علیہ الخیرا و فی  
الحقیقی ذال المولوی المصنوع قد من سورۃ القوی سے گزیرا شد فعل خلق اللہ میسران جیسے لوگوں و اگرچہ دوی چنان  
یکے مثال ایسی ہے کہ قریب سیارۃ تالیف الی غیرہ از اختیار بدست کمال نزل شود از لفظ ش و واندہ سے زائد زانی و یا بشر  
ہر دو جزیرۃ قریبہ فی شناس ہو کہ کس کو اس کو اس بلان قیاس - قسبۃ انکاشکال و انقول بعدم ظہور ترتیب البحرین الی  
العکسۃ قریبۃ بلا صریحہ کیف و لا اشکال عند الخیر او عند الامن الخادج اولی الا حذرہ و لعمرا لا اشکال و عند  
اعطاء قصہ القرآن و الحدیث بخیر جسمانی لکن فیما یارب فی جناب العلماء فیما یارب محمد کلا  
تخلعنا منہم و یجعلنا من المتان بین یارب حبیبک الکریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم اما خاصا ہست  
فلو سلم ان الامثال من تقدیرہ تعالیٰ و لیس لفعل البعد دخل فیہا فترتب الخیر علیہا فی الاخرۃ  
ظاہر ایضاً لا اشکال فیہ عندہم و لا عندنا لان ترتیب الخیر علی الاعمال فی الاخرۃ من فعل الحکیم ظاہر  
شائع و نحن و ہر مؤمنون بقول تعالیٰ لا یسل علیہا فعل ہر یسئلون ثم ہدم آخر ما یساہ او لا حیث نقل  
فی آخر الکلام بیانا من قطعہ و هو هذا و لیس جزاءہ فی الک عین فالتا - وقد وجد و اما یعلمون و عولوا فصا  
ما فی نقصت غزلہا من بعد قوۃ انکافا و قد یقول الخیرا فی الزوال و لا الخفاۃ الا لجناب ما البقیۃ شیعۃ منہم

بخت الخیر

## باب المعانی

(انما الاعمال بالنیات) اکثر فقہاء نے موضعاً ہے یا نیک کے کہ علیہ الخفاۃ اس تقدیر پر و علی البعد  
کے حرف بلام بشر ہوئے سے خبر ستار ہو کہ لغت میں تشریح میں ہے اور اصطلاح میں بلام بشر سبب ایک شے کو دوسری شے کے  
ساتھ مخصوص کر کے کہہ ہے شے اول کو مقصود اور شے ثانی کو مقصود علیہ کہا جاتا ہے طرق سبب و ہر عطف - ثانی و استثناء - تقدیر  
و استثناء سبب غیر فصل بقولین سند الی بلام جس تعلیق مستلزم جس فقرہ کے در قیس ہے حقیقی و ادائی فی خبر کہ کہ دو قسم قصہ و  
علی العقبۃ و قصہ و علی الموصوف و در قصہ اضافی میں قسم ہے - فقر افراد و فقر قلب - فقر قریب و التفصیل فی مقامہ حدیث میں فقر  
موصوف علی العقبۃ اضافی ہے - بحقیق اضافی قوالب الاعمال موصوف مقبول ہے - حاصل بالنیات صفت مقصود علیہ اند  
حاصل بدل و فی المیزان صفت ثانیہ جلی نسبت فقر ہے - یہ فقر اضافی فقر افراد ہے نہ فقر قلب فقر افراد اسے نہیں کہ اس میں شرط  
کہ دونوں صفت اضافی ہوں و یہ ہر حال بالنیات حاصل بالنیات حاصل بالنیات میں متاقی ہے اور فقر قلب اسے نہیں کہ اس میں حکم منکر  
کے مفسر جمالی کا اعتقاد ہو علیہ جو ہاں پایا نہیں جائے و لہذا کہ کہ اس کا اعتقاد تھا کہ قوالب علی غیر نسبت حاصل تھا ہے نسبت  
حاصل نہیں ہوتا جو کہ کرنے کے لئے فقر یا انما الاعمال بالنیات یعنی قوالب علی نسبت سے حاصل تھا ہے غیر نسبت حاصل نہیں ہو - اگرچہ  
بال ہے اس لئے کہ جب اعتقاد کیا جائے کہ غیر نسبت قوالب علی حاصل ہوتا ہے تو سلم العقل نشان سے مقصود نہیں کہ اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی ہے  
نسبت کے ساتھ قوالب علی حاصل نہیں ہوتا نسبت کوئی خبری چیز تو نہیں کہ قوالب علی کھٹکے لکھتے کہ وجہ عدم سے بہتر ہے اسی دانستہ عقل سلیم کہ  
اعتقاد ہے کہ جب دون نسبت حصول قوالب کا اعتقاد ہو تو اس کے ساتھ یہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ نسبت کے ساتھ حصول قوالب بدر و ادلی ہو جائے  
اگر نہ نسبت سے حدیث پر بلادہ ملاعت مراد ہے کہما متیق و سیاقی و مقصلاً ایسے یہ قصہ اضافی - قصہ تعین ہر محاطین کہ تو  
اعتقاد کہ قوالب الاعمال موصوف حاصل بالنیات کے ساتھ مقصود ہے یا حاصل بدل و فی المیزان کے ساتھ مستلزم علی الخیر علی الخیر







الصحيحة فلا فائدة فلا يلزم من الحكم المتردد ما إذا احتج بعلم محضته وفردان ولكن هذا الاحتمال ينفيه قوله لما  
 أنقأ المذكور في ٩ وان اذبحها النيات الصحيحة فالحكم المتردد يكون لا محتمل فيها تافها للنيات الفاسدة  
 وجب نفي بعد الاختصاص لا قول والثاني مغاير ومختلفان عبارة فالكلام عليه ما على الاول هذا وقد كلف على  
 تقدير لفظ العبارة والتمام في الحديث سيأتي في باب الحكم انشاء الله تعالى اما الوجه الثاني من الفساد فهو ان  
 قوله هذا اجنبى على سطحية الظهور وسوء الفهم اذا شخه عبد القادر قال في دلائل الايمان كل ما قلناه تستعمل في  
 القلب دون الافراد فحق الشبهة استعمالها لفصل الافراد دون التعيين وصاحبها فيمن الجارى لم يعين التطرف  
 كلامه قدس منه نفى كليهما حيث قال كما قال عبد القادر في انما وهذا هو الذي اضله عن الطريق  
 الصواب واذ لك جزاء من لم يفتح الا باب في جناب الاكمة الاولى لا لباب والله ولي التوفيق واليه المآب فافهم

## باب اليقين

والى نيا يصيبها يصيب من استعاره تصيبه لفظ متعل به معنى موضوع له وهو ان توحيده حقيقة هي وانما  
 اذبحها في قوله سائل هو متعل اگر ملازمه بآثار تشبيه هو دوم استعاره اگر ملازمه بآثار تشبيه هو مشبه به كونه استعاره  
 مشبه به مستعار له لفظ مشبه به كونه مستعار كنهه هو استعاره كنهه بآثار تشبيه هو مشبه به كونه استعاره  
 او حصول مقصود به تشبيهه لفظ يصيب مستعار به

## باب البديع

وقد كانت هجوتك علم بديع من كلام كى وجوه تحمين من بحث كى كى هو اذوجه تحمين وقوم پر ہیں اول معنی  
 دوم لفظی کسی چیز کو بجا لایا ان کے تفصیل بیان کرنا تحمین معنی پیدا کرنا بجا لایا ان کے تفصیل بعد الاجمال کہتے ہیں انشاء  
 العمل بالنیات پر یہ قصود کی حکم ہیں ایک بجا لایا کہ عمل کا ثواب نیک نیت سے وابستہ ہے دوسرا سبلی کسی عمل کا ثواب  
 نیک نیت کے بغیر نہیں ہوتا حق کانت ہجوتك الى الله ورسوله ان سے حکم کیا جی کی توضیح اور من کانت ہجوتك الى الله  
 سے حکم سبلی کی تفصیل مود ہے گدا فی عمدۃ القاری

## حدیث مذکور کے بیان فرمانے کا باعث

یہ بڑا ہے مشہور ہوا برام قیس کا واقعہ ہے ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے منہ سے یہ کہہ کر خود کو قیس بن کا نام قیلند  
 اور ام قیس اکی گئیت ہے ایک ایسے صاحب نے ان سے نکاح کرنا چاہا جن کی سکونت گاہ مکہ میں تھی اور یہ نکاح کا پیغام بھیج  
 انہوں نے فرمایا کہ جب تک ہجرت کے بند نہ ہیں تو آؤ گے پیغام منظور نہ کرے گی چنانچہ وہ متاخر بن نکاح کو حائل سے ہجرت کو مکہ و تریف  
 پہنچ گئے پھر ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہو گیا اس پر سیدھا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال ان کے  
 نیت پر محض ہے اور ہجرت کو اپنی ہی نیت کا ثواب ملتا ہے پس جس نے اللہ و رسول کا حکم بجا لایا کہ نیت ہجرت کی تو اسکی ہجرت موجب ہے







آنے والا نہ کر اس کی طرف بھی اسکو وحی کیا تھا۔ ایسے احکام اور بھی ہیں جو کل انبیائے کرم کی جانب سے نہ آئے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقام تعلیم کو کم کی خصوصیت میں نظر رکھتے ہوئے یہ حکم بتا دیا کہ امت مسلمہ کا وہ جس نے اللہ تعالیٰ سے اس میں اختیار دیا اور اس میں حاصل کر لیا وہ متعلقین اور اس بات پر مستحب ہو جائے گا کہ اپنی تعلیم کو کم سے بڑھائے۔ اپنی کے حصول کا ارادہ کریں تاکہ ثواب عمل فوت نہ ہو جائے اگر اسے مستحب الباب میں اس کے لئے حدیث کی توجہ اللہ الباب کے ساتھ مناسبت قرار ہے اور اگر آیت توجہ اللہ الباب سے خارج ہے تو یہ بیان مطابقت میں نہیں کہ اس کا حدیث کو آیت کیساتھ مناسبت ہے اور آیت کو توجہ اللہ الباب کیساتھ کھانسی کو فیما سبق تو حدیث کو توجہ اللہ الباب کیساتھ مناسبت ہوگی کہ مناسبت سبب شریعی مناسبت شریعی ہوتا ہے۔ مطابقت کیلئے قی مناسبت بھی کافی ہے۔

۵۰۰ ج میں کفار علی شہد ہیں۔

## بَابُ الْأَحْكَامِ

احکام دو قسم ہیں۔ اول وہ جو مقصور بالذات ہیں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ ان کو مقاصد کہتے ہیں۔ دوم وہ جو مقاصد ہوں جو وہ مری عبادتوں کی واسطے وسیلہ ہیں جیسے وضو غسل وغیرہ ان کو وسائل کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے دو قسموں میں سے احکام سے جو وہ ہوتا ہے کہ نیت ضروری ہے۔ بدلہ نیت اور اگر نیت شرعی مطالبہ سے قطع ہوگا مثلاً کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو اسے شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو غرض الشریعہ معتبر نہیں کہ غرض منہ کا شرعی مطالبہ کے ذمہ باقی رہا۔ اسی واسطے کہ نزدیک ایسے وضو سے نماز جائز نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس ذمہ پر حدیث اتمام الاعمال بالنیات سے استدلال فرمایا اور اہل تشیع کے استدلال کا اتمام الاعمال بالنیات میں بالنیات مقام خیر میں واقع ہے اور جائز و مجرب حجتاً نہیں اس واقع ہوں تو ان کا متعلق فعل عام ہوتا ہے۔ تا وقتیکہ خصوص پر قرینہ نہ ہو۔ لہذا فقہر عبارات اتمام الاعمال حاصلة بالنیات یا اتمام الاعمال بحصول بالنیات ہوئی۔ فقہر ان حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اعمال کا وجود نیت سے جو شرط ہے بغیر نیت نہیں ہوتا۔ اور یہ معنی درست نہیں اسلئے کہ بہت سے اعمال بغیر نیت متحقق ہو جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ عکس باعتبار اطلاق سبب علی السبب اعمال سے حکم اعمال مراد ہے۔ وہ مقصود ہے کہ اعمال کا حکم شریعی نیت کیساتھ متحقق ہوتا ہے بغیر نیت متحقق نہیں ہوتا۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول و ثانی جیسے صحت یعنی برائت و ثمرہ دوم آخری جیسے ثواب حکم کی ہر دو قسم مراد نہیں ہو سکتیں۔ اسلئے کہ عبادت کیلئے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک علم نہیں ہوتا کہ عبادت کیلئے ہر ایک قسم مراد ہوگی۔ پس ہم کہتے ہیں کہ یہاں پر حکم شریعی کی قسم اول یعنی صحت مراد ہے۔ اولیٰ ہے اسلئے کہ اعمال سے صحت نسبت ثواب قرب عبادت کے صحت اعمال پر ترجیح دیتی ہے۔ اور ثواب صحت پر ترجیح دیتی ہے۔ ثواب کو اعمال سے اولیت ہے۔ ثواب کو ایک اور صحت کو ایک اور صحت اعمال سے اولیت دیتی ہے۔ اولیٰ ہے الف لام برائے اتم۔ لہذا اعمال سے عبادت مراد نہیں کہ بہت سے عبادات مراد ہیں کہ بہت سے عبادات بغیر نیت شرعی متحقق ہیں جیسے طلاق اور نکاح۔ پس حدیث کے معنی مراد ہیں کہ ہر عبادت درجہ اول مقام خود خواہ از قبیل سائل نیت کے ساتھ متحقق ہوتی ہے بغیر نیت متحقق نہیں۔ لہذا ہر عبادت کی صحت کی واسطے نیت ضروری ہوئی۔ اقول فیہ ان نسبة عدم العموم فی العبادات الی الامام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غلط ہے۔ من نسبة کیف وقد قال فی مسلم الثبوت وشرحه فواللہ الرحمۃ من قبل فی التلویح لولیعین الخلاف فی قیوت العموم عن احد کیف ولا نزاع فی صحۃ جاء فی الامام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واما الاستدلال بالحدیث عبد السلام علی صحۃ الخلاف بوقوعہ فی نقارہ اعظم ابن ابی البقاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غلط ہے۔



بشیر القاسمی

لا یخفی ما فی تقدیر تقع احتمال مراد کلا القسمین من الحکم المذکور بدو ذلک کہ یتم الاستدلال المسطور  
 والدہ تعالیٰ اعلم بذات الصدور (۲) فقہ بواسطہ کمال اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ صحت حکام یا اس کے صرف  
 لئے وجہ مقدمہ فی جملہ شرائع علیہا خلاف سے قاضی نامہ الودیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک اس کو مقتضی کہ جس طرح  
 القہر الاعمال بالنیات کی صحت کیا ہے بالنیات کے متعلق کی تقدیر ضروری ہے کہ بغیر اسکے اجزائے حکام یعنی مسئلہ ایسا درست  
 متحقق نہیں ہو سکتے اسی طرح القہر الاعمال بالنیات کے صرف کیا ہے تقدیر واجب کہ در حکام کا وہ ہو جائیگا۔ اسلئے  
 کہ مستغرق کو ملحوظ رکھئے جسے اب یہ معنی ہوں گے کہ تمام اعمال عبادت نیت کیساتھ موجود تھے میں بغیر نیت موجود نہیں ہوتے۔  
 ظاہر ہے کہ جب یہ نیت اعمال زقیل عبارت بغیر نیت صادر تھے تھے ہیں تو حکام کو کذب سے بچانے کے لئے ضروری ہو اگر کسی مسئلہ  
 چیز کو مقدمہ مانا جائے تو نہ تصدیق حالت مشرعی حکام بیان فرماتا ہے لہذا حکم عمومی صحت یا حکم خصوصی قواب مقدمہ مانا جائیگا  
 لیکن صحت مقدمہ مانا بہتر ہے کہ نہ بہتر ذرا بہتر قریب الی تحقیق ہے کہما سبق پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ انما صحیحہ الاعمال  
 بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت کی صحت عند الشیخ نیت کے ساتھ ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں ہوتی یا تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ انما  
 الاعمال صحیحہ بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت نیت کیساتھ صحیح ہوتے ہیں۔ بغیر نیت صحیح نہیں ہوتے وھو المطلوب  
 اس دونوں تقدیر کا مفاد یہ ایک ہے مگر پہلی تقدیر اعلیٰ ہے بلکہ اولیٰ کہ نیت صحت میں اول حذف مضاف دوم نہ  
 خبر اور دوسری میں صرف حذف خبر ہے اسلئے کہ حذف مضاف اور مقام خبر میں فعل عام کا حذف دونوں کثیر التوقع ہیں اول حذف مضاف میں  
 فعل خاص کا حذف قلیل التوقع ہے۔ اور شک نہیں کہ لحاظ عزیمت کثیر التوقع کا اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

نیت کی صحت کے لئے نیت کی ضرورت ہے

نیت کی صحت کے لئے نیت کی ضرورت ہے

### شأنی استدلال کا پھل احباب

اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسئلہ کی دلیل یا نتیجہ تسلیم کر کے جواب دینے کو قول بالموحج کہتے ہیں چنانچہ مذکور  
 بالاشأنی استدلال کے جواب میں علماء احداث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے قول بالموحج اختیار فرمایا یعنی یہ تقدیر صحت استدلال کا  
 نتیجہ مسلم ہے کہ جو احکام کی صحت کیا ہے اسلئے نیت واجبہ بغیر نیت عبارت صحیح نہیں ہوتی مگر اس سے صرف استدلال لازم آیا کہ وہ جائز ہو  
 نیت عبارت ضروری مثلاً بغیر نیت وضو کیا تو وضو عبادت نہ ہوگا اسکی صحت کے لئے نیت ضروری تھی جو وضو صورت میں معتود ہے  
 لیکن نزاع اس میں نہیں کہ بغیر نیت وضو عبادت نہ ہوگا یا نہیں ہمارا شواہد کی طرح احناف بھی قائل ہیں کہ وضو کے بغیر نیت عبارت نہیں  
 نزاع تو اس میں تو کہ نیت وضو نماز کے لئے وسیلہ بن سکتا ہے یا نہیں یعنی اس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حدیث مذکور جواز اور عدم جواز  
 دونوں سے ساکت ہے۔ شوافع عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف جواز کے اسلئے کہ وضو نماز کیلئے شرط ہے اور شرط لازم مقبول نہیں ہوتی  
 بلکہ اسکی تفصیل کے واسطے وسیلہ ہوتی ہے تو میں طرح بھی حاصل ہوگی وسیلہ بن جائیگی پس متر عبادت کے لئے شرط نماز کی طرح وضو بھی جائز  
 کہ جیسے آنگے وسیلہ میں نیت کی عیناً نہیں لیکن یہی وضو کے وسیلہ ہونے میں نیت کی ضرورت نہیں۔ لہذا وضو نیت کے لئے بھی لازم  
 ہو جائیگی۔ حکم القبول فی سائر الوسائل الا التمسیم فاذا خص متصفاً بالدلیل۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جواز نماز کے واسطے  
 وضو عبادت ہے شرط ہے اور بغیر نیت جیسے وضو عبادت نہ ہو تو اس سے نماز بھی جائز نہ ہوگی کہ اذا افادت الشروط فان المشروط  
 تو جواب میں کہا جائے گا کہ مذکور واجب ہے کہ اسے اس معنی پر تسلیم قائم کرے کہ جواز نماز کیلئے وضو عبادت شرط ہے بغیر نیت قبولی  
 ممنوع نہیں ہو سکتا۔ ولین یقیمہ آید



## مفہوم حدیث امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

الاعمال بالنیات بالنیات میں اعمال پر بالغ لام برائے استراق ہے تو اعمال عام ہوا کہ قلب کا ایک افعال انقباض و انقباض  
 انقباض انقباض ترک عملیات چلے باعدات جبکہ سب میں غل ہیں جمادات پر مقتدر نہیں جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔  
 وہنا استراق باقی نہ رہ گیا۔ بالنیات میں نیات جمع نیت کہ ہے اور نیت کے لغوی معنی دل کا پختہ ارادہ اور شرعی معنی ارادہ طاعت  
 کما سبق یہاں پر شرعی معنی مراد ہیں لغوی مراد نہیں بخیر و بوجہ۔ اولاً اس کے لغوی معنی مراد لینے پر کلام منصب کے کہ غایت ہوا  
 کہ منصب نیت شرعی کا میدان فرمان ہے اور اس تقدیر پر کلام سے شرعی حکم مفہوم نہ ہوگا کیونکہ معنی یہ ہونے کا حال ارادہ قلب کے ساتھ  
 جوتے ہیں بغیر ارادہ حال نہیں کہ تعلق ہوتا ہے کہ اس کوئی حکم شرعی نہیں تو لغوی یا لغوی کے تحت تو انہی ارادہ طاعت پر موقوف ہیں۔  
 ثانیاً اس لئے کہ لغوی میں جب لغوی و شرعی دونوں معنی کا احتمال ہو تو شرعی معنی کا ارادہ مستحب ہو تا ہے خصوصاً جبکہ شرعی معنی کے مراد  
 ہونے پر قرینہ بھی ہوا سوت تو ان کا مراد ہونا ممکن ہے کما یقین فی الاصول اور یہاں پر فی حق کانت جھوٹے الی اللہ و رسولہ معنی  
 شرعی کے مراد ہونے پر قرینہ ہے کہ جھوٹ الی اللہ و رسولہ کے معنی ہی وہ ہجرت ہیں جیسا کہ رسول کے لئے معنی اللہ و طاعت کے ساتھ  
 ہوا اور یہ افعال افعال بالنیات پر متعلق ہے اور متعلق ہونا اسی وقت درست ہوگا جبکہ اس میں نیت سے شرعی معنی ارادہ طاعت مراد  
 ہوں۔ ثالثاً اس لئے کہ شوافع کے نزدیک بھی اس کلام کے صادق ہونے کے لئے تاویل واجب تھا لکن لغوی معنی مراد ہونے کے لغوی پر تاویل کی  
 احتیاج نہیں تھی کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ افعال عبادت ارادہ سے موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ موجود نہیں لہذا ظاہر ہے کہ  
 اس کلام کے مصدق ہر کوئی شک نہ نہیں تو یہ جانب قبل میں تقدیر صحیحہ یا مقام غیر میں تسلط خاص کر تقدیر ضرورت ہے لیکن وہ  
 یوں ہم ضرورت کے قائل ہیں ہر علم ہر دکان کے نزدیک بھی نیات سے شرعی معنی مراد ہیں لغوی معنی مراد نہیں جب تک ثابت ہوا کہ نیات  
 سے شرعی معنی مراد ہیں تو یقیناً یہ افعال من الشیء ہوگا کہ یہ کلام متروک الظاہر واجب القبول ہے کیونکہ اگر اس کے معنی یہ ہونے  
 کہ تمام افعال ارادہ طاعت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ طاعت موجود نہیں ہوتے اور یہ معنی صادق نہیں اس لئے کہ جسے دن رات کثرت  
 ایسا حال صادر ہوتا رہتا ہے جن کے ہر لمحہ وقت ارادہ طاعت نہیں ہوتا مثلاً نشست برخاست رونا و گھٹنا خواب و بیداری۔  
 خود دلوش۔ نوشت و خواند تعلیم و تعلم۔ وضو غسل وغیرہ تمام غیر منضج اعمال اگرچہ ارادے سے صادر ہوتے ہیں افعال اختیاری ہیں مگر وقت  
 یہ اوقات ہائے قلب میں پیدا وہ نہیں ہوتا کہ ہم ان افعال کو مولیٰ کی تعمیل میں یا مجبوراً علیہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی اتباع میں کیا ہے میں  
 حالانکہ ارادہ طاعت کا مفہوم یہی ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ معنی صادق نہیں تو کلام کو ان حقیقی معنی پر برقرار رکھنے سے نبوی کلام کا کلام لازم ہوگا جو حال ہے  
 اس لئے کہ قرآن و تفسیر میں اللہ تعالیٰ ان افعال کو مولیٰ کی تعمیل میں یا مجبوراً علیہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی اتباع میں کیا ہے میں  
 ان کے کمال کو میں تاکہ نبوی مراد نہ تکلف ہو۔ چونکہ منصب مذمت شرعی حکم بیان فرمان ہے اور حکم شرعی دو قسم ہے اول لغوی جسے محکم لغوی  
 جسے ثواب یا سزا نام حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہر لغوی مراد نہیں لغوی مراد نہیں کلام میں ہوا یا لغوی ہے تقدیر عبارت یہ ہے  
 انما ثواب الاعمال بالنیات بالنیات اولاً اس لئے کہ تقدیر صحت مراد ہونے پر لازم کہ وہ ہجرت فاسدہ ضرورت ہوا حصول ثواب یا عقاب  
 انکار کے ارادے سے کہ کوئی فعلی لیکن وہ فاسد نہیں اس لئے کہ اگر فاسد ہو تو اشراف اشیاء محبوب کہ اس لئے اللہ تعالیٰ علیہ السلام تجرید ہجرت کا حکم نہ  
 لاس لئے میں ہجرت فرض مقرر لیکن تجرید ہجرت کا حکم نہیں فرمایا تو معلوم ہو کہ وہ ہجرت فاسدہ مذمت نہیں ہوتی لیکن بت ہجرت کا تقدیر درست  
 مراد نہیں جبکہ نبوی حکم صحت کہ لغوی ہو مگر تو اشراف حکم ثواب ثابت ہوا و ہوا اطلال۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیر ثواب یا عقاب ہے جو کہ







ما اتصل به ان الثواب منوط بالنية اتفاقاً بيننا وبينه فلا بد ان يثبت الثواب او يثبت ما يشي به ثبوت الثواب نحو حكم  
 الاعمال بالنيات فان قدر الثواب قطاً هوانه كالألوة للحدوث المذكور على اشتراط النية لصحة العبادات بل  
 اعتبارها على اشتراطها في حصول الثواب هي خلاف ما اراد الله تعالى في قوله لا تأكلوا مما اكلوا من ثمره حتى  
 اذ ذره وان قدر الحكم فهو نوعان من الثواب والآخرى كالثواب الاخرى من غير ان يكون من المذكور في الجماع  
 بيننا وبينه فلو قيل حكم الاعمال بالنيات ويراد به الثواب صدق الكلام من غير ضرورة الى ان يحصل  
 الحكم على العموم ويجعل شاملاً للصحة فلا يحصل على المحذور لا عملان ما ثبت بالضرورة في تقدير الضرورة  
 ولا احتياج الى حذف الثواب وما يلزمه افتراض عدم استقامة ظاهر الحديث المقصود من وجوب الاعمال  
 ببلد النية فلهذا قد دفع ذلك بالادلة الثابتة لا يرد عليه هذا فيما لم يجزى على كلامنا من ان  
 من لم يكن عندنا هذه الفهم السليم واما ثانياً فلان القول بكون ثواب الثواب غير صحيح جزاً كما  
 قد اقمنا البرهان على وجوبه فيما سبق وما اورد عليه من انه يورى الى تخصيصه في الحديث في قوله  
 بل لا تخص من كان الف مرقاة متداخلة فيه فان التخصيص في كثير من العبادات حتى قيل ما من عمل  
 وقد خص منه البعض واستثنوا منه قوله تعالى والله بكل شيء عليم فليما يفر من التخصيص نعم لو لم يكن  
 اليه داعية كان من مرقاة مطروحة ولو وقع قراره مقبولا محمولا وقد بينا الداعية وهي ان المبدأ بتبني  
 في الحديث معناها الشرعي لا اللغوي وانما ناله بدلالة وجوبه فلا يعيد لها واما ثانياً فلان القول بدخول  
 المعاصي في الاعمال ويدكرها صراحة في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فمن كانت هجرته لله باطلاً فانه  
 لها ارباب بالنية معناها الشرعي اعني ارباب الطاعة فلا بد من ثبوت الثواب لها ذكرنا فظهور ان المعاصي  
 فغيره في الاعمال فان المعاصي لا يثاب عليها فالاعمال في الحديث مقصودا على غير المعاصي  
 كقولهم المقتدر القاري من الاخذ بالكلف ومن القول والفعل من العبادات والعادة كما قال الشيخ عبد  
 المحقق الذهلي قدس سره القوي في شجرة المعاصي وقد صرح القاطع الكروية في باب النية وقوله  
 صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنيات في مرقبة الاجمال وقوله صلى الله تعالى عليه وآله  
 وسلم فمن كانت هجرته الى غير مرقبة التفصيل مما لم يكن في الاجمال لا ينطوي عليه التفصيل فالمعاصي  
 اذا لم تدخل في الاجمال فكيف تذكر في التفصيل فضلاً عن التصريح لا يخفى ان القول بصراحة ذكر  
 المعاصي في اجزاء الحديث كما صدر عن هذا العلامة فهو كما ينبغي عن الزيادة بصيرته في الحديث كذلك  
 ينبغي عن كونه الصريح من قاء اليه اتمه واما ما راجع الى التخصيص بغير المعاصي لا يحصى في صورته على  
 ما استلزمه من التقدير في الحديث ايضا حيث قال في مثل قولهم الحديث لما كان عاماً عندنا فينبغي ان  
 يكون التقدير ايضا كذلك كما انما العبرة والبركة والشمرة والحسبة فمعناه تمام الاعمال وذلك انما هو  
 وحسبها بالنيات ليست اريد من العبرة والحسبة الفقهية بل لا يرجع الكلام الى موضوعه بالنقص بل الى  
 عليه حيث قرره صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنيات في لفظ العبرة بالنيات اتمه واسواها من  
 بالانفاظ التي قد على اعتناء جانب المواثيق وعدم البطلان بجانب المخالف ولهذا الاتفاق كما ذكرناه







غير صحيحة عند الفقهاء لم تكن غير مستقطقة للقضاء وانت تعلم ان الصحة بهذا المعنيين لا تستلزم الشواهد حتى يلزم  
 من انتفاء الشواهد في العبادات بطلانها لان انتفاء اللازم يستلزم انتفاء المعلوم والتقدير ان المدة تكونان  
 يتحدان ولا يتحدان كيف وقد ثبت ان الشواهد هي الصواب لان التزمه اولها كالياب واما ما كان سافلا من الادلة على السادة  
 الشافعية من انهم انحصروا على تقدير الصحة فقد مضى الجواب عنه فيما مضى فلا يطيل الكلام بذكره من غيري قد علمت كذا  
 فمن الموت وفي الموت وقع حيث بالغ في الاكثار على الذين اختاروا التحصيل اليه رجع واما ما سافلا من  
 الوجه الثاني من ان يرد على الشواهد مصير منه الى الاعتراض بغيره من المعاصي عن الاعمال كما اعترض به عليه  
 فمستلزمات من وقد فرغنا من ابطالها ايضا فيما سلف فلا تكمن من الغافلين والجواب عنه هو الجواب نفسه  
 فاحفظه ان كنت من المحصلين واما اذا ما افاد القول ببيان الصحة المفسر في كلامه على كل ما فيه جهتا  
 من الحجة والشواهد كسبها كسب ما ان من بعيد لان البيع وعذرة من المعاملات فيه جهتان من الحجة  
 والمحرمة فان قد يكون حلالا وقد يكون حراما قال تعالى احل الله البيع وحرم الربوا مع ان التفسير المسمى  
 للصحة لا يجري عليه فانه تفسير للصحة في العبادات والبيع من المعاملات والصحة في المعاملات عباد  
 عن كون العقد سببا لترتب ثمراته المطلوبة عليه شرعا كالبيع للمالك والصحة ان تغاير ان لتغاير  
 هو صوفيها فكيف تجرى احدهما على ما تجرى عليه الاخرى واما ما سافلا من ان اراد بقوله اما  
 النوام قطعاً والحلال قطعاً حل البراءة المكن فيه اوجه المحرمة والحجة كما يرشدك اليه المعنى  
 بما قبله او كانت حرمة او حلاله ثابتة بالدليل القطعي كما يتبادر الى ذهن من لفظة قطعاً ان  
 الاول فبعض الامثلة المذكورة للحرام قطعاً بهذا المعنى من القتل والزنا والسرقة بالاطلاق غير منطبق  
 عليه اذا القتل قصاصاً وحلالاً وكذا الزنا المأثراً ليس بحرام قطعاً لان له خطاً من المحلة في حالة الاكراه  
 فلم يقتصر على جهة واحدة من المحرمة والحلة بل كل واحد منهما في وجهين ظاهرين حراماً بهذا المعنى  
 وان اراد الثاني فالقول بعدم اطلاق الصحة المفسر في كلامه على الحلال بهذا المعنى غير صحيح لانه  
 الصلوة ثبتت حلتها بالدليل القطعي فهي حلال قطعاً وقد اختلف ذلك الصحة اليها فيقال صلى الله  
 اذا استجمعت الشروط والاركان بحيث يسقط الفرض عن الذممة وفي هذا المقام كلام بعد واما ما سافلا  
 فلا نام مع قطع النظر عن عدم تمامية استدلال المشافعية الشافعية كما اوضحنا فيما سلف فنقول ان  
 الطلوة عليهم صينية على العقلة عن لفاظ الحديث فان لفظة صينية لا تقع فيه حتى يتوجه عليهم انهم  
 يأخذونها الاصل لا حجتهم لفظ الحديث على مصطلحات الفنون فليس قد رد الصحة لعدم استقامة  
 ظاهر الحديث بل دليل قضاة عندهم وليس ذلك من قبيل الحمل لو سلم فنقول للمعنى المذكور للصحة  
 شرعي والفاظ محمولة على معانيها الشرعية في كلام الشارع عند الجمهور رايهم ان قرينة على خلافها  
 كما او ما نال اليه في بيان مفهوم الحديث عند الامام الا عظم رضى الله تعالى عنه والالزام حمل الصلوة  
 والركوة والصوم والحج في النصوص على معانيها اللغوية وهو فاسد قطعاً وهذه المسئلة مصدرة في كتب  
 الاصول من محقق المشتهي الاصول للامام ابن الحاجب شرحه للقاضي عضد الملة والدين في مسلم الثبوت



للعامة محبة الله البهاري رحمة الله تعالى عليهم وعليما معهم وبهم اجمعين قتلك عشرة كراهة  
 على هفواته التي يوردتها على ائمة الذين من الاذخاف والشافعيين يفتين بها مبلغ علمه بالحدیث  
 عند الظالمين في ايتها المحصولون عضوا عليها بالنواجيد كيلا يغويكم الغاوون وقنلوا  
 فيها ولا تظن العوفا بالاستعجال اعرفوا الرجال بالحق لا الحق بالرجال وانزلوا غشاة التقليد عن  
 انصاركم تحصيل الحق واليقين هذا الصبي لكم ان كنتم تحبون الناصحين والحمد لله رب العالمين فبقي  
 الله تعالى على حبيبه وآل وصحبه اجمعين اوله حان لنا الانفا عجماء وعد ذلك في الدرر من المعاني من  
 تقريرنا المحي بالفيض الاشرقي ولا يتجاوز ذكره عن النفع الجلي بفضل الله القوي الخي.

### “الفيض الاشرقي في الحديث الفاروقي”

اقول وبالله التوفيق الاعمال اجمع عمل فيه عموم من وجوه الاول من حيث انه ليسهل الفعل الاختياري  
 وغيره والثاني من حيث انه يعم العبادة والمعصية والثالث من حيث انه يفتا في الطاعات والمباحات والرابع من  
 حيث انه ينظم فعل القلب والجوارح كلها وكذلك النيات جميع نية وهي لغة صيرارة عن الارادة المجردة  
 بخلافه كما في رتبة المختار فيها ايضا عموم من حيث انها شاملة لنية الطاعة والمعصية والنية المتعلقة  
 بغيرها من الاعراض المباحة والباطل والصاق كما هو المتعارف على الاعمال والنيات للجنس والاستغراق  
 ان لا عهد لقطعة انما التقصير فان القصير ونقول تعريف المسند اليه لقصوره على المسند وانما انقش هذا  
 على صحيفه خاطرك فنقول ان قيل انما الاعمال بالنيات في النظر الى ما ذكرنا يكون حاصل المعنى جنس  
 الاعمال مقصور على جنس الارادة المذكورة وقصر الجنس لا يكون الا بقصر جميع افراده فمعنى الكلام  
 ان جميع الاعمال مقصور على جنس الارادة المذكورة يعني لا يوجد له كما يوجد في الفعل المختار الاختياري  
 لانه لا يصدر بالارادة فارفع العموم اهل وحينئذ يكون مفاد الكلام ان جميع الاعمال الاختيارية  
 لا يوجد له كجنس الارادة المذكورة ولا اطلاع على مثله لا يناسب منصبه لمقتضى فلا بد من المصير الى  
 العجائز وهو ان يراد بالشيء حكمه فاطلق الاعمال اريد حكمها والحكم يتناول الاخرى والديونى والاخرى  
 يشمل الثواب العقاب الكلام الا في قرينة على الثواب كما لا يخفى على اولى الالباب ايضا فهو مراد بكلامنا  
 فلا يعم الحكم لان ما ثبت بالضرورة فيقدر بقدر الضرورة والضرورة انما تستلزم الارادة الثواب حينئذ  
 صار المعنى ثواب جميع الاعمال لا يوجد له بالارادة المذكورة والمعاصي لا يثاب عليها فمن حيث من الاعمال ارفع  
 العموم الثاني وفي العموم الثالث والثابع في الاعمال وظاهر ان ثواب الاعمال لا يحصل بالارادة المعصية و  
 لا بالارادة المتعلقة بغير الطاعة والمعصية من الاعراض المباحة والاعمال اختياري هذا الكلام فارفع العموم  
 من النيات صرح في الكلام ان ثواب جميع الاعمال لا يوجد له بالارادة الطاعة والنية حصل يثاب عليه واخلة

بشرح  
 جديت  
 انما الاعمال  
 بالافعال  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي  
 بغير قولي

له تسبيل سيدنا ومريدنا اشرافنا المشهور الشيخ ابو محمد السيد علي بن الحسين بن ابي طالب في هذا الفيض الاشرقي  
 والحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين سيدنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب في هذا الفيض الاشرقي



في الأعمال بالنظر إلى مجموع الأربع فلو قد ثوابها على نية أخرى ولا أخرى أيضاً عمل يتقارب عليه واحدة في الأعمال  
بالنظر إلى مجموع الأربع فلا بد لها من نية واحدة وعلم جزئياً لما يمكن تحصيل ثوابها لأحد من المكلفين فإن ثواب النية  
الواحدة على هذا التقدير لا يحصل إلا بوجود النيات الغير المتناهية السابقة عليها وهو صريح البطلان لحدوث  
العالم بقصده وقضيضه والثاني باطل لأن الله تعالى لا يكلف نفساً أثراً وسعياً فالمقدح كذلك فيجب إخراج نية  
الطاعة من الأعمال فلا يكون فلو لم يفهم الفقرة النبوية أن الأعمال عبادات كانت أو سياحات وأعمال الجوارح  
كانت أو أفعال المكشوب ماعد النيات ثواب جميعها لا يحصل إلا بإرادة الطاعة هذا ما عليه الأسلاف وأما هذا  
النية لا خلاف ولما خرجت نية الطاعة من الأعمال لم يبق ذكرها من أشكال فهذا فيما نلا إلى حكمه المصطفى  
عليه وآله التحية والثناء بقوله ولما الأمر ما نؤتي ههنا أيضاً لا بد من التقدير لعمدة المصنف في هذا أن النظر في  
أفيد يدل على أن الثواب أريد كما لا يخفى على من التمس السم وهو شهيد فصار مفاد هذا الجملة النبوية أن لكل  
أمر ثواب النية والتقديم لا ذاة القصر بل مزية والنية ورون العمل من ثمة من حيث أنها تكتب حسنة واحدة  
وهو يكتب عشر وأما كان ثواب المقصود مختصاً بالآسان فتواب الأفضل الأولى بالاختصاص عند الوجدان  
فهذه الجملة النبوية على صاحبها ألف الف تحية كما يستفاد منها حكم النية ومن يستحقه بالتوضيح كذلك  
يستفاد منها من يتحقق ثواب العمل بالتلوذ فلهذا يقال لها عليه وعلى آلها تحية والثناء هذا على تقدير كون ما  
مصلحة مزية وهو الحد بحد بل لا احتياج فيه إلى حذف الضمير وإن أخذتها اسم الموصول فلا تربية الشا  
لما القول الملاح في كل أمر للاستحقاق وتقدر الثواب يدل عليه السياق فصالح المعنى أن ثواب الأعمال  
مستحق لمن ينوبها من العمال فالجملة الأولى مبينة ككلمها والثانية ورجعت لبيان تحقيقها وعلى هذا  
التقدير يقع حكم نية الأعمال لم يطر عليه هذا المقال ولذا لم يكن موضعاً عند المبال وبما ذكرنا أنظر  
أن قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إنما الأعمال بالنيات يشتمل على بيان الحكمين أحدهما ثبوت الثواب بالنية و  
هذا التصريح والثاني استغناء هذا بالثبوت مستفاد من المحرر لا بد من أن الحكمين كليان وبعد الغرض عن بيانهما  
فرع على كل واحد من ثمة ما خرج شيئاً فاستخدم في التفرع الحكم المصريح بمرورية التصريح فقال فمن كانت هجرته إلى الله و  
رسوله فحجته إلى الله ورسوله وأخر الحكم الآخر لا يخطأ مرية فقال ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى  
أمرأة أو بنكهة فحجته إلى ماها جوارحه وهذا التفرع يظهر لأرباب الذين الجملة الثلاث كما لا يخفى و  
الحمد لله على ذلك والحمد لله العقبى وصلى الله تعالى على جيبه المصطفى وآله وصحبه المحبب

## السُّؤَالُ وَالْجَوَابَاتُ

سؤال (١) إنما الأعمال بالنيات كعبه ولكن الأمر ما نؤتي غير طاعة من تكرار لازم أني منها سلكه كبر تحقيق اختلاف بين  
جمعة كمن يرى أن كل عمل كالتوبة لا يتبدل بكونه أو لا يتبدل كمن يرى أن نية كالتوبة ما هي جملة  
نية بمعنى كل قلب هو كمن يرى أن كل عمل كالتوبة لا يتبدل بكونه أو لا يتبدل كمن يرى أن نية كالتوبة ما هي جملة  
حتى كمن يرى أن كل عمل كالتوبة لا يتبدل بكونه أو لا يتبدل كمن يرى أن نية كالتوبة ما هي جملة











حدیث میں مراد ہیں۔ اور دنیا باری معنی اموات کو بھی شامل ہے پھر اسکو طبع کیوں ذکر فرمایا جواب لفظ دنیا حدیث میں مذکور واقع ہے اور  
 مذکورہ کائنات میں عام ہونا لازم نہیں لہذا اموات کو شامل ہونا ضروری نہوا۔ اسبوسطے علیحدہ ذکر فرمایا سوال مذکورہ سیاق شروع میں عام  
 ہوا کرتا ہے اور یہاں سیاق شرط میں واقع ہے لہذا عام ہونا اموات کو شامل پھر علیحدہ کیوں ذکر فرمایا جواب علیحدہ ذکر فرمانا بڑے اہتمام  
 ہے اور اہتمام سے مقصود زیادتی تخریب کے لئے زیادہ بڑا بھتہ ہونا اسبوسطے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ علی کذا میں موش  
 تخریب لایستہ یعنی پھر اور اس کے بعد تخریب نہ ہونا نیز علیحدہ ذکر فرمانا اسلئے ہو کہ اس حدیث کا سبب روود واقعہ مکمل ہے جسکی تفصیل عمرہ کی  
 سوال پہلی تفسیر کی طرح دوسری تفسیر کے جملہ شرط کی جزائیں اور اموات کا اعادہ کیوں نہیں فرمایا جواب تاکیر ظاہر ہو کہ ان سے  
 اور اس مطلب سے کہ یہ کہہ مولیٰ تعالیٰ سے زندہ ہونا نقل کرنی میرا سلسلے بہ ضرورت انکی یاد رہا نہاں پر آنا پسند نہیں سوال اعمال اور  
 نیات دونوں جمع قلت ہی اور جمع قلت کا اطلاق دشمن سے زیادہ پر نہیں ہوتا۔ لہذا یہ حکم تمام مکلفین کے اعمال سے منقطع نہوا بلکہ ایک  
 مکلف کے علاوہ اہل سے بھی اسکو تعلق نہیں کہ ایک تکلف کے اعمال میں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں جواب نیات جمع موش سالہا اور یہ  
 جب معترف باللام ہوتا جمع قلت ہے مذکورہ کثرت علاوہ ازیر حال دنیا نیات پر اہل لام استغراقی داخل ہوا سلسلے میں قلت مذکور ہے۔  
 سوال نام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۷۱ اذ لا عمل بالنیات کو اس مقام کے علاوہ چھ مقامات پر الفاظ مختلفہ بیان فرمایا  
 ہے کہ کتاب لایقان کے باب ما جاء ان لا عمل بالنیة میں ہے شیخ عبد اللہ بن مسعود تھنبی سے اور کتاب الفتن  
 کے باب الخطاء والفسیان فی العاقبة میں ہے شیخ محمد بن کنیرہ سے اسے سند یوں ہے اس کے باب تھنبی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم اصحاب الی المدینۃ میں ہے شیخ مسعود سے اور کتاب النکاح کے باب میں ہاجرا وحمل خیر الذریعہ اموات فلیہ ما  
 فوی میں ہے شیخ یحییٰ بن قزعة سے اور کتاب لایقان والذکر کے باب لایقان فی الایمان میں ہے شیخ قتیبہ بن سعید  
 اور کتاب الجہل کے پہلے باب میں ہے شیخ ابوالنعمان محمد بن الفضل سے ان تمام روایات میں قن کانت ہجرتہ الی اللہ رسول  
 ہجرتہ الی اللہ رسولہ موجود ہے مگر اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ اس روایت کا انشاء امام بخاری  
 علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی حدیث کی راوی نے اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو اس مصلحت سے اور اگر کسی دوسرے راوی سے ہوتا امام بخاری  
 علیہ الرحمۃ نے مختصر روایت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ یقین نہیں کہ اختصار کی جانب سے ہے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی جانب سے  
 ہے کہ اس سے ان کا مقصد اپنے مسلک کی طرف اشارہ کرنا کہ حدیث میں ہی اختصار ہے جس طرح کہ اول آخر میں ہوا ہے اور اگر مختصراً  
 ہے کہ راوی سے صادر ہوا ہے تو ابتدا میں اس مختصر روایت کے پیش کرنے سے ایک خاص نکتہ کا ذادہ طور پر جو یہ کہ اس مختصر روایت کے ترغیب الی  
 کے ساتھ ایک مختصر ماسبت حاصل ہو تو دوسری روایات میں موجود نہیں کہ اس مختصر روایت کو اپنے شیخ قتیبہ سے نقل فرمایا ہو مگر میں امام  
 بخاری کی ابتدا میں کہ مختصر میں ہی قن بکانت دیگر مشین مذکور کہ ان میں ایک بھی مٹی نہیں یا اعتبار نقل ہی مدنی علیحدہ ذکر فرمانا حال ہے  
 ظہور ان سی یا بیہ فی ولایت السید علی فرمائی جس کی سند میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے مافی شیخ صدق بن علی امام الکاتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
 رحمۃ اللہ علیہ۔ وما قال فی مختصر البخاری من ان (مختصر الجواب ان الجملة الاولى المحذوفة تشریح القریبۃ المحضۃ والمحدولة  
 المذكورة تحت الترتیب فلما کان المستفاد من قوله ان لا عمل بالنیة من حال نفسه فی تصنیفہ هذا بعد ما قد اورد الخدیث  
 حذف الجملة بالقریبة بالقریبة المستفاد من الترتیب ان فی الفتح والتفصیل فی الشرح) فلیس شیخ ایدھا الفتح حق  
 الا انما من المحضۃ المذكورة تشریح علی الجہل بالسبیل المستفاد من القصص قوله علیہ السلام اللہ تعالیٰ دآلہ وسلم انما الاعمال  
 بالنیات فحجتین لا معنی للتروید علان بناء هذا الجواب علی ان لا ما اورد الخدیث من ان لا عمل بالنیة فلیجعل هذا الخدیث

موجود ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی حدیث کی راوی نے اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو اس مصلحت سے اور اگر کسی دوسرے راوی سے ہوتا امام بخاری علیہ الرحمۃ نے مختصر روایت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ یقین نہیں کہ اختصار کی جانب سے ہے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی جانب سے ہے کہ اس سے ان کا مقصد اپنے مسلک کی طرف اشارہ کرنا کہ حدیث میں ہی اختصار ہے جس طرح کہ اول آخر میں ہوا ہے اور اگر مختصراً ہے کہ راوی سے صادر ہوا ہے تو ابتدا میں اس مختصر روایت کے پیش کرنے سے ایک خاص نکتہ کا ذادہ طور پر جو یہ کہ اس مختصر روایت کے ترغیب الی

موجود ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی حدیث کی راوی نے اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو اس مصلحت سے اور اگر کسی دوسرے راوی سے ہوتا امام بخاری علیہ الرحمۃ نے مختصر روایت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ یقین نہیں کہ اختصار کی جانب سے ہے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی جانب سے ہے کہ اس سے ان کا مقصد اپنے مسلک کی طرف اشارہ کرنا کہ حدیث میں ہی اختصار ہے جس طرح کہ اول آخر میں ہوا ہے اور اگر مختصراً ہے کہ راوی سے صادر ہوا ہے تو ابتدا میں اس مختصر روایت کے پیش کرنے سے ایک خاص نکتہ کا ذادہ طور پر جو یہ کہ اس مختصر روایت کے ترغیب الی



جسارتہ الخطیہ فی هذا المقام وهو كما ترى لا يقبله الذوق السليم فالعجب من العجب ان طبعه يقبل لتسليم  
 ويرد المستقيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وبعد التلويح والتمني قول بان احتمل الذوق ان لا يقبل على  
 اختلاف في سائر الحديث ايضا من ان الحديث ورد في بيان الفرق بين النية الصحيحة والفاصلة وجعل الجملة  
 شذوذا في بيان النية الفاسدة وتسما قدمت يدك في ذلك وفي فسقط فيها الندم ولا خلاف في الاخرى فبحان  
 الذي لا يسهو ولا ينسى سوال حصول ثواب كماله في تفصيل نية ضرورية في اجمالی کافی ہے جو اس اجمالی اور تفصیلی میں بڑی نسبت  
 ہے اگر نسبت مبالغہ کے لئے ہے جیسے اس میں تو اجمالی کے معنی اجمال محض اور تفصیلی کے معنی تفصیل محض اور اگر نسبت نسبتہ الجزیئی الی  
 الذکوی ہے جیسے فلکیات میں تو اجمالی کے معنی مجرد من الاجمال اور تفصیلی کے معنی فرد من التفصیل اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو  
 اجمال کے معنی متعلق باجمال تفصیلی کے معنی متعلق بتفصیل اور یہ قبول اجمال باطل میں مداخلہ اس لئے کہ یہ اجمال تفصیل معنی پر ہے  
 یا بعض میں متعلق بہ تقدیر لعل غایت بعدہ معنی معصی ہوگی اگر نسبت مبالغہ کے لئے ہے یا معنی معصی کا فرد اگر نسبت از قبیل نسبتہ الجزیئی  
 الی الذکوی ہے اور دونوں مترادفی لفظ ہیں تو نسبت کا مترادفی ہونا لازم آئے گا جسک بطلان ظاہر ہے۔ پس اجمال تفصیل کا معصی معنی پر ہونا  
 ہوا۔ بر تقدیر وہ نسبت جمل محض اور مفصل محض ہوگی اگر نسبت مبالغہ کے لئے ہے۔ یا جمل مفصل کا فرد اگر نسبت از قبیل نسبتہ الجزیئی  
 الی الذکوی ہے اور دونوں اطلاق اس کے اجمال یعنی جمل تفصیل معنی مفصل کا چار معنی ہوا بطلاق آتا ہے جو ان میں سے کوئی بھی نسبت ہوا تو نسبت نہیں لے  
 آتی جیسے محض و یا اجمال پر اور صرف تفصیل ہے اس میں تفصیل اجمال کی طرف ذہنی ہوتی ہے نسبت جسک بطلان ظاہر ہے اجمال مفصل  
 سے جدا اجمال مفصل انھیں متحدہ ہی کہنا سداھا شام من محض و لفظ جمل نہ مبالغہ نہ نسبت نہ مفصل نہ نسبت نہ اجمال کا اجمال اور  
 تفصیل ہونا باطل ہوا جو وہ جیسے تفسیر علیہ اس کا محض جمل نہ اجمال اور تفصیل ہے اس میں بھی تفصیل مترادفی ہوتی ہے نسبت اگر یہ  
 باہر معنی اجمال ہو سکتی ہے لیکن تفصیل ہونا ممکن نہیں نہ مترادفی ہونا لازم آئے گا اس تقدیر نسبت کو تفصیل کہنا درست نہ ہوا۔ اور اجمالی کہنا اگر یہ  
 درست ہو کہ نہ تو اجمال یا بطلاق تجویز نہیں بلکہ خاص سے بیگانہ ہو۔ سو وہ اس میں مشورہ متوازن فی الخیر جو کہ بطلان مداخلی اس  
 طرح ہو گیا ہو کہ ترجمہ اجمال کیلئے صحیح سے مترادف ہوں یہ طوطی بجا و مداخلی اجمال ہے اور اس میں تفصیل۔ اس میں تفصیل اجمال کی طرف  
 مترادفی ہوتی ہے نسبت جو ہر دو میں معنی اجمالی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ طوطی بجا و مداخلی اجمال کا حقا پر موقوف ہو چکا ہے احسا اعتباری ہونا  
 اور نسبت اعتباری نہیں حقیقت واقعی ہے اور باہر معنی تفصیلی نہ ہونا ظاہر ہے کہ تفصیل اس میں کثیر سے عبارت ہے اور نسبت واحد شخصی ہے چہاں ہم  
 وہ شخص واحد ہو کہ کثیر کے حدوث کی طرف مداخلہ ہو اور اس کے لئے عاجز او غایب ہوئی ذہن اس سے مترادف اس شخص واحد کو  
 اجمال و اس میں ہر کو تفصیل کہتے ہیں جیسے قرم اجمال ہے اور شخص ہے اس کی تفصیل نسبت متوازنہ کا تفصیل ہونا ظہر من الشمس ہے کہ وہ واحد  
 شخصی ہے نہ کہ تفصیل ہو کہ کثیر سے عبارت ہے۔ اور اجمالی نہ ہونا مداخلی مائل ظاہر کہ وہ افراد کے حدوث کی طرف مداخلہ ہے نہ کہ کثیر کے لئے  
 کیونکہ نسبت جو شخص سے مترادف واقع ہے۔ کما سبق اور اعتباری افعال کے حدوث کے لئے مترادفہ مشاعرہ ہے مگر یہ فعل کا الزام علیہ ہونا  
 ایک مترادفہ فعل کے لئے فشار نہیں ہوتا۔ اور احتمال موقوف اس لئے باطل کہ موقوف نسبت اپنے متعلق کے اجمال تفصیل ہو سکتی ہے جس سے  
 اجمالی اور تفصیلی ہوگی اور نسبت جو شخص کا متعلق علی احد شخصی ہے۔ اور علی احد شخصی پر اجمال و تفصیل معنی مترادف کہتے ہیں نہ کہ تفصیل و نہ  
 وہی خرابیاں مشہور ہوں گی تو نسبت کے اجمال و تفصیل یا جمل مفصل کہنے پر جس بجز اس کے کہ اجمال احد شخصی و نسبت جو شخص کے مترادف اجمال  
 ہو سکتا ہے لیکن وہ مترادف تو افعال و نہ نہیں۔ اور تفصیل ہونا تو کسی معنی کے مترادفہ درست نہیں ہو سکتا۔ پس اجمالی اور تفصیلی کی نسبت کی توصیف  
 لغو ہوئی اور سوال مذکور کے معنی ظہر ظاہر مقصود اس لئے ہے کہ بعض افعال ذریعہ ہوتے ہیں جیسے وہ فی غل نہما تو حصول ثواب کے لئے







یعنی وہ کہہ کہ انکشاف الغیر الثانی بالعلم التفصیلی لا نکشاف الغیر۔ نعم کثیراً ما لا یحیط فی القلب عند ابتداء  
 الموضوع کل جزء جزء منہ فطناً عدم العلم التفصیلی لا عدم النیة والمنوی یکفی العلم الاحمال  
 النیة عند اعتبارها عن العلم وقد ذکرنا فی باب المغفہ مع الذی علیہ یوجہ اذین وھذا اقول الذی فیہ من سواء  
 الطریق واما سائر بقاء فلا لا یستلزمہ فالفرق بین انما الاحمال بالقیات واما التکلی امر ما لا یزید بل لا یقل شعر  
 بالاحمال لیسۃ ولثانی بتفصیلہا غیر سد ید بل ہما سیتان فی وجہ الاشعار بتفصیلہا لان الاشعار فی الثانی مبینہ  
 المحصر من حاصل فی کل البضائفاصل لا لا تعجل واما حاشا ہما فلا ان الاستشہاد علی کفایۃ النیۃ لا یجوز  
 بتکلیف لا تری ان من ربط فرشی فی سبیل اللہ تو فی غیر محلہ لان مرث الفرس ولولہ واستثنائہ ودریہ و  
 شریہ وعلیہ (ھذا ان کان یقتضی کما اھو الظاہر الا انہم انتہا المضامش لیس من اجزاء عمل المرابطاتی  
 یصلوا برادۃ فی مقام الاستشہاد وان کان کما یجری حاصل قطعاً لانه منصوص علیہ ذالوجہ لکفایۃ ما قلنا  
 فی وجہ الیہ وھذا آخر ما اورنا علی ہذا فی فضل الیہ فی شرحہ حدیث الاعمال الذیات تارکین لکثیر من  
 الاعمال والطو والعشرات عونا للوقت الغیر عن الاضاعۃ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والہدایۃ وعلی اللہ تعالیٰ علی  
 حبیبہ المصطفیٰ وعلی آلہ وصحبہ المجتبیٰ سوال معرفۃ الیہ وجہ کہ اس پر جواب کہ اس کے لئے بھی نیت شرط ہے۔  
 جواب اس معرفت سے اگر نفس علم مراد ہے تو نیت شرط نہیں اور اس کے جواب کہ اس پر اس پر شرط ہے الیہ اعمال شرط ہے  
 ہو کہ نیت شرط ہے بل جو ان کے قبل کی کیفیت ہے جو قول فعل سے نہیں ہوتی ثانیاً اس لئے کہ نیت کی واسطے منوی کا علم لازم ہے تو  
 اگر جواب معرفت نیت پر برتو تو پہلے قبل حصول معرفت شرط نہ ہو بل کا معروف لازم آئے گا جو عمل ہو لیکن اس عمل کے لزوم کا تحقق صرف  
 اس کی صورت میں ہو گا جبکہ ایسا شخص حصول معرفت کا ارادہ کرے جبکہ اصل معرفت حاصل نہ ہو علاوہ الزم میں ہی معرفت واجب نہیں  
 اور اگر معرفت الیہ سے مراد نظریۃ الدلیل ہے تو اس پر حصول جواب کی واسطے نیت ضرور شرط ہوگی اس لئے کہ الیہ اعمال شرط ہے تو انہما الاعمال  
 بالذیات کے علم میں ہی عمل ہوگا جس سے دیگر اعمال قلب جیسے حب نفس وغیرہ داخل ہیں۔ سوال انہما امور پر ما توفی میں طرق تصریح  
 دو طریقے پائے جاتے ہیں۔ اول فقط انما و ہم مسئلہ مسئلہ الیہ پر تقدیم اور ہر ایک کے مقتضی ہر ایک کے خلاف ہوا اس لئے کہ انما سے یہ  
 مستفاد ہو کہ ہر ایک کا جزو اخیر یعنی مسئلہ الیہ مقصور علیہ اور جزو اول یعنی مسئلہ مقصور اور تقدیم کا مفاد ہر ایک سے یعنی مسئلہ الیہ مقصور اور  
 مسئلہ مقصور علیہ ہیں مسئلہ الیہ سند میں ہر ایک مقصور اور مقصور علیہ ایک جہ سے ہوا کسی چیز کا ایک جہ سے مقصور اور مقصور علیہ ہونا اصل  
 ہے کہ یہ کلام سے اسکا ان متقاضی لازم آتا ہے جو حال ہے اور جس سے حال لازم ہے وہ اصل ہے اور جو کلام اصل مشتمل ہو گا اس کے معنی ہوا اس  
 کسی شرعی حکم کا افادہ نہیں ہو سکتا ایک جہ سے کسی چیز مقصور اور مقصور علیہ کی تقدیر پر اسکا ان متقاضی لازم کی توضیح یوں کیجئے۔ کہ  
 زمین قائم میں اگر زمین مقصور اور قائم مقصور علیہ ہو تو مفہوم یہ ہو گا کہ زمین مسطح قیام کے ساتھ متصف ہر مقصود سے اس تقدیر پر ضرور کا قیام  
 ممکن ہے کہ قیام زمین اس کے متافی نہیں تو عدم قائم صادق آئے گا اور اگر قائم مقصور اور زمین مقصور علیہ ہو تو مفہوم یہ ہو گا کہ زمین مسطح قیام کے ساتھ  
 زمین متصف ہر مقصود سے اس تقدیر پر ضرور لیس بقائم صادق آئے ہیں زمین اور قائم میں سے ہر ایک کے مقصور اور مقصور علیہ ہونے کی تقدیر  
 عدم قائم اور عدم لیس بقائم دو متقاضی قضیوں کے صدق ممکن ہو اور نحو ما الذی ذکا۔ اور اگر قدر تقدیم کو نظر انداز کر کے انما کے قدر کا حکم  
 کیا جائے کہ قدر پر انما کی ولایت تقدیم سے اقویٰ ہو تو بھی یہ اشکال لازم آئے گا کہ اس کلام کے معنی صادق نہ ہیں اس لئے کہ انما سے جزو اول  
 مقصور علیہ ہوتا ہے تقریر ہر ایک سند مقصور اور مقصور علیہ ہو گا یعنی صفت کا ضرور صوف پر تقدیر وجہات پر تحقیق اختلاف یوں ہوگی۔



الانما حصل لامر ثواب ما نوى اسين ملكه معصية هو انكى تقدير بر كمال احتمال ظاهر ہے حال یہ ہوگا بالانما حصل لامر ثواب  
 خيفة قصر انما كوشش نظر رکھتے ہوئے معنی تکلم یہ ہوں گے کہ انسان کو ثواب نیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہی صادق نہیں کہ  
 انسان کو ثواب عمل ہی حاصل ہوتا ہے جو ثواب نیت کے ما سوا ہے۔ اس تقدير پر بھی کلام صحیح المعنی نہیں ہوتا پھر اس سے شرعی حکم کا اخذ  
 کیونکر ہو سکتا ہے۔ جواب اول قصر پر انما کی دلالت وضعی ہونے کے سبب ظاہر ہے اعتقاد کی دلالت وضعی نہیں بلکہ لغوی لے کلام ہوتی  
 ہے یعنی انذار کلام سے پر بارشہ وضعی سمیت مفہوم تقدیم کے ساتھ مل کر قصر کا افادہ کر لی ہے جسکو لطیف اعتبارات اور خاص تراکیب کے  
 سمجھنے والے ہی اور اہل کرتے ہیں۔ اس سوا سطر دلالت نمی ہے۔ اس ظہور اور رضا کے لحاظ سے انما کی دلالت کہ قصر پر اقویٰ باعتبار تقدیم کی دلالت  
 کو اضعف کہتے ہیں لیکن تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہوتی ہے اسلئے کہ وہ عقلی ہے اور عقلی وضعی سے قوی ہوتی ہے۔ پس وجہ انما کی  
 دلالت اضعف ہوتی جو کہ تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہے اسلئے اگر کسی کلام میں انما اور تقدیم دونوں پائے جائیں جیسا کہ اس جو فی فقرہ  
 میں تو قصر کا افادہ تقدیم کی رگی اور انما صرف تاکید کے لئے ہوگا۔ نیز ضعیف شعرا کے کلام سے ثابت ہو۔ ابو شجاع کی مدح کرتے ہوئے متنبی  
 نے فافیه العاقرین کہا اس اسامیر العزیز لا معرفه و انما الذی ذکرنا ہا۔ یعنی ہم نے کچھ نام ذکر کئے جس سے  
 مدح کی معرفت زیادہ نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ وہ محال شد شہرت کی بنا پر اس سے زیادہ جتنے تو ان ناموں کو صرف اسلئے ذکر کیا ہے کہ ان کے  
 بڑھنے سے زبان کا وہ شخص کے کانوں کو لذت ملے جو یہاں پر انما صرف تاکید کے لئے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم کر رہی ہے۔ علامہ فقیر  
 سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی حاشیہ طویل میں علامۃ تفسیر فی مرحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد و فلان کلامہ  
 علی القصیر اضعف من انما کی ملت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں لا دلالة التقدير خفية لكونه باللفظی کا  
 يفهمها الا صاحب اللذوق لكن بعد التحقق قوۃ لكونها عقلية فلذا لا ينسب المحصول الى التقديم اذا  
 اجتمع مع انما نحو انما تعیمی انا و هكذا حال کل دلالة عقلية خفية مع دلالة وضعية فلا تدفع  
 قول الشاعر رحمه الله تعالى نعمان التقدير اقویٰ بین قولہ دلالة التقدير اضعف علی مافی شجر المینا  
 پس فکرمندہ بنوی فقرے میں انما صرف تاکید کی سطر ہے اور قصر کا افادہ تقدیم سے مراد ہے لہذا دونوں مثال منفع ہو گئے  
 اور ظاہر ہوا کہ یہاں پر صرف ایک قصہ ہے یعنی سند الیہ کا مندر پر ایوں کہتے کہ بصوت کا صفت پر پس سند الیہ مقصور اور مقصور  
 علیہ ہوا چونکہ قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اسلئے معنی یہ ہوں گے کہ انسان کی نیت کا ثواب کسی کو سطر ہے نہ غیر کے لئے یہاں یہ بات محلی  
 ظاہر ہو گئی کہ افعی الغصا وسیلہ فیما و خیبہ لیسے اللہ تعالیٰ علیہ اگر وہ کہے اس حدیث میں لفظ انما کے دونوں استعمال میں ترتیب جمع قرآن  
 قصر کے لئے استعمال کی شہادت اسلئے اولاً انما الاعمال بالنیات میں قصر کی سطر استعمال فرمایا اور تاکید کے لئے بقلت انما اس لئے  
 ثانیاً انما لامر ما نوى میں تاکید کے لئے استعمال فرمایا۔ جواب دوم تقدیم کہی سند مقصور اور سند الیہ مقصور علیہ ہونے کا  
 کرتی ہے اگرچہ علامہ تفسیر فی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اسلئے خلاف ہے جیسا کہ مقل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے مگر تحقیق علامہ کے  
 مسلک کی مراد تفسیر فی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ انما صرف تاکید کی سند مقصور علیہ ہے اور انما صرف تاکید کی سند مقصور علیہ ہے  
 زیادہ لانا علم و للجمال فعال یعنی ہم مولیٰ تعالیٰ کی اس حقیر پر نہ مند میں کہ ہم نے جسے میں ین کا علم وافر کما اور جاہلوں کے جسے میں مل کر  
 ذوق سلیم شاد ہے کہ یہاں پر سند مقصور علیہ لانا اور للجمال مقصور اور سند الیہ علیہ علم اور مال مقصور علیہ میں نیز علامہ قاضی رفیعی دہلوی  
 تعالیٰ علیہ آیت لکم دینکم کی تفسیر میں لا مذکر کو نہ اور ولی عین کی تفسیر میں لا اس قصہ طرما تا صاف بتا رہا ہے کہ تقدیم سند  
 مقصور اور سند الیہ مقصور علیہ ہونے کا افادہ غرض یہی ہے جیسا کہ ہم بتا رہے ہیں کہ تقدیم کبھی قصر مقصور علیہ سند الیہ کا افادہ کرتی ہے تو ہم کہتے ہیں

۱۱۱











مطوفہ ہوتی ہے بلکہ ان کا کوئی سانس نہ ہوتا ہے۔ غالی نہیں جانتے انہوں نے زمین کا حق کے بائیں میں نبوی ارشاد پر اسل فرمایا کہ: "مروا لکم  
 الطینان" سو کون سا مادہ ہو گا جسے اتوار افعال میں نہ کرنا بیکار نہ ہو۔ خطرات خطر اچانک پیش آجائے۔ والے افعال میں بھی نیت صادقہ کو فراموش نہ کرنے  
 چھوڑنا چاہیے ایک مرتبہ چار شہید ہونے والے پھر حضرت محمدؐ کے منہ سے شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا: "میں نے اسے دیکھا ہے کہ جیسے کہ وہ ہوتا ہے۔  
 شوق بڑی ہی قہر لادہ تھا کہ اس کا جس کے ساتھ شریف نے گئے۔ اور حضرت شیخ عابدی اس منی اللہ تعالیٰ عسکر قہر پاک پر بہت دیر تک قائم فرمایا۔  
 یہاں تک کہ وہ سب سے قہر پیا ہو گئی قہر لادہ فرما کر آپ کے پیچھے کھڑے تھے تا کہ غالی سے قہر ہو کر جب حضورؐ نے مراجعت فرمائی تو چہرہ انور ہر سرتے و  
 شادمانی کے شہنشاہ تھے۔ پھر دیکھ کر ساتھیوں کے ایک صاحب نے اس غیر معمولی سرتے اور طول قیام کا سبب پوچھا کہ اس نے فرمایا: "پندرہ شہادتیں معلوم  
 ۵۹ کہ میری ہر شے شیخ عابدی اللہ تعالیٰ عسکر اللہ کے مرید ہیں۔ کس کے ساتھ میں بندہ ہے۔ بائیں ہند لکھ کر ہم سب سے جمعہ جامع الوصاف میں لکھا گیا  
 جب ہم قنطرة الیہود نامی پل پر پہنچے تو ہمیں کھڑک دیکھ کر شیخ عابدی اللہ تعالیٰ ہنسنے لگے۔ پھر اس کا گویا کرتے وقت میں نے دیکھا کہ ہر کھڑک  
 غسل جس کے نیت کر لی۔ پھر دیکھا کہ وہی جیسے پہلے دیکھا وہی جیسے ہاتھ میں تھا اس کو پانی سے نہانے کے خیال سے ہاتھ کو بند کر دیا۔ کھڑک  
 ہم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے اپنی نعل کی کڑی کو چھوڑا۔ چلے کی طرف ہی چلے آئے۔ اس کے اس عمل سے ہم کو سخت تکلیف پہنچی پھر میں نے حرکت کیا۔ پھر چلے گئے  
 سے جا ملے۔ شیخ عابدی اللہ تعالیٰ ان کے مریدین کے ہوتے کہ کبنا جا رہے تھے۔ انہیں چھوڑ کر فرمایا کہ اس کو اس کی طرف لے آؤ۔ لکھ کر کھینچا۔ پھر انہوں نے  
 دیکھا کہ ان کی ہاتھ میں کھینچ کر ہی نہیں تھی۔ پھر حضورؐ نے علم فی اللہ تعالیٰ عسکر فرمایا کہ اس شیخ اس وقت شیخ عابدی اللہ تعالیٰ اپنے کو قہر میں لکھا  
 فرمایا کہ پورے کھینچتے تھے۔ ان کے جو ساتھیوں کے اس ستر ہوا ان کے سر مبارک پر ہوا تو قیام تھا۔ چہرہ ہاتھ میں کھینچنے کے کنگاں ہاتھوں میں کھینچنے کے ہوتے  
 ہیں۔ مگر وہاں ان کے حرکت نہیں کرتا تو میں نے کھینچ کر لیا کہ کیا کیا بات فرمایا کہ یہ ہی ہاتھ ہے جس سے میں آپ کو دھکا دیتا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ نے معلوم  
 کر دیا۔ تو کیا آپ شرف تھے جس میں آپ ہاں احسان کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس کو دست فرمائیے چنانچہ شیخ ہاتھ کی ہاتھ سے کھینچنے کا شروع  
 کیا۔ اور شیخ ہاتھ لایا کہ اس میں اپنی ہاتھوں میں کھینچ کر میری دعا کے مقول ہونے کے لئے بارگاہ الہی میں حاضر کرنے لگے۔ تو میں ہی دیر تک دعا  
 کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ اور شیخ کا ہاتھ درست ہو گیا پھر شیخ نے مجھ سے اس ہاتھ کے ساتھ  
 مصافحہ کیا اور بہت مسرور ہوئے۔ ان کے سر سے ہاتھ کھینچ کر بھی غیر معمولی سرتے حال ہوئی جب واقعہ کا بعد ازاں شیخ نے فرمایا کہ ہوا تو شیخ  
 عابدی اللہ تعالیٰ ان کے مریدین سے مشایخ و صوفیاء کا ایک گروہ مخلوق کے انہوں کے سر کے ساتھ ہر سب سے پہلے آپ کا اس قدر کی حقانیت پر  
 دلیل طلب کریں لیکن قادی حلالان ہیبت سے اس وجہ سے جواب دے گئے کہ ہر سکوت لگ گئی اور ان مشایخ و صوفیاء میں سے ایک فرد بھی کھڑک  
 پر قہار ہوا۔ بالآخر حضورؐ نے شیخ عابدی اللہ تعالیٰ عسکر نے ان کا تعارف بیان کیا کہ ارشاد فرمایا کہ مشایخ سے جن دو کو آپ چاہیں منتخب کر لیں  
 انشاء اللہ تعالیٰ میرے بیان کردہ واقعہ ان کی زبان سے تصدیق ہو جائے گی چنانچہ شیخ نے عرض کیا کہ اس میں میں نے اپنے ہاتھوں کے ہاتھ تھے اور  
 شیخ جو کہ تین گروہوں کو جو پہلے سے جلا میں مقیم تھے سب ہا اتفاق منتخب کیا اور یہ دونوں حضرات کثرت کے ممتاز مقام پر فائز تھے پھر ان مشایخ  
 و صوفیاء نے عرض کیا کہ ان دونوں حضرات کے تصدیق کرنے کے لئے آپ کو ایک ہند کی مہلت دی جاتی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں بلکہ اس وقت  
 تصدیق کرانی جائیگی آپ حضرات یہاں اس مسئلے میں جو کراہتیں ہوں۔ اس کے بعد حضورؐ نے سر مبارک نیچے جھکا یا اور وہ سب بھی سر مبارک جھکا کر دیکھ گئے  
 اتنے میں عرض کے باہر سے قراء کی چیخ و پکار کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ وہی شیخ یوسف ہمدانی ہیں۔ پھر وہاں سے تھے آئے۔ وہاں تک کہ مد  
 میں داخل ہو کر حلقہ حاضرین کے سامنے فرماتے گئے ابھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ شیخ عابدی اللہ تعالیٰ عسکر فرمایا ہے جس سے  
 شیخ عابدی کے مد سے میں جلا اور جو مشایخ و صوفیاء ہاں اس وقت موجود ہیں ان میں سے ایک کہہ دے کہ شیخ عابدی نے میرے متعلق جو واقعہ بیان فرمایا  
 سہوہ حریف ہوتے ہیں شیخ یوسف ہمدانی ابھی اپنی بات ختم نہ کرتے پائے تھے کہ شیخ عابدی اللہ تعالیٰ عسکر نے ان کے ادا نہیں کئے تھے اس لیے میں بیان دیا۔ ان



[illegible]

۱۱۔ منہ بہتہ مصلحتی کہہ ساقی کے ہونے۔ اعلیٰ دنیا میں بھی مصلحتی کہہ ساقی کے ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔



















ہوئے تاکہ وہ خود سرسکے تربیت جانتا اور اپنے متوکل پر شفقت نامہ لکھتا ہو کہ اس کے عیب پر کسے مطلع کیے ان کا علاج بتائے جو شکر  
اس لئے کہ میں نے تم پر عمل فرمائے نہ محض سالک چونکہ ملا محراب عوارف شریف میں فرمایا یہ دونوں قائل ہیری نہیں اس لئے کہ اولیٰ قائل ہوئے  
یہ میں ہوں بعد اس کے طریق تربیت سے غافل بلکہ مجرب و کسب ہو یا سالک مجرب و کسب اولیٰ ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مراد  
(از انسبہ الانبیاء کصیف طعوت قدس برکتہ) لہذا سلوک اختیار کرنے والے مراد مبتدی پر صدق نیت کا التزام ہر قول فعل پر  
ضروری ہے کہ سلوک کی روش اور گنا گھائیوں کے قطع کر نہیں دے وہ غلطی نقد صدق نیت ہوتی ہے۔ انا مہ سالم ابن عبد اللہ  
اللہ تعالیٰ علیہ السلام خلیفہ مرشد حضرت عمر ابن عبد العزیز قدس سرہ کو ایک کتاب عبارتیں لیل تحریر فرمایا اقلہ علیہ السلام عن  
اللہ تعالیٰ للجد بقدر النیۃ فمن تمت نیتہ تم عون اللہ لہ ومن قصرت النیۃ قصرت عونہ عون اللہ بقدر  
نیتہ ترجمہ بقیم جانوئے عربیہ کلمۃ فعلی کی جانب سے بندہ کی امداد بقدر نیت ہوتی ہے۔ تو یہی نیت نام ہوگی اگر اس کو کوئی قول  
خل صدق نیت سے غفلت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اسکے لئے حاصل ہوگی۔ اور یہی نیت میں جتنا قصد ہوگا کسی قدر عون و مدد بھی  
کئی ہو جائیگی لیکن مراد کو چاہئے کہ پہلے صدق نیت کا علم حاصل کرے کہ بدن علم انسان کی عمل کو نہیں کر سکتا صدق نیت کی تعلیم اپنے شیخ  
مسل کے بشور لکھتے بغیر بات ہو سکتی ہے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو صدق نیت کے عالم ہوں تاکہ اس کو صدق نیت پر گامہ کار کرے اور  
پھر مراد سالک کے طریق صدق نیت پر چڑھنے کی علامت یہ ہو کہ اپنے شیخ طریقت کے حکم پر ہر حال میں بطیب خاطر تسلیم فرماتا ہو۔ فرحت نشاط  
درجہ و انداز کے لئے اسے اختلاف احوال انقیاد اطاعت حکم پر اصول اثرانہ زندہ ہو کر بنی شخصی کے عالم میں تسلیم کرے اس لئے قلب اسی طرح متقلد  
جو جس طرح اطمینان سکون کی حالت میں رہتا ہے صحت مرض غلامی ہو سکتی ہے فرما کہ تمام پیش آنیوالے متضاد عوارض قلبی انقیاد کے اعتبار سے متضاد  
نظیر شیخ طریقت کا فرض ہے کہ صدق نیت کے متعلق مرید کا گامہ گامہ امکان کرتا ہے تاکہ مرید پر اس میں صدق نیت کا پابند ہو جائے۔  
اور کئی وقت صدق نیت کے غافل نہ ہو۔ جو کلام معنوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک مرید نے جبکی بیت زمانہ قریب میں واقع  
ہوئی تھی چھوڑ کر مکان تعمیر کیا اور حصول نیک نیت کے لئے شیخ کو مدعو کر دیا شیخ تشریف لائے اور مکان ملاحظہ فرمایا۔ مستنوی  
خانہ ساخت روئے زمرید پر پیرا و خانہ اورا بدید۔ شیخ فی الحقیقت شیخ طریقت تھے اپنے فرض منصبی کے اہمیت مکان کا معائنہ کر  
مرید سے فرمایا کہ یہ دو شانہ مکان میں کس فرض سے کھایو مرید نے عرض کیا حضور اس لئے رکھا ہے کہ باہر سے مدد دینی آئے۔ ۵  
گفت شیخ آن زمرید خوش را ۱۰ امتحان کو دو آں نکواندیش را ۱۰ و بعد از آن بہرے چہ کردی لے دفعی ۱۰ گفت تا نو را ندانے از طریق  
شیخ نے فرمایا کہ دو شانہ کی تعمیر میں نہ نیت کرنا چاہئے تھی کہ اسکے اندر دو آں کی کاواڑ چھوڑ کر لگی اصل مقصود یہی ہوتا ہے کہ نیت سے متعلق  
ہوئی جاتے۔ مدد دینی بھی چھوٹی ہوئی کا جاتی حدود و حکم مقاصد بھی پورے ہوتے ہوائے ہم خرمہ اہم ثواب۔ و چون طفیل میں بنیابی  
ملتی اسے تعمیر بعض دنیائے نکل کر خاص دین میں جاتی۔ گفت آن فرما است این بایں سناہ تا از این رہ بشنوی ہانگ سناہ  
نور خود اندر تیج آیدت ۱۰ نیت آن کن کہ آن ہی ہدایت۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا کہ صدق نیت کی راہ اختیار  
کرنے کے لئے مروجہ کار ہے (پھر بھی سالک سالک کے بعد نیت کی پیدائش ہوتی ہے) صدق نیت ایک کویا ہے کہ آدمی اس کا مستاد ہو کر پیش رہا ہو تو  
جانتا ہے۔ جو صدق نیت کی راہ سے رحمت ہوتی اس کو سب کچھ لگیا جیو خجہ تسوی معطی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مگر بلکہ  
ساتھ سوا حدیث عالی مسئلہ کیرا تھ کہ اگر صدق نیت پر مبنی نہیں تو ان سے حد کثرت قوت میں صدق نیت کی راہ ادا کیا نہیں جاسکتا  
اچھا ہے۔ لے جہاں مرد و خوں یعنی خود خود خالی تیرے واسطے وہ بن نہیں ہیں میری یا ایک نصیحت ہزار نصیحتوں سے بہتر ہے کہ جس نے  
ان دونوں بہنوں سے نہات باقی وہ صدق نیت کے ترہیف الحقیقت قرار ہوگا اسے شہر خود کو دے خود اللہ ہی نیت کا فرستہ میں رہے نہی خود







مُخَارِی

حَدَّثَنَا

حدثنا عبد الله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن هشام بن عمار عن ابن عمر عن أبيه عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أن الخارث بن هشام سأل رسول الله ﷺ

مردہ سے انہوں نے عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ حالت میں چٹا ہونے سوال کیا رسول اللہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بَابُكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعرض کیا یا رسول اللہ کیسے آتی ہے آپ کے پاس وقتاً پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَا نَائِيَّ بَيْنِي مِثْلَ صَلَاحَةِ الْجَنِّ مِنْ وَهُوَ أَشَدُّ لَأَعْلَى فَيَقِصُّمُ عَنِّي وَقَدْ وَصَّيْتُ

علیہ وسلم کی کبھی آنے سے پہلے پاس مانسہ آواز جیسی آواز گون تو ہوئی ہے کچھ تو اس کی کیفیت سمجھ سے ذہن ہوتی ہے جس

عَنْهُ مَا قَالَ وَأَخِيَانَا يَهْمَلَانِي الْمَلِكُ رَجُلًا ضَعِيفًا يَمِينِي فَارْتَحِلْ مَا لَيْفَكَ قَالَتْ أَيْسَرُ مَا لَيْفَكَ

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهُ بِالْوَحْيِ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمادیا کہ میں نے آپ کو دیکھا جبکہ سخت تیری کہ وہ آپ پر ہاتھ مارا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے شکستہ ہوئی۔

جَبِيَّةٌ لِيَقْضَىٰ عَمْرًا

و در این کتاب که در این کتابخانه است بهر سببی که باشد از یاد رفته

بشاکہ مہی

عبداللہ بن یوسف الانطلیقی القدری اصحاب میں ہیں جنہوں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موطا روایت کی امام بخاری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے میری ملاقات دو سو ستر ہجری میں ہو کر ان کے بعد اہل امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطوط اور

انہیں سے سنی تھی یقیناً بن حاتم بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر یقیناً نامی ایک شہر مصر کے قریب تھا وہاں پر چونکہ ان کا

کے تھے اس لئے انکو نیسی بھی کہتے ہیں اور مصری اس لئے کہتے ہیں کہ مصر میں بھی قیام فرمایا اور اس لئے کہ مصری میں دو دفات پائی ہوئی تھیں اس لئے کہ مصری اس لئے کہتے ہیں کہ مصر میں بھی قیام فرمایا اور اس لئے کہ مصری میں دو دفات پائی ہوئی تھیں

[illegible]

قدت تعمیر کروا کر کے میں عمرانی زبان کا نقطہ پیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زبان معنی غلبت اللہ برہو کی وجہ سے غیر معروف

یہ عبرت الیٰ ذہبان سے بمعنی غور و بصیرت ہے۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ موسوم ہوئے تھے۔ اسف بمعنی

بعض احرار و طوائف یعنی غلام و نوکر سے شوق تسلیم کر کے یا بر تقدیر و بر روزی و برین آسفت معنی احرار سے منہای معلوم ہو چو

ماں کو لفظ کو عربی قرار دینا اندازاً آپ کی وجہ تسمیہیں یہ کہنا کہ قرآن اور بروہ ہوا جو کہ دونوں آپ کے اندر مجتمع ہوئے اسلئے آپ کو اس لفظ کے ساتھ



موسوی کی ایک جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا خلاف تحقیق ہے۔ اول سئلے کہ تعدد مشتق منہ کے علاوہ لا صرف کا منحرف ہونا لازم ہے بلکہ اس صورت میں بجز علیت اور کوئی سبب نہیں اور انصاف قرآن پاک کی قرأت مشہور کے خلاف ہے۔ اور تعدد مشتق منہ کا قول غالباً غلط نہیں۔ حکم کا تحقیق۔ دوم اسئلے کہ قرآن کریم کی قرأت مشہورہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ کلمہ غلطی ہے نہ غیر منحرف نہ ہوتا ہے۔ آسفت کا منضاع معلوم یا مجهول ایک عربی قرادینا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کہ عربی اور عربی متضاد ہیں۔

(مآلات) ابن اصبی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب مذہب امام ہیں۔ اصبی بالفتح یعرب بن سلطان کا ایک قبیلہ تھا اس کی جانب نسبت ہے۔ نو مشیخوں سے اخذ فرمایا جو طحاویوں میں پسندیدہ اور شرطوں کے جامع تھے ان میں قن بالی اور چوسو تبع تابعین ہیں۔ ہشتہ میں متولد ہوئے تین سال ششم اور ششم میں بمقام مدینہ منورہ چودہ ربیع الاول بوقت نحوہ وفات پائی۔ اصبی شریفین میں مدفون ہوئے۔ نویں سال عمر شریف ہوئی۔ حدیث نبوی بیان کرنے کے لئے بیٹھتے تو پہلے وضو فرماتے اور بہترین لباس پہنتے جو شیخوں کے لئے اور پیش مبارک میں کنگھی کر لیتے کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا اویا الیہ اگر تاہوں۔ اہم علم اللہ بن مبادیث فرماتے ہیں کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ عبداللہ بن علی بن ابی طالب نے حدیث بیان فرمائی تھی۔ سولہ مرتبہ بھونے کے لئے لاہر کے کائنات کے دروازے پر گیا مگر حدیث بیان کرنا مقوف نہ فرمایا جب مجلس پڑنا مست ہوئی اور لوگ چلے گئے تو میں عرض کیا کہ آج میں نے اشلے حدیث میں عجیب بات دیکھی حاتم بیان کیے فرمایا کہ ادا صبر کرتا رہا۔ علامہ ابن خلدون نے تحریر فرمایا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود ضعف حدیثیہ از سالی کے مدینہ منورہ میں سولہ روز رہے اور فرماتے کہ اس شہر میں کوئی بڑے بیٹھوں کا جیسے سید عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کرم و سلم کا جسم پاک دفن ہے۔ اسی آویک سے کہہ کر نبی تعالیٰ نے عالم ہر رخ میں بھی عجیب غریب تصرف عطا فرمایا۔ عارف صمدی قطب میں تالی سیدنا عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے ان الشریعہ الکبریٰ جلد اول مشتمل فرماتے ہیں۔ لہذا مات شیخنا شیخنا یوسلاہ المشیخ ناصر الدین المغانی راہ بعض الفضلین فی المذاہم فقال لہ ما فعل اللہ بک فقال لما اجلسنی المکان فی القبر لاسلا فی اذہما اہل مام مالک فقال مثل ہذا ایضا جانی سوال فی ما ینہی اللہ ورسولہ تغیرا بعدہ ففجرا عتی یعنی جب ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لغانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو بعض صاحبین نے ان کو خوب بے کجا بوجھا اور تعذبات آج کے ساتھ کیا کیا فرمایا جب مگر ٹیکے مجھے سوال کیلئے بٹھا یا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور فرمایا۔ ایسا شخص مجھے اسکی حاجت نہ کہتا ہے کہ اس سے اشد بدول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے۔ اس کے پاس سے الگ ہو جاؤ۔ وہ فوراً مجھ سے الگ ہو گئے۔ اور حقیقت ادب علی تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ شعر۔ ادب تا جیسر از الطیب الیٰی بڑے بڑے ہر صاحب کرامت ہی جسکو جو ملا ادب ہی سے ملا۔ شیخ الاسلام امام برہان الدین ابوالحسن علی صاحب دایہ قدس سرہ کو ایک مقام پر بیٹھ کر سنے رہے تھے۔ وہاں سے کہ فاسلہ پوچھنے کے لگے کہ کمال ہے تھے جب گیند اس طرف ہر گزلی اور ایک چوڑے اٹھنے آتا تو آپ وہی مقوف لکھنے کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ اختتام دین پر شاگردوں کو کہتے ہوئے کہ سب سے زیادہ کیا فرمایا جو صاحب لکھنے کے لئے تھے تھے ہمارے مستعدانے ہیں مالکی عظیم کیا سطرہا بوجھا تھا تعلیم المتعلم سلطان المشائخ نظام الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن شہر مدین کی حاجت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک مودہا کھڑے ہو کر چلے گئے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ کوئی تم سے فرمایا اور تم کو کہتا ہے یہ درست لکھ کر انا فقہاء میں ایک کتاب تھا۔ اس وقت میں نے اس کے مشابہ ایک کتاب کو دیکھا جس میں جملہ کمالی عظیم کیلئے لکھا ہوا تھا شیخان اللہ ہم لوگ نے اسکی عظیم تھی مگر بعد ہی کتاب کے سامنے آجنا تو یہ معلوم اسکی تعدد تعلیم و تکریم کی جاتی۔

دائم القلم محمد بن علی بن ابی طالب

محمد بن علی بن ابی طالب



لا سیع مسائل شریفہ ان واقعات سے ملنا وہ اور مریدین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(ہشام بن عروہ) بن الزبیر بن العوام قرشی تابعی ہیں۔ سترہ میں متولد ہوئے اور سترہ میں بمقام بغداد وفات پائی۔ آپ کے نام اسمعٰل بن کوئی دوسرا ہی شریک نہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی تھی۔ (عن ابیہ) یعنی عروہ آپ کی کنیت ابو عبید اللہ یا ابو محمد ہے تابعی مدنی ہیں۔ آپ کی جدت شان و درجہ مکان کثرت علم اور امانت پر اچھا ہے۔ بچپن سے جوہر شرافت کے جامع ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خالو و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خالہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ہیں۔ حضرت زبیر آپ کے والد ہیں جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھوپڑ زاد بھائی تھے اور مشہور مشہور ہیں۔ نماز میں حضور قلب کا یہ علم تھا کہ شدید ترین تکلیف بھی محسوس نہ ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ کسی دیواری کی حصے سے حالت نماز آپ کا پیر کا ٹکڑا آپ کے تہمتی نہ بھی پھر اس شب کے غلیظ بھی ناغہ نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد آٹھ سال تک حیات سپہ (مرأة الجنان) مجنونان خدا کو نماز میں ایسا ہی استغراق حاصل ہوتا ہے۔ رہائی تقیات کا ذوق دوسری جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ قرآن سے ہی حضرت کی نماز پر الصلوٰۃ صحرا جہاد و ستین کا مصلح کامل بنتی ہیں مالک بن دینار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن اربعہ بصریہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز سے فارغ ہو کر صلی بن شریف فرمائیں گھر میں تنگ کوفہ پڑے تھے جن سے پانی نوش فرمائی اور ہمارت کرتی تھیں۔ ایک اینٹ سر ہاتھ لے کر تھی اور ایک سے کامیلاً ہاتھ کی کل کا سات اسی قد بھی اسی طرح نہ تھا میں نے عرض کیا۔ خدو مسابک بہت تنگ حال دیکھا ہوں میرے کچھ آج تو انگریزوں سے کہو کہ ان کی طرف توجہ کریں۔ فرمایا اے مالک کیا تم نے ملاق خلق کو نہیں سمجھا نا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرا والد اس تو انگریزوں کا ایک ہی ہے۔ تم ان گناہ سے کہ اس نے تو ان کو اسکی دولت کے باعث یاد کیا اور میرے فقر کے سبب گھٹک بھلا دیا یہ گناہات مشکوک مالک قدس سرہ پڑے پھر فرمایا اے مالک قریب ڈاؤ میری آنکھ دیکھو کہ میں کوئی چیز کھکتی ہے۔ حضرت مالک ذکر کرنے لگے دیکھا تو مسلم تھا کہ مسطحہ کی نے سے چند انگشت کا ٹکڑا آنکھ میں داخل ہو گیا جس سے آنکھ تڑا ہو گئی عرض کیا عندہ وہ آنکھ بڑا ہو گئی اور کچھ تیرکھی نہیں فرمایا مالک میں نماز میں بھی جب یہ حالت پیش آیا۔ جب مالک خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اسوقت ساری خدمت اگر میری آنکھ میں بھردی جائے تو خوف خدا کے سبب بلا خبر ہو کر سب مسائل شریفہ عرفہ سے الزبیر نام کا صحاح سستہ میں کوئی روای نہ ملایا کہ ام یہ کوئی صحابی۔ مدنیہ شریفہ میں بایں عروہ نامی ایک کنواں جو اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کو نہیں دے گا کہ آپ ہی نے نوا یا تھا۔ جب کہ حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہو گئے تو آپ نے عبد الملک بن مروان سے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ میرے بھائی کی تلوار کھکودری جائے۔ اس نے عرض کیا وہ دوسری تلوار میں مخلوط ہے اور میں نے پہچانتا نہیں۔ فرمایا یہ تمام تلواریں حاضر کی جائیں تو میں اس کو نشان دہ کر لوں گا چنانچہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے تلواریں حاضر کی گئیں آپ ان میں سے ایک تلوار اٹھا لی جس میں دھنک پڑے تھے۔ اور فرمایا میرے بھائی کی تلوار یہ ہے کہ عبد الملک نے عرض کیا کہ اس سے پیشتر آپ تلوار کو کچھ جانتے تھے۔ فرمایا نہیں عرض کیا کہ کیسے پہچانتا تھا فرمایا نابغہ زیبائی کہتا ہے۔ شعر۔ و لا عیب فیہم غیرت تسمیو قہم۔ یہی فلول یمن قرع الکناشب۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ہجرام شریف میں پناہ دیکھے حقیقی بھائی عبد الملک بن زبیر اور عروہ بن زبیر مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان مجتمع تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اگر خضر اپنی اپنی ملی خواہش میں ان کو سے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میری تمنا ہے کہ حرمین شریفین پر میرا قدرت چھا دے تین خلافت میرے ہاتھ میں آئے۔ تاکہ شریعت مطہرہ کو عمل وادارہ میں حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ میری آرزو یہ ہے کہ عراق شام و عراق عرب پر میرا قبضہ ہو تاکہ رقبہ ظلم و



اقامت عدل میں پوری کوشش کوئی اور قوت کی مدد میں غایت سکینہ بنت الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے نکاح میں آجائیں بعد الملک نے کہا میری مدد خواہش ہے کہ زمین کا مالک بنوں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جائزینی نصیب ہو۔ ان سب کے بعد حضرت مروان نے فرمایا آپ حضرات جو اذیتیں لکھتے ہیں مجھے ان میں سے کوئی مطلب نہیں میری آواز تو یہ ہے کہ میری حیات میں رہتا ہوں اور آخرت میں جنت نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے ان بندوں میں داخل فرمائے جن سے علم دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ چنانچہ چاروں صاحبان نے اپنی مراد کو سمجھ کر بعد الملک کہا کرتے تھے کہ جسکو ضیق مرگے دیکھتے مسرت حاصل ہوں عروہ بن زبیر کو دیکھ لے حضرت سیاک کے مشہور فقہائے سب سے ایک آپ ہی ہیں جو کمرے ساتوں فقہائے کرام مدینہ طیبہ میں ایک مائیں تھے اسلئے انکو فقہائے سب سے کہا جاتا ہے صحابہ کرام کے بعد خدایات افتاب ہی حضرت انجام فیتہ تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باختلاف روایات ۲۶ یا ۲۷ ہجری میں پیدا تھے۔ اور روزہ کی حالت میں خروج تھی اپنا ملک گاؤں میں جو مدینہ سے چار دیکھ فاصلہ پہلے ۹۰ ہجری میں وفات پائی چونکہ اس سال ان فقہائے سب سے دو اور فقہوں کا انتقال ہوا اسلئے اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا کہ تمام مومنین کو یاد کیا ان ساتوں فقہاء کے اسرار کو بعض علماء نے ایک بیت میں جمع فرمایا ہے۔ اَلَا اَعْلَمَنَّ لَا يَقْتَدِي بِاَمْرِهِ فَيَقْتَتِلُهُ هَيْدَرِي عَيْنِ الْمُتَّقِ خَارِجَةٍ فَتَحْنُ عَنْهُمْ عَسِيدًا اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَابِلُهُمْ سَعِيدًا اَبُو كَبْرٍ صَلَواتُ خَارِجَةٍ (مرآۃ الجنان) امام عارف باللہ فقیر محدث کمال الدین میری رحمت اللہ تعالیٰ نے کتاب سب سے حیات الحیوان الکبریٰ میں فصل اہل خیر سے ایک مثل ہا بن الفاظ نقل فرمایا ان اسماء الفقہاء السبعة الذین کانوا بالمدينة الشریفہ اذا کتبت فی مرقعة وجعلت فی القعبہ فانکلا یسوس ما دامت المرقعة فیہ یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہائے کرام کے اسماء طیبہ اگر ایک پرچے پر لکھ کر گھول دیں اس پرچے کو رکھ دیا جائے تو جب تک وہ گھولیں یہی گھولیں گے۔ اسی کتاب سب میں جنس اہل تحقیق سے ایک مثل باں الفاظ روایت کیا ان اسماء اہل اکتبت وعلقت علی الواس اور کون علیہ اذالت الصمداء یعنی ساتوں فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر لکھ جائیں یا پڑھ کر دم کے جائیں دو سر گھولیں یہی گھولیں گے مدینہ طیبہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بنی ہاشم بن المظاہر و مخرومی نے انتقال فرمایا آپ اپنی وصارت اور اپنے فضل کے باعث صاحب قریش کیساتھ ملے تھے۔ ان فقہائے سب سے اسی سال میں حضرت ابو محمد سعید بن السیب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انتقال فرمایا آپ نے چالیس حج فرمائے تھے۔ اور فرات کے کچھ سال سے تکبیر لولی فوت ہوئی نصف اقل۔ اسی کچھ سال تک ملا کے وضو سے نماز فرما دیا۔ آپ کو فقہوں کا زیادہ جنت تھی۔ اسیوں کو غالب فقہاء کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ بعض ملوک بنی امیہ نے آپ کی صاحبزادی کیلئے اپنا بیام بھیجا۔ آپ نے اسکو مستر فرمایا اور لکھا اور اہل علم کیساتھ نکاح کر دیا جو آپ کی خدمت میں تحصیل علم کر رہے تھے ان اہل علم نے اپنی خدمت سے لکھا کہ اہل بیت ہوا۔ فرمائے تھیں کہ میں نے ہوئے جو سعید بن مسیب بنی صاحبزادی کا کہتا ہے ساتھ نکاح کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ ان کی صاحبزادی کے لئے ملوک کا بیام تھا اور صاحبزادے خاموش تھے جب ان کو کسی نے کوڑھٹ کھٹلے انھوں نے کہا۔ کون؟ جواب آیا سعید بن قریظ نے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب بنی صاحبزادی کو لیکر تشریف لائے ہیں فرمایا مجھے یہ گوارہ نہ تھا کہ تم شب میں غیر بوی کے رہو۔ لہذا نہ باری بوی کو دیکر آیا ہوں۔ لوگھر میں نے جاؤ۔ مگر میں نے تو اللہ سے کہا کہ ٹھوڑی ہم انہیں دراستہ کورں پڑوس کی جوتوں کو اطلاع کی سب جمع ہو گئیں پھر ان کی آمد سنی کے واسطے جو سامان اسوقت ہوتا ہو سکتا تھا فراہم کر کے وہاں کو جا دیا اس کے بعد حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی صاحبزادی کو کچھ ادبی خطا فرمایا اسی قبیل سے شاہ ابوالفوارس شجاع کو مافی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ ان کی صاحبزادی کو سب سے بھی بعض بادشاہوں نے پیغام نکاح بھیجا مگر انھوں نے منظور نہ فرمایا پھر انتخاب فرما کر سب سے خود مختلف صاحبزادے

دیکھتے تھے کہ کون سا مالک بنوں

دیکھتے تھے کہ کون سا مالک بنوں

دیکھتے تھے کہ کون سا مالک بنوں



ایک صبح میرے گھر ایک فقیر بزاز شمس کے مطابق آکر رہا ہے۔ بعد فراغت اس سے دریافت کیا کہ تہذیبی بیوی پر؟ جواب دیا نہیں، فرمایا کیسا  
ایسی بیوی کرنا چاہتے ہو جو حسن ظاہری کے ساتھ ساتھ دینی واقفیت بھی رکھتی ہے۔ کہ قرآن پاک پڑھتے ہوئی ہے، اس نے عرض کیا میں ایک فقیر  
آدمی ہوں میرے ساتھ کون کر دیکھ، فرمایا تمہارے پاس دو بچے ہیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا ایک دو بچے کی روٹی خرچہ لو اور ایک کی خوشبو لیں  
کئی کافی ہے۔ فقیر نے دونوں چیزیں خریدیں تو انہوں نے لنگہ فرما دیا۔ صاف جزا دی جبکہ شخصیت ہو کر شوہر کے مکان میں تشریف لائیں تو شنگ  
باقی ماندہ کھانا رکھا دیکھ کر واپس ہونے لگیں۔ شوہر نے واپسی کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نہیں پسند کرتی کہ میری رات اس طرح گزرنے لگے کہ  
رفتہ موجود اور مجھے معلوم بھی ہو کہ کتنا توکل اسکو نہیں چاہتی یا تو اس کھانے کو کھٹکتے لگائے وہ میں بھی نہیں چنانچہ شوہر نے جب کھانا  
مکان سے علیحدہ کر دیا تو ان کو سکون ہوا۔ یا ستمند گان ہند ان دونوں واقعوں سے عبرت حاصل کریں۔ ایسی سادگی کو تھوڑے ہی لکھنات  
میں گرفتار رکھتے ہیں جن سے ملنے طریق کا یاد آٹھنا پڑتا ہے صاف جزا دیوں کو دینی تعلیم کے بجائے اسکول میں مل کر سکون دینی تعلیم ملتا ہے۔  
جس سے دیگر اخلاق کے ساتھ ساتھ زیورچا یا انگلیہ مفقود ہو جاتا ہے۔ اور شمسہ میں عبداللہ بن عبدلہ بن عقبہ بن مسعود  
ہذا فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ نابینا تھے اور شمسہ میں خاں عبداللہ بن قایم انصاری نے انتقال فرمایا۔  
آپ اپنے بیٹے والدہ کے تحصیل علم کی تھی اور شمسہ میں سلیمان بن یسار مدنی نے وفات پائی جب کوئی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ  
کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ طلب کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ سلیمان بن یسار کی خدمت میں حاضر ہو کر کہو کہ باقی ماندہ علماء میں وہ اعلم ہیں  
اور اسی سال میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں یا شمسہ میں  
عنہم نے رحلت فرمائی۔ آپ اپنی بیوی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں نشوونما پائی تھی ایک  
شخص نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا سید عالم کو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے جو آپ کو فرمایا کہ میری عمر  
ابن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے کہ جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ علم میں اسے لکھتے ہیں اور نہ فرمایا کہ وہ علم میں ہیں کیونکہ آپ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میری عمر  
(عن عائشہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ رشید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے  
بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لگانے سے آپ کی کنیت ام عبداللہ رکھی تھی جبکہ ان کو بارگاہ رسالت میں بغرض  
تحسین لایا گیا اسوقت فرمایا تھا کہ یہ بزرگوار ام عبداللہ (فتح الباری) اور بعض نے کہا کہ تمام بچے کے باعث جو آپ سے  
پیدا ہوا اعتبار نہیں خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد ماجد ہیں ام دو عاتق بن ابیہ بنت عاتق  
ظاہر ماجد ہیں جن کا انتقال شمسہ میں ہوا۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال یا دو سال یا تین سال پیشتر ماہ شوال میں بمقام مکہ مکرمہ علیہ السلام  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عہد کے ساتھ چھ ماہ بعد ہجرت عہد عمر شریف تھا یا شمسہ سال تھی جنگ بدر کے بعد شمسہ میں رخصت ہوئی  
جبکہ عمر شریف نو سال کی تھی یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال  
وصال کے وقت عمر شریف اٹھارہ سال تھی یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال یا شمسہ سال  
فسر بایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گارڈناہ پر تھائی۔ دو ہزار دو سو سو سال ہمارا آپ سے منقول ہیں۔ ان میں سے  
ایک سو چوبیس ہزار متفق علیہ ہیں۔ اور اٹھارہ ہزار صرف امام بخاری نے۔ اور اٹھارہ ہزار صرف امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمائی۔  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔ آپ نے شمسہ کے طور پر فرمایا کہ مولیٰ تعالیٰ نے مجھ کو تو خوبیاں عطا فرمائیں جو کسی عورت کو نہیں (۱) عہد سے پیشتر  
جبرئیل علیہ السلام میری تصویر ایک عہد پر لکھ کر ایک مرتبہ اپنی پھیلی ہر بار گاہ رسالت میں حاضر لگے (۲) مجھ پر میرے کسی کواری  
عورت سے نکاح نہ فرمایا (۳) میں آپ کے خلیفہ اور آپ کے صدیق کی صاحبزادی ہوں (۴) مجھ کو پاکیزہ کے گھر پاکیزہ پیدا فرمایا (۵) یہ وقت محل











مولا کی اور قانون جنت فاعلم ان رضی اللہ تعالیٰ عنہما لایستثنیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اور مولا پر کہ  
 ملکی مقام سے محض مدعی مقام نہیں اشراف و اعلیٰ ہے۔ اس کے جواب میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرمایا  
 ہیں کہ بعض حادثات میں اگر وہ شخص عالم اور مجتہد ہو تو اسے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قانون جنت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے تو اس کا حکم  
 اور علی احسن و جہتیں ایک مقام پر پہنچ گئے۔ اہم ممالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا قانون جنت جہت  
 کا ہے یہ وہ ہیں کہیں طرح ہو سکتا ہے کہ میں عنو کے حکم یا یہ کسی کو فضیلت دوں۔ بعض علما نے فضیلت کی وجہ یہ بیان کی کہ  
 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قربا جہاد پر فائز تھیں اسلئے سب پر ان کی فضیلت محال ہے۔ مگر اس سے بھی بوجہ جہاد فضیلت  
 بجز نکاح اثبات ہوتا ہے۔ بعض علما نے اسلئے عالم کی خواتین سے قانون جنت کو افضل بتایا۔ وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان کی فضیلت محال ہے  
 مرتبہ جہاد پر فائز ہوں۔ علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر یہ حدیث بھی مروی ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا۔ آپ نے ہر مرتبہ  
 جنت کو لاکھ فرمایا ہے اور تمام خواتین جنت پر ہمارے فضیلت ظاہر فرمائی۔ خدیجہ، فاطمہ، مویبہ، آسیہ، رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہن جیسے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ پھر قانون جنت کا مرتبہ حضرت خدیجہ اور حضرت  
 آسیہ سے بھی بلند ہوا تو یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اشارہ کر کے اس کو ظاہر فرمایا جیسے حضرت ابوبکر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے۔ پھر تمام خواتین عالم سے آپ کا مرتبہ فرما دیا گیا۔ تو مریم و آسیہ و محبوبہ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 والہ وسلم نے معرض فائز میں یا ان الفاظ بشارت سنائی۔ یا فاطمہؑ آلاء تو ضعیفین ان تکوینی مستندہ ہست یا اھل الجنۃ  
 اذینہوا العلیین۔ ترجمہ۔ اے فاطمہ کیا تمام اس پر رضی نہیں ہو کہ تمام خواتین جنت یا فرمایا تمام خواتین عالم کی سرور اور جہتیں مشکل ہو  
 احداث رضی و ادا کا شکر کرتی ہو جو کہ اس نے تکوین مرتبہ ظاہر فرمایا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ عنہ فرماتے ہیں  
 کے بعد اشعۃ اللمعات شرح ہشتاد و گاہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بلکہ اس حدیث دلالت داریہ فضل فاطمہ پر تمام مومنات حتیٰ  
 از مریم آسیہ و خدیجہ و عائشہ ہم جنس لغت است سیوطی و بعض احادیث مریم بنت عمران و عائشہ و سارا کہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار  
 ایشان تفصیل ہوا وہ مستند کردہ است و حدیث دیگر کہ مشافطہ دین است شریح است و قوم خودی فاضل تر از غیر خود تواند کہ  
 اختلاف این خبر بہت تدریج اطلاع آن حضرت پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر فضیلت فاطمہ زوجی و اعلام پروردگار بنا کر تمام فضل  
 و مرتبہ تمام انوار ثابت شد و اللہ اعلم بالجملۃ یہ مسئلہ تفصیل از قبیل عقائے جن میں قطعی و داکل درکار اور مذکور بالا  
 تمام دلیلین مفیدین ہیں کہ ان کو قطعی قیید نہیں کیا جا سکتا اسلئے بروقت بیان حفظ ادیکے ساتھ احادیث میں وارد شدہ الفاظ پر  
 اکتفا کیا جائے۔ قسط لانی شرح بخاری میں ہے۔ و الکلام فی التفصیل صعب ولا یشغی الکلمۃ الا بما وردہ السکوت عما  
 سواہ و حفظ الادب لیس بمراد ہر تفصیل کلام مؤید ہے۔ اور احادیث میں وارد شدہ باتوں کے کوئی بات زبان پر لانا مناسب نہیں۔  
 اسوائے خاموشی یا قیاد کر کے۔ اور حفاظ ادب بخود نہیں۔ بلکہ افضل یہ کہ مسئلہ تفصیل زیر بحث نہ لے اور یہ سوال ہی نہ کیا جائے کہ آسیہ  
 ہے و لکھ لکھ العاقلان لا یشغل بعین ذلک عاقل کسے اسب یہ ہو کہ ایسی باتوں میں مشغول نہ ہو مرنہا لحدت اس  
 جلد خاموشی میں ہے و یشغی ان لا یسأل الا انسان عما لا حاجۃ الیہ کان یقول کیف ہیط جبر  
 و علی ای صورتہ سارا البقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حین ہذا علی صورتہ البشیر بقی ملککام لا  
 و ان الجنۃ و الناس و منہا الشاعۃ و نزول عیسیٰ و اسمعیل افضل ہام اسحق دا جہما الذریر و فاطمہ  
 افضل من عائشہ ام کل و ابوالنبی کا فاعلی ای دین۔ و مادیں ابی طالب من المہدی علی غیر ذلک











جواب ہے جبکہ وہ موجب کو محسوس ہوا۔ اور سوال وارہ نمبر پہلے جواب میں کیا گیا ہے ہی سوال کو سوال مفرد کہتے ہیں جب حرف میں کہہ کر یہ لفظ  
ہے تو سوال متوجہ ہو کر آپ اس سے کیا کرتے ہیں تو جواب میں وہ امور ذکر کیے گئے علیٰ ہذا القیاس نبوی جواب میں اضافہ لفظی و شرعی کے لئے کہ وہ  
تعلق میں فرشتہ کا وہی ایک حاضر ہوتا ہی نعمت عظیم ہے یا اضافہ سوال مفرد کا جواب ہے صفت دہی بیان کرینے کے بعد باطن دہی کی صفت کے تعلق  
سوال متوجہ ہوتا۔ آیت پہلے ہی سے حاصل دہی کی صفت بیان فرمادی تاکہ سائل کو سوال کی رحمت ہی ہو۔ سوال نبوی جواب کا ہر دو بنا  
ہے کہ دہی صفت و در طریقوں پر آتی تھی۔ اس لئے کہ جواب میں صبر طریقہ بیان نہیں فرمایا حالانکہ یہ مقام مقام بیان ہے۔ نظر بآیات ذکر شدہ و در طریقوں  
پر کثرتا فرماتا دہی کے ان دونوں میں صبر جو ہے پر ملائمت کرتا ہے۔ حالانکہ اسے سو دہی کے چار طریقہ اور میں حکم و ترجمہ ایک باب الفتح میں بیان  
کیا گیا ہے جو اب بیشک نئے سوا دہی اور طریقوں پر بھی آتی تھی لیکن جواب میں ان دونوں پر تفصیل سے فرمایا کہ ان دونوں طریقوں سے دہی کا  
آنا کثرت تھا اور اسکی وجہ یہی کہ کثرت سے اول استفادے کیلئے عادت فرمادی ہے کہ منکر اور مخاطب میں مناسبت ہو۔ ہذا لفظ اول استفادہ ہے  
لگا ہوا سمیت خواہیوں کو کہنا طبع منکر کی صفت کیسا تھ متصف ہوئے جیسے دہی کی پہلی صورت میں کہ سید عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی  
صفت کے ساتھ متصف ہوئے یا منکر کا مخاطب کی صفت کے ساتھ اتھاف ہو جیسے دہی کی دوسری صورت میں کہ فرشتہ شکل بشری کیسا تھ متصف  
ہو جاتا۔ چونکہ یہ دونوں طریقے اس عادت کے مطابق تھے اس لئے دہی کا ان دونوں طریقوں پر کثرت و تکرار ہوتا تھی۔ سوال کا موازنہ جس مذہب ہے  
اس لئے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا۔ الجہل من ہذا و الجہل الشیطان جہل شیطان کا باجہ ہے بلکہ اسکی مذہبیت  
اس وجہ سے ہے کہ جنت فخر سے ہو کر اس سے صفت کے فرشتہ تھ جو جاتے ہیں۔ شیخ مسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب  
الادب اللہ کے ساتھ فیہا کلمہ کا جز میں ایسے قافلہ کیسا تھ رحمت کے فرشتے نہیں کہتے جس میں کہنا ہو ایسا کہ نہ پاسبانی نہ شکایت نہ دہی۔ دہی  
قافلہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ سید جس ہزار ہا مسلم اور دہی محمود۔ اور محمود کو مذہم کیسا تھ تشبیہ نہاد صفت نہیں۔ اس لئے کہ تشبیہ کی کیفیت یہ ہے کہ  
یا تو کسی کامل کیساتھ اخلاقی کر یا باطلے اور محمود ناقص نہ کی کامل ہے۔ چہرہ شہر کی طرح نہ گے۔ اور مذہم ناقص ہے کامل نہیں پھر مذہم کیسے نہ ہو سکے گا۔  
جواب تشبیہ کیلئے یہ فرمادی نہیں کہ شہر و شہر بہرہ صفت میں مساوی ہوں۔ بلکہ صرف کسی ایک صفت میں بشرانہ کافی ہے۔ اور جس میں  
دو صفت پائی جاتی ہیں ایک قوت دوسری اشتراط۔ اور اس دوسری ہی صفت کو ملتا ہے اسکو مزاج شیطان فرمایا اور اسکی کے اعتبار سے تغیر واقع  
ہوئی۔ لہذا اسی صفت کے اعتبار سے آواز جس مذہم ہوئی پہلی صفت کے اعتبار سے مذہم نہیں۔ اور اس میں پہلی صفت کے اعتبار سے تشبیہ ہے۔  
دوسری کے اعتبار سے نہیں۔ لہذا محمود کو مذہم کیسا تھ تشبیہ ہے کا اعتراض ملتا ہو پس ظاہر ہوگا کہ آواز جس میں اعتبار سے مذہم ہے اس اعتبار سے  
مشبیہ نہیں اور جس اعتبار سے فرشتہ کی آواز مشہور ہے اس کے لئے مشبیہ ہوا اس اعتبار سے مذہم نہیں۔ لہذا محمود کو مذہم کیسا تھ تشبیہ نہاد مذہم  
(وہو) اس لئے کہ علیٰ اشم ہو چکی وجہ یہ ہے کہ آواز جس کے ساتھ کلام بہ نسبت مخاطب خلاف محتاج ہے۔ اسی واسطے ایسے کلام سے  
فہم میں نصف شکل بلکہ شکل ہوتا ہے۔ اور یہی شکلیت موجب شدت ہے۔ اور شدت کا فائدہ ترقی درجات و درجات یاد دہی کو اب میں بقدر  
مشغول فرماتی ہوتی ہے۔

(فی قصہ عتی) قصہ یعنی قصہ سے ماخوذ ہے۔ اسی قبل سے اشارہ قرآنی کا انصاف لفظ ہے۔ باب ثواب یعقوب سے ہر دو صفت  
معروف و مجهول معنی ہے۔ بہر تقدیر معروف یعنی منقطع ہوگا۔ اور ایک آیت میں بصیرت معروف باب افعال سے ہے۔ بریں تقدیر یا انصاف  
یعنی اطلع سے ماخوذ ہے اور اسی قبل سے ہی انصاف عتہ الخ یعنی ہر اوست شدت کا انقطاع ہے جو دہی کی آمد سے لاحق ہوتی تھی بعض  
علامے فرمایا کہ انصاف بالظن اور انصاف بالظن یعنی قطع ہیں۔ لہذا تفرق ہے کہ اول میں انقطاع کے باوجود دہی کے تعلق نہیں رہتا ہے۔  
خلاف ثانی کہ اس میں ملا تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ جس چیز پر وہ وارد ہوتا ہے وہ لوگ ہر جاتی ہے۔ چونکہ فرشتہ اس صورت میں مخالفت کے بعد دہی



یہ کہ جمع کرنا تھا۔ اسلئے ہر ایک طرف اشارہ کرنا فرض سے اول کو اختیار فرمایا کہ آپ کے اور فرشتے کے درمیان باوجود مخالفت تعلق باقی ہے  
بالطریق تعلق نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ فی قصہ کی تفسیر اعلیٰ کا مرجع ملک ہے جو ہر ایک کے کلام مفہوم ہوتا ہے۔ امام فضل اللہ قدس سرہ  
حدس سرہ نقوی نے فرمایا کہ عالم الہی اللہ تعالیٰ علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا گیا اور یہ مسئلہ چنانچہ مشکل ترین مسائل سے تعلق  
چہرے کو ہر ایک کے سامنے ہے تعاقب نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے بغیر تفسیر مقصود آواز چکر کیا تاکہ تفسیر ہی جو مسلسل سموع ہوتی ہے مگر اس سے  
کچھ مفہوم نہیں آتا تاکہ اس بات پر تفسیر ہو جائے کہ ہر ایک کے لئے کمال کمال کی کمال کا اور واجب قلب ہو جائے تو ہیبت خطاب قلب پر انتہائی بدہشت چھا  
جاتی ہے۔ اور نذرانہ ہی سے قلب پر چڑھا رہتا ہے اسلئے انتہائی شدید ہو چکے باعث اس وقت قلب میں اتنی تابی تو ان نہیں آتی کہ اسکو زبان سے بیا  
کر کے اس کے قلب پر نہ تو ہر کسی کی تول مثلاً قلب میں اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جیسے کوئی بات منکر محفوظ ہو جاتی ہے۔ شیفہ صحنی وقت  
وعدیت کے معنی یہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر اعلیٰ کا مرجع وہ شدت پر اس تقدیر پر اول کے اختیار کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ اس شدت  
کا قطعاً ہر ایک کے فکر و خیال تک نہیں پہنچتا باقی رہتی تھی اسلئے اعتقاد شدت کو اول سے تعبیر فرمایا۔

وتمثل فی الملک من جلالہ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر موصوفہ۔ اصل میں تمثل کر جملہ مضافات کو حذف کر کے مضافاً  
کوا کے قائم مقام ہوا اور احتمال حال غالی از ضعف نہیں کہ حال قداحال پر بحال مواظہ صادق ہوتا ہے۔ اور الملک من جلالہ مفعول مطلق  
نہیں اور احتمال غیر کو بعض شراک سے ناہستہ قرار دیا۔ اسلئے کہ تفسیر مفعول اسلئے غیر صحیح کہ ملک میں پیام نہیں دم اسلئے کہ تفسیر  
نسبت قائل سے محول ہوتی ہے جیسے ان جیسے لیتفقد مرادای مرقہ یا مفعول سے جیسے وغیرہ الاضعیون ای عیون  
الاضعیون اور یہاں کسی سے محول نہیں مگر محول کثری ہے۔ اسلئے کہ استلاً الاناء ہاء میں ماؤ تفسیر نسبت سے بھری فعل سے محول نہ  
مفعول سے افکار رہا جائے کہ تمثل یہاں محول ناقص ہے کہ صیغہ ورنہ کی طرح نقش بھی ایک طاقت دوسری کی جانب منتقل ہونے پر طاقت کرتا  
تو ایک مفعول وجہ ہوگی۔ اب ہر جملہ کا نصب جملہ خبریت ہوگا۔ ملک اصل میں مضافاً مفعول خاکثر استحال کے باعث ہوا  
متروک کر دی گئی۔ اولوۃ معنی برسات سے محفوظ ہے۔ فرشتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب فرستادہ ہوتا ہے۔ اسلئے اسکو ملک کہتے ہیں۔ اور  
ملک ملائکہ کی ترجمہ ہے جیسے شمائل شمال کی ملائکہ کی جمع نہیں کہ فعل کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ  
عہد ہے میرا حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ابن سعد کی روایت بطریق الی سلمۃ ما جنتوں میں اسکو تفسیر باریا تھا  
سودہ ہے۔ ان الشی فی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول کان الوحی یا یقنی علی سخنوں یا یقنی یا جبریل فیلقی  
علی مکہ علی الریح علی الرجل الحدیث بارگاہ رسالت میں حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری باشکال مختلف ہوتی  
تھی کبھی حضرت وحید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں کبھی کسی عرانی کی صورت میں۔ اس حدیث سے فرشتے کا وجود ثابت ہوا۔ لیکن شے کہ ہر  
انکار کیا گیا کہ تو نے یہی نام فرشتہ ہے۔ اور اسلئے سوچا کہ نہیں یہ دونوں تیس گھڑیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو انسانی شکل  
میں ظاہر ہونے کی قدرت بخشی ہے۔ غار شرف باب اللہ السیدی حافظ احمد بن حبیب اللہ قدس سرہ کا کتاب مستطاب ابو شویہم  
۱۹۵۰ پر تحریر فرشتے کے کسی نے بعض حاضرین سے ایک عمل کا تذکرہ کیا جسکو لوگ بیان کرتے تھے کہ جو شخص امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی کتاب  
لیکھ کر دے تو اس کے مزاد پر نوادہ ہر حاضر جو اسے کھول کر اسکی سنت کے۔ اور ان کو ان کی کے توکل سے بارگاہ الہی میں ہی حاجت پیش کرے تو اسکی حاجت  
پوری ہو جائے گی۔ ہر حاضر جو اسکی آخری کتاب کو پڑھائے۔ پھر اس نے اس عمل کے متعلق اپنے پیروستہ عقیلہ الارث و سیدنا السید عبدالعزیز و سابق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استصواب کیا فرمایا پھر اس میں کچھ فرشتے تھے ہیں جن کی خدمت یہ کہ کہ نہ جہاں اللہ تعالیٰ سے کہہ طلب کر رہا ہے وہ نہیں  
تقدیر الہی کے ساتھ ساتھ ہر کلام ہر کتاب تو اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کو طریق سوا تلقین کرتے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ شیطان اسے

نہیں کہتا کہ اس کی کتاب میں کچھ فرشتے تھے







قریب ہے خاتم المحدثین شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی قدس سرہ العزیز اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔  
 قال العلامة القنوی شہام النواوی فی تشکلی جبریل رجلاً فی الممكن ان یخص الله بعض عبادہ فی حیاتہ  
 بخاصیۃ لنفسہ المملکیۃ القدسیۃ وقوة لها یقدر بها علی المتصورات فی بدنیہا الآخر غیر بدنیہا المصنوع مع  
 استمرارہا فیہا فی الاول وقیل سمیت الابدال لانه قد یحلون لمکان و یخلون فی مکانہم  
 الاول شیخ آخر شیبہا الشیبہم الا صلی بذلک عند وقد اثبت الصوفیۃ عالمہا متوسطا بین عالمی الاجسام  
 والارواح مہوع عالم المثل وقالوا هو الطف من عالم الارواح والکف من عالم الارواح وبنوا علی ذلک  
 تجد الارواح وظہورہا فی صور مختلفہ من عالم المثل وقد یستأنس لذلك بقولہ تعالیٰ فتمثل لہا بشیروا  
 مویا فتکون الروح الواحد ذکرہ جبریل مثلاً فی وقت واحد ہدیرۃ شیبہہ الا صلی ولہذا الشیخ المثلثی  
 وینجلی بجلد اما قد اشتہر نقلاً عن بعض الائمۃ انہ سأل بعض الاکابر عن جسم جبریل فقال ان  
 کان جسمہ الاول الذی نزلہ لافق باجتمعتہ لما تواتر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاین صورہ  
 الا صلیۃ عندا یتانہ الیہ فی صورۃ روحیۃ وقد نطقت بعضہم الجواب عنہ بانہ یجوز ان یقال کان  
 ینذج بعضہ فی بعض الی ان یصغر حجمہ فیصیر نقدر صورۃ وحیۃ ثم یعرج و ینبسط الی ان یصیر  
 کھیکتہ الاولی وما ذکرہ الصوفیہ احسن یجوز ان یكون جسمہ الاول بحالہ لم یتعیر وقد اقام اللہ  
 تعالیٰ لہ شیخ آخر وروحہ متصرفۃ فیہا فی وقت واحد ترجمہ کتاب استغاب حاوی کے شاعر علامہ  
 قزوینی قدس سرہ العزیز نے جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرانہ شکل فقہا کر نیکی باریس فرمایا کہ جبریل کے ہر کلمات کے ہر کلمات اللہ تعالیٰ اپنے  
 بعض منہش کو امتیازی شان اس طرح عطا فرماتے کہ انکی علی اور قدس روح کو ایسی قدرت مرحمت ہو جس سے وہ اپنے اصلی جسم میں متصرف  
 ہوتے ہوئے دوسرے جسم میں تصرف کر سکیں اور بعض علماء نے فرمایا کہ اولیائے ابدال کو ایسا ملے کہ ہر کہ وہ اپنی جگہ سے جب کسی  
 جاتے ہیں تو اصلی جسم کے بدن میں ہاں ایک جسم چھوڑ جاتے ہیں جو اصلی جسم کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ ایک صوفیائے کرام نے عالم اجسام اور عالم  
 ارواح کے درمیان ایک عالم ثابت فرمایا ہے جسکو عالم مثال کیساتھ موسوم کیا اور فرمایا کہ یہ عالم عالم اجسام سے لطیف تر ہے اور عالم  
 ارواح سے کثیف تر اور اس میں ارواح کے تشکلی اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ کا ارشاد فتمثل لہا بشیروا  
 بشیلاً صوفیاً اسکی جائزہ نظر ہے پس ایک روح جیسے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح بیک وقت اپنے اصلی جسم اور اس مثال جسم دونوں  
 میں تصرف کر گی اور اس ارشاد صوفیہ سے وہ سوال مل ہوگا جو شہرت بعض ائمہ سے منقول ہو گا کہ انہوں نے بعض اکابر سے جسم جبریل کے  
 متعلق سوال کرتے ہوئے کہا کہ ان کا جسم اصلی اگر پہلا جسم ہے جس سے کنارہ آسمان مدور ہو جاتا تھا جبکہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ علیہ و  
 آلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوئے تو دریافت طلب مرے کہ کادگاہ نبوت میں تشکلی وحیہ حاضر ہوتے وقت وہ اصلی جسم کہاں گیا اور بعض علماء  
 نے تکلف اختیار کرتے تھے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ کہیں کہا جاسکتا ہے کہ ثمرت حاضری جسم اصلی سکڑ کر چھٹا ہو جاتا اور حضرت  
 وحیہ کی صورت کے بقدر وہ جاتا تھا چھوڑا ایسی پرکٹ لہ ہو کر پہلی ہیئت پر آ جاتا اور جو صوفیائے بیان فرمایا وہ اس جو ایک جسم  
 کہ جسم اصلی بحال خود رہا اس میں تغیر پیدا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے جسم قائم فرمایا حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
 روح دونوں میں بیک وقت تصرف کرتی تھی لیکن یہ چیز ان کیساتھ مخصوص نہیں اولیاد کہ اس کو بھی قادر مطلق پر عبور یر قدرت عطا فرماتا  
 ہے انکی مقدس روح اپنے اصلی اجسام سے متعلق رہتے ہوئے دوسرے مثال جسم اختیار کر لیتی ہیں جسکو اصلی اجسام کیساتھ مکمل مشابہت



ہوئی ہے جیسے ابدال کی وجہ تسمیت معلوم ہو۔ قطب لغادین سیدنا امام عبد الوہاب شعلی قدس سرہ کتبہ بالبحر والبر  
 میں قرقر فرماتے ہیں۔ قطب سیدی ابراہیم الجمعہ وصلی بالناس فی خمسین قریۃ فی یوم واحد وآن واحد من سیدنا  
 (ابراہیم بن سوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک دن ایک قریہ میں پچاس مومنات میں ظہر پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔ وکنہ اللہ وقع السیدی  
 محمد بن الخضر بن ناحیہ تسعاً بالقریۃ اندھ صلی فی سوس فی عدۃ بلاد فی یوم جمعۃ اسی طرح سیدنا محمد بن خضر  
 قدس سرہ القوی نے ایک دفعہ تری آکر انہوں نے مقام سوس کے علاوہ چند شہروں میں ایک ایک دفعہ جمعہ دن نماز ادا فرمائی ووقع السیدنا  
 سیدنا لغادین شعلی قدس سرہ بات عند النسان فی الحزیرۃ مقابلہ روضۃ المقباس بصحرہ فی بلد آخر واستحبہ  
 کل واحد فی الصباح وعشاء لہما وقام بہ علی ظہر قری۔ وایخبر جماعۃ من سائر فروع السلطان قایتباہی  
 الی قواسی بحوالہ ان السلطان استاذن سیدی عبد القادر فی السفر قبل ان یتخرج من مصوفان لہ  
 قلما متا قرا السلطان وغل فی مدینۃ حلب فوجد سیدی عبد القادر من رعیۃ فی نرا دینۃ والناس حولہ  
 فقالوا ان الشیخ لہ هنا غوسۃ ضعیف لا یتطیع الشی وکان السلطان من حین فامر قہ فی مصر  
 صحیحاً غوسہ وبلجملۃ فایضا لا ولایاء لا یتفع نہا الا اهل التسلیم والشلہ اذ سیدنا عبد القادر شعلی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ ظاہر ہوا کہ مصر میں روضۃ المقباس نامی خانہ کے مقابل ایک جزیرہ میں انہوں نے ایک شخص کے پاس اتنا  
 اور اسی شب دوسرے شہر میں دوسرے شخص کے پاس ہے دونوں نے اس شب میں کو دو دو ہایا اہم ایک اپنے اپنے باؤں ہی فائز کی حجت  
 پر ان کے ساتھ سویا الصبح تک ان کے ساتھ رہا۔ اور ایک ایسی جماعت نے بیان کیا جو بحر قزح کے اطراف کی جانب سفر کرنے میں سلاطین  
 قایتباہی کے ہمراہ تھے کہ سلطان نے مہر سے یہ امر ہونے کے قبل سیدنا عبد القادر سے سفر کی اجازت طلب کی چنانچہ انہوں نے اجازت مرحمت  
 فرمادی پھر جب سلطان سفر کرنے کے شہر حلب میں پہنچا تو وہاں پر ایک غلوٹ گاہ میں سیدنا عبد القادر کو پہنچایا اور لوگ آپ کے پاس بیٹھتے  
 انہوں نے بتایا کہ شیخ کو یہاں پر تقریباً ایک سال ہو گیا اس قدر کمزور ہیں کہ کپڑے نہیں سکتے حالانکہ سلطان جیسا کہ مصر میں تدرست خود  
 سفر کرنے کے آپ سے اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئے تھے اس وقت سے اب تک تقریباً ایک ماہ گزر رہا ہوگا۔ الغرض ادبیا کرام کی ایسی  
 خبروں کے تسلیم الطبع اور تابعلیم ہی انتفاع حاصل کر سکتے ہیں۔ وقد سالت شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہل یولخذ الولی ابکی  
 فعل مدبرہ من هذه الاجسام التي تطور فیہا علی الشواء ام لا یؤخذ الا علی الجسم الا صلی دون  
 الزائد فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤخذ ویناب بکل فعل صدر من جمیع تلك الصور ولو بلغت الف  
 صورة لہ اجر ہا وعلیہ وذرہا۔ اور میں نے اپنے مرشد حق حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ بولی  
 کے ان مثال اجسام سے جو افعال قابل گرفت صادر ہوں تو کیا انہیں مواخذہ ہوگا یا مواخذہ صرف جسم اصلی کے افعال پر ہوتا ہے شیخ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب فرمایا ان مثالی اجسام کے افعال پر اگرچہ وہ اجسام ہزاروں مواخذہ بھی ہوتا ہے اور ثواب بھی ملتا ہے۔  
 فقلت لہ فکیف تدبر الروح الواحدۃ هذه الاجسام الکثیرۃ وکیف یؤخذ علیہا کلھا فقال رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کما یدبر الروح الواحدۃ سائر اعضاء البدن کذلک تدبر الروح هذه الاجساد وکما توأخذ النفس  
 بافعال الجوارح علی ما یقع منہا کذلک توأخذ الاجسام الکثیرۃ الی مدبر ہا روح واحد فان کل شی  
 وقع منہا یسأل عنہ فذلک الروح الواحد پھر میں نے سوال کیا کہ کیا روح ان کثیر اجسام کی تدبیر کر سکتی ہے اور ان تمام  
 اجسام کے افعال پر مواخذہ کیسے ہوگا فرمایا جس طرح ایک روح ایک جسم کے تمام اعضا کی تدبیر کرتی ہے اسی طرح ان تمام اجسام کی تدبیر

ان طوالت وبقی قرقر فرماتے ہیں ایک دفعہ میں پچاس مومنات میں ظہر پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔



اور جس طرح افعال بخارج کے باعث نفس پر مضاف ہو چکے ہیں اسی طرح ان تمام اجسام کے افعال پر مضاف ہو گا جن کی تدبیر و تدبیر کی ہے۔  
 ان سے جو کچھ صادر ہو گا جواب ہے یہی اسی ایک روح پر ہو گا۔ فقلت لا فعل اتحاد افعال ہذا کہ اجساد الی بطور الولی  
 فیہما حقن اذہ ان حواک بدلا مثلا ففراک ید من ذلک الصور وکلہا افعال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعم فما تقع  
 من بدایعین ما یقع من بدیۃ الالہی پھر میں نے شیخ زینی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کیا ان کے ان مثالی اجسام کے افعال متحد  
 بھی ہوتے ہیں کہ جب اصلی ہاتھ کو حرکت دے تو وہ مثالی ہاتھ بھی حرکت کرے جو میں نے فرمایا ہاں مجھے بھی پتہ ہے کہ جو فعل اصلی ہاتھ سے صادر  
 ہو وہی مثالی ہاتھوں سے فقلت لا فہما حکمت وقوع التطورات فی ہذا الدار فقال ذلک انما یکون بحکم خسوف  
 العادۃ حین یطون حراف کن فی الکافرة یکون نفس نشاط اهل الجنة تعطی ذلک پھر میں نے عرض کیا کہ ان  
 مثالی اجسام کو نہ پیرا اختیار کرے کی حکمت کیلئے فرمایا جیسا ویسا حراف کن کے سر کی عطا سے سرفراز ہوتے ہیں اس وقت ان سے مثالی  
 اجسام کیساتھ تشکیلی بطور شرف وادت صادر ہو چکے ہیں اور آخرت میں اہل جنت کی پوری زندگی اس عطیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکی فقلت  
 لہ فہما سبب کون نشاط تعطی ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذہب بعض العارفين الی ان روحا نید  
 اهل الجنة تغلب علی جسدہم فیظہر حکمتہا علیہ ولذلک یدخلون فی ای صورۃ شادوا والذی مذہب  
 الیہ ان الجسد یرجع الی اصلہ فیشرب من اطلاقہ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب کیا کہ اہل جنت کی تمام زندگی اس  
 عطیہ کے ساتھ منسلک ہے فرمایا بعض مادیوں کا مسلک اس بات سے کہ اہل جنت کی روحانیت ان کے اجسام پر غالب ہوگی پس  
 اس کے حکم اجسام پر ظاہر ہوگا۔ اور یہ تشکیلی روحانیت کا حکم ہے انھوں نے اہل جنت صاحب مشاہیر کی اختیار کر سکیں گے اور عساکر  
 مسلک یہ چکا ہوا چرچہ اپنی اصل کی طرف رجوع کر کے اپنے اطلاق سے قریب ہو جائیں گے اسلئے جنتی زندگی کی مثال سے ابراہیم آباد  
 تک اہل جنت کو ہر وقت ہر دہائی کے کی قوت ہوگی فقلت لہ کیف فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان العاصی المظلم  
 قبل ان یتنصہ ویتقبل ہذہ الصور المخصوصہ کانت قابلاً لکل تصویرۃ فلما تقیدت بحدیہ الصور المخصوصہ  
 وبعدت عن مرقبۃ النفس الکلیۃ بنزولہا الی عالم الطبیعة تقیدت فی المادۃ وانجست عن الاطلاق  
 فاذا استعملت الرضاۃ والمجاہدۃ للتحلیص ترقى صاعداً الی عالمہا العلوی فعلى قدر قربہا من  
 النفس الکلیۃ تقرب من وصفہا الاول القابل لکل صورۃ فیرجع الجسد بنفسہ وحقیقۃہ بشل  
 ویصوّر ویقبل الصور لقریب من النفس الکلیۃ وانظر الی اجساد اهل النار کیف ہی حاصلۃ فقال  
 طبیعتہم لحدھا من النفس مقامہا فی ظلمۃ الطبیعة واللہ تعالیٰ اعلم پھر میں نے عرض کیا کیسے  
 فرمایا اسلئے کہ غماض مطلق متشخص ہونے اور ان مخصوص صورتوں کے قبول کرنے سے پہلے ہر صورت کے لئے قابل تھے جب  
 ان مخصوص صورتوں کیساتھ متعین ہوتے اور ہر عالم طبیعت کی طرف تنازل ہو نیکی نفس کلیہ کے مرتبہ سے دور جا پڑے تو وہ میں  
 قید ہو گئے اور اخلاق تک پہنچنے سے روکے پس جیسا کہ قید سے خلاصی کے لئے ریاضت و مجاہدہ اختیار کرتے ہیں تو اپنے عالم میں  
 کی جانب مہر و حرکت ہو جاتی ہے جس سے انھیں کھینچ کر قریب ہونے کے بعد اپنے وصف اول سے قریب ہوتے ہیں جس کے اعتبار سے ہر صورت  
 کے قابل تھے پس جیسا کہ قریب ہونے کے حسب خود تشکیلی طور و صورتوں کو قبول کرتا ہے اور وہ خوبیوں کے تمام کو  
 دیکھو اپنی طبیعت کے افعال کو قبول کرتے ہیں اسلئے کہ نفس کلیہ سے دور جا پڑے اور طبیعت کی تارکی میں مقیم ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 اس مسئلہ سے ایک اشکال مندرج ہو گیا جو حدیث شمس پر وارد ہوا تھا حدیث شمس جسکو امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی

وہی ہے جس نے ان افعال کو ان کے افعال سے



روایت کیا ہے کہ سید الرواحی سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے وقت غروب صبح کو غروب کر کے فرمایا۔ چلتے ہوئے آفتاب کہاں جا رہا ہے صبح  
 نے عرض کیا اللہ رسول غروب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ آفتاب طلعتا ہے یہاں تک کہ زیر شمشیر ہی قرار گاہ پر پہنچے پھر صبح میں گر کر ٹپکتا ہے اور  
 ساجد رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور چلو جیسے چل رہے تھے چنانچہ وہاں سے ہوا کہ اپنے مطلع سے یہ وقت صبح طلوع کرتا ہے اور چلتا  
 رہتا ہے یہاں تک کہ زیر شمشیر اپنی قرار گاہ پر پہنچے پھر صبح میں گر کر ٹپکتا ہے اور صبح سے چلتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ سر اٹھاؤ  
 اور جاری ہو جیسے جاری تھے پس ہوا کہ یہ وقت صبح اپنے مطلع سے طلوع کر کے جاری ہوا جاتا ہے۔ لوگوں کو اسکی حالت سے بخبری نہیں آتی  
 یہاں تک کہ زیر شمشیر اپنی قرار گاہ تک پہنچ کر صبح میں گر کر ٹپکتا ہے اور صبح سے چلتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ سر اٹھاؤ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ طلوع مغرب کا ہے جو کہ یہاں سے سر اٹھا کر صبح میں گر کر ٹپکتا ہے اور صبح سے چلتا ہے یہاں تک کہ اس سے  
 پہلے ایمان نہیں آیا یا اس نے دوبارہ ایمان کو بھلائی کسب نہیں کی۔ اشکال یہ ہے کہ ہر شبہا تھا کہ طلوع سورق کر کے زیر شمشیر غائب  
 ہو کر ٹپکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلاب شاہ ہے خواہ ہاں کہا جائے کہ اس سالوں کی ایک بعد ایک ہے کہ ایک کے زیر شمشیر  
 پہنچ کر دوبارہ کر کے یا یوں کہیں کہ اپنی جگہ ہرگز صبح کرتا ہے اسلئے کہ امام المحررین وغیرہ علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ آفتاب ایک ایک فی  
 غروب و سورق میں طلوع ہوتا ہے اولات ایک جگہ طویل دوسری جگہ قصیر ہوتی ہے۔ اور خط استوا کے نزدیک یک نما رہا میں قدر سے  
 تفاوت ہوتا ہے اور بلاد بخارا میں بوقت طلوع غائب ہونے سے پہلے طلوع ہوا جاتا ہے۔ یہ مشاہدات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب کا  
 طلوع سورق نہیں ہوتا ایک جگہ غروب ہوتا تو کسی کسی جگہ سورق و طلوع ہو گا جو ہمیں گھٹنے میں ایسا کوئی وقت نہیں جس میں بعد غروب شہر جائے اور  
 کسی جگہ طلوع نہ ہو پس آفتاب کا سورق و غروب مشاہدہ ہونے کے باعث قابل قبول نہیں، جواب اس اشکال کا جو بیان بالا سے ظاہر ہوا ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو مثالی جسم اختیار کر کے اپنی قدرت عظمیٰ سے انعامہ مثالی جسم سے طلوع و غروب میں رہتا ہے اور اصل جسم سے زیر  
 شمشیر قائم ہو کر سورق ہوتا ہے لہذا فی مراحہ المعانی اقول بلکہ حسن جواب ہے کہ آفتاب اپنا اصل جسم سے زیر شمشیر ساجد رہتا  
 ہے اور اس جسم سے طلوع اور غروب بھی کیا رہتا ہے زیر شمشیر متفرق بھی ہوتا ہے اور طلوع اور غروب بھی جاری رہتا ہے اس سے بیک وقت ایک جسم کا  
 دو مکان میں ہونا و دونوں مکان میں بیک وقت اس سے مختلف افعال کا صدق لازم آئے گا جو نظر عقل میں اگرچہ یقیناً محال ہے کہ اجتماع ضدین  
 ہے۔ مگر صاحب قلوب کے نزدیک صرف ممکن بلکہ واقع ہے کہ کتاب الجواہر والذریعہ میں ہے ہما یدل علی ان الجسم الواحد یكون  
 فی موضعین و اکثر فی آن واحد و یدل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما سوی بھ الی السموات  
 العلی آدم و عیسیٰ و یحییٰ و ادریس و موسیٰ و ہارون و ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام و ما وقع لہما  
 فی شان الصلوٰۃ من المراجعة لموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین  
 ذاک فی قبرہ فی الارض قاشا یدل و قد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت موسیٰ و ما قال رأیت  
 روح موسیٰ و لا جسد موسیٰ فیما من یحیل، الجمع بین الضدین ما تقول فی هذا الحدیث فان المعنی  
 بموسى ان لا یکن عینہ فاما خیرا عنہ کذب و هو محال علی الشریع صلی اللہ علیہ وسلم فاما بقولہ ان  
 الضدین صالحة للجمع بین الضدین خلاف ما یقتضیہ النظر العقلی هذا او المقلد المومن یخذ الحدیث  
 یقول لصاحبه رأیتک الی راحة فی الیوم و معلوم ان موسیٰ کان فی منزله علی بحالہ غیر الحالہ الی  
 مرؤی علیہا و فی وطن آخر ولا یقول رأیت غیرک و یشہد لذلک ایضا ما ردد فی الصحیح فی قصۃ آدم  
 ولیدین حین قال اللہ تعالیٰ لہ و هو فارح عن القبضۃ اخارتہا یما شئت قل اخوات یمین سر فی و











بشیر القلاسی

بشیر القلاسی

بشیر القلاسی

انکی تصدیق کی۔ اب آسمان سے ندا آئی ہے کہ میرے بندے نے کچھ کہا ہے کہ جسے فرشتہ جھکا دیا اور اسکو حق پر شاکی نہ دیا۔ اور اس کے جسے دروازہ  
 کھولا۔ پھر اس سے جسے جیسا ہوا اسی جیسا ہوا رہی ہے۔ اور قریب جہنم تک گناہ کی گوری جاتی ہے۔ اور اس کے پاس ایک شخص جو صورت عجمہ  
 میں سر پر لگا رہتا ہے کہ تیس ہر سرور میں چیز کی بنا سے دیتا ہوں۔ میری وقت سے جہنم کا شے دیکھ گیا تھا۔ تو بندہ کہتا ہے تم کون ہو مہاجر  
 انکی طرح سے جو تیر کیا ہے اسے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا اہل ایک ہوں۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ پورے دنیا قیامت قائم فرمائے۔ پورے دنیا کا  
 قیامت قائم فرمائے تاکہ میں اپنے مہتمی اہل دہال کے پاس پہنچ جاؤں۔ اور بندہ کا فرار یعنی منافق کہ بقول اللہ کافر میں ہرے سوال نہیں کرتا  
 کین اقی رہا تھا کہ جب تیری مدد کی ختم کر کے آخرت کی طرف جانیں اور بتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے یہاں قائم فرشتے آتے ہیں جس کے ساتھ  
 ثابت ہوتے ہیں کی حد تک پر جیتے تھے۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں کہ اس کے لئے غیبت روح غصیلانی کی اسطے کل تو  
 بلند ہیں اور وہ پھر اٹھ کر ملک الموت اسکو اس طرح کہیں کہہ سکتے ہیں جیسے تو ان سے کچھ نکالی جاتی ہے جب ملک الموت اسکو کہہ دیتے ہیں تو فوراً  
 ہوا ان سے وہ فرشتے نیکران ٹاؤں کے جیتے ہیں اس سے یہی ہوا تھی ہے جیسے شے زمین پر کسی مردار سے بدترین بدبو تھی ہو۔ پھر اسے آسمان کی  
 طرف لے جاتے ہیں تو فرشتوں کے جس گروہ پر گئے تھے ہیں وہ کہتا ہے یہ غیبت میں کون ہے جو اب سے اس ظالم ابن ظلان ہے۔ اور ان عالموں میں  
 ساتھ دنیا میں دیا جاتا تھا سب سے بڑے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچا اس کے لئے وہاں کھولنے ہیں۔ تو وہ  
 کھولا نہیں جاتا۔ اس پر رسول اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ لا تَقْبَلُوا لَهُمْ اَوْاْبَ السَّمَاءِ وَكَانَ خُلُوعًا لِّلْجَنَّةِ  
 سختی کیلئے الجحیم میں جہنم لیا جاتا ہے۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے دھکولے جائیں گے۔ اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جہنم کوئی کے  
 مانگے میں دشت داخل ہو گا۔ تعالیٰ علیہ السلام نے یہ آیت فرمائی۔ وِجِیْلَیْشِیْوَہِ بِاللّٰہِ فَکَاذِبًا خَرَّیْمٌ الشَّمَاوُ فَتَحْطَبُہُ النَّارُ  
 آؤ قھوئی یہ الزم جو فی صفا کین صحیح۔ ترجمہ۔ اور آواز کا شریک کرے وہ گویا اگر آسمان سے کہہ پڑے اسے ایک بجائے ہیں وہاں  
 اسے کسی دور جگہ پہنچا دیتی ہے تو اس کی شکل جسم میں اپس کی جاتی ہے اور اس کے پاس فرشتے منکر کھڑے آتے اور اسکو جھگڑتے ہیں۔ مہاجر  
 کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے ہا ہا ہا! میں نہیں جانتا پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا تھا؟ جواب دیتا ہے ہا ہا! مجھے نہیں معلوم۔  
 پھر دریاخت کرتے ہیں کہ یہ مرگن ہیں جو تہذیبی طرف بھی گئے تھے جواب دیتا ہے ہا ہا! مجھے نہیں معلوم آسمان سے ندا آئی ہے کہ جہنم ہے لہذا ان  
 کے لئے آگ کافرش بچا دیا اور دنیا کی طرف ایک دروازہ کھولا تو اس کی پیش اندازم تھا آتی وہ گی۔ اور اس کی قبر تنی تنگ ہوتی ہے کہ ان میں  
 کی پسلیاں بائیں طرف اندھا بائیں طرف کی پسلیاں بائیں طرف ہو جاتی ہیں پھر اس کے پاس بد صورت بد لباس بد بودا مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ  
 جھگڑ کر کوہ چیز کی بنا سے دیتا ہوں یہی وقت ہے جہنم کا شے دیکھ گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ تیرا جہوہ اسکی طرح ہے جو تیرا نام  
 وہ جواب دیتا ہے میں تیرا اہل بد ہیں تو منافق کہتا ہے۔ اسے سب قیامت نہ قائم کیجیو اسی تفسیر میں کہ تیرا جہنم کا شے دیکھ گیا تھا  
 آکر وہ اسکی انصاری کے سر پہنچا ملک الموت کو دھکڑ فرمایا اسے ملک الموت میرے ان اہلانی کیساتھ تیری کرنا کہہ رہا ہوں۔ ملک الموت عرض  
 کیا یا احمد کہ حضور کا قلب مسرور ہوا۔ انھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں ہر مومن کیساتھ تیری کرنا ہوں اور واضح ہو کہ زمین پر شے میں با تیری عرض  
 کا مکان ہوا بالوں کا خیمہ ہر مومن والوں کی صفات پر مرتبہ چھان بین کرنا ہوں یہاں تک کہ ان کے خود دو کلاں سے میں نسبت ان کے زیادہ وقت  
 ہوں جس کا احمد کہ اس کی چھڑکی ذرا قبض کرنا چاہوں تو خود نہ ہو سکیں گا۔ ہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔ حضرت جعفر طوسی حد  
 فرماتے ہیں کہ یہ چھان بین نیچا نہ نما کے احاطہ میں ہوتی ہے۔ تو جو شخص نماز کو پابندی سے ادا کرتا وہ لاہوت ہے۔ وقت مرگ ملک الموت اس سے  
 قریب ہو کر شیطان کو دیکھ کر کہ لا الہ الا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی وقت حالت میں اسکو متعین فرماتے ہیں۔ تیرا وہ کو کچھ فرستے



























ماہر کمال اول میں ہوا تھا جو اولاد تک ہی ہے اور ماہ وصال بھی نہوت کے چھالیس جزا میں سے روایا کا ایک جزو ہونا بھی اس سے ظاہر ہو گیا  
 کہ ظہور نبوت کی کل مدت تیس سال ہے۔ اس لئے کہ بعض نبوت برائیت اسے تیرہ سال کہ کر میں قیام فرمایا اور دس سال بعد نبوت میں  
 اسی میں چھالیس حصے کے بانیں تو ہر حصہ چار ماہ کا ہوتا ہے۔ سوال کیا ہر روز نبوت کے چھالیس جزا میں سے ایک جزو ہے یا روایا کی کسی  
 مخصوص قسم کو واسطہ یکم ہے جو اب سوال کیا کہ وہ نہیں ہر روایت کا طفلہ اور دیکھے حقہ پھر روایت کے باطلہ شائع ہوتے ہیں۔  
 اور حدیث نفس یعنی وہ ماہر مع انسان اپنے نفس سے کہتا ہے خواہ وہ کسی چیز سے منسوب ہو جس کی آندہ میں اسی کو عربی میں غفٹ  
 اور فارسی میں بڑیلان خواہ کہے ہیں (۲) حکم ہر موعید غفلت ہے۔ اور اس کیلئے کوئی تعبیر نہیں ہوتی (۳) مخدیر شیطان جو کہ حدیث حضرت  
 نہیں کرتی جبکہ مردار بچھے ہوئے جانیں جن میں ترہ تھوکر ہے۔ (۴) سناہی جو کسی جن یا انسان کے سم سے نظر آئے۔ (۵) شیطانی جو شیطان  
 کو کہتے ہیں (۶) خلطی ہوا خلط الاربع میں سے کسی ایک کے غلبہ سے نظر آتا ہے۔ مثلاً سونے کے غلبہ سے سیاہی اہوال۔ وغیرہ صفو کے غلبہ سے  
 آگ چرخ خون وغیرہ علم کے غلبہ سے سیاہی۔ پانی۔ مویں۔ وغیرہ دم کے غلبہ سے شربات بھول۔ مزیہ وغیرہ (۷) وحشی جو ایسے  
 زمانے میں نظر آئے جس میں دیکھنے والا موجود تھا اور اسکو میں سال کا عرصہ ہو گیا۔ اور دیکھے حقہ پانچ قسم ہے (۱) شاہلی جسکی سمیت  
 ہر شاہد جو شکر خیر پہنچے ہر اور شکر کے شکر پہنچے ہر اولات کے جیسے کوئی دیکھے کہ مسجد میں گھنور بجا رہا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ جانی کی بالقرار  
 منکر افعال سے تو سکر لگا اور اسکی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے کچھ اکرام میں قرآن پانچ پڑھا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں  
 مشغور ہو گا ورنہ ہر شاہد کہ ہم ستر کھلے کی جگہ ہے ادا میں مستعدا دل نہیں ہوتے جیسے سچ میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۲)  
 سر موزہ جیسے تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یا واسطہ ارواح ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا وہ کہتا ہے کہ تیری عورت تیرے فلان دوست  
 فریاد کھینچ رہی ملانا چاہتی ہے۔ اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ دوست اسکی عورت سے بنا کر گیا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اسلئے ہوا کہ جس طرح نہ  
 مخفی طور پر کہلا یا جاتا ہے اسی طرح زانیہ مخفی طور پر کیا جاتا ہے (۳) صلیکی جو ملک دیکھا کہ اسے بچہ بچہ کا نام صدقہ نقیون ہے اور ان کی  
 جسامت کا یہ عالم کہ ان کی تو سے شاخ تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں شیا نظر آتی ہیں اسی طرح یہ  
 نورانی کی روشنی میں شیا کی معرفت کرتے ہیں مذہبی ہا مخدوی فیوض شریقیہ تفسیر۔ گزشتہ آئندہ عمل خیر پر تبشیر معصیت یا غیہ مستقبل  
 پر تجویف۔ نزدیک مثال حکمت اشیا کی تعریف کہ کی منصبی خدمات ہیں اگر خائفان خواب کھائیں تو اسی وقت ہو جاتا ہے تاکہ دیکھنے والا  
 مستغرق نہ ہو اور اگر سرگردان خواب کھائیں تو وہ چہرہ لایم کے بعد تاجر ہو جائے گا مگر موت تک تلبیں سرور ہے (۴) صالحہ جو اشارت تعالیٰ  
 کی جانب سے نکلتا ہے جیسے مکروہ اسکی جانب سے زاجر ہے۔ عید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عار شاہ فرمایا بہترین خواب ہے کہ بندہ اپنے  
 رب سے اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلطان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کے  
 دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے (۵) صدقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کا رویا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ یَا بَنُیٰ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ فِیْ الْمَنَامِ اِلَیْکَ الْکَلِمَۃَ الْیَاسُورَۃَ اَمْ یُحِبُّوْنَ  
 سَلِّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کلام اللہ دیا جو سورہ فاتحہ میں لکھا ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ مَا وُعدَہُ الْبَاقِیْنَ اَلَمْ یَکُنْ لَّکُمْ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ  
 الْاَرْضِ اَنْ شَاءَ اللّٰہُ اَیُّہِیْنَ یہی روایا نبوت کا جزو ہے اور اس کے متعلق بعض عرفا نے فرمایا کہ اس حدیث کو خود اللہ تعالیٰ دکھاتا  
 ہے۔ ملک فیہ کسی کا توسط نہیں ہوتا۔ یا نبی اکرام علیہم السلام کو کیا وہ مخصوص نہیں تو میں کوئی نظر آتا ہے بلکہ ہر آدمی دیکھے  
 ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء درودت خود مسلام ہو جو اور ان غائب نے ہمارے کس مصلحت پر پیش کی شرماء ہی سے فرشتہ کو کہوں نہیں  
 بھیجا گیا جو اب بدعا ہے سب چیزیں ہی واسطہ ملک کیلئے نہیں ہیں کہ ان کی سبقت کے اگر وہی واسطہ ملک نہ بھی جانی تو بشری قوی



مخل ہو سکتے۔ مسئلہ مذکورہ بالا بتائیں کہ امت سے امتداف نہ مانی گئی۔ اس میں ہندو کیلئے تدریج اختیار کرنے کی تعلیم بھی ہے اور اس سے مدد ملے  
 خدا کی شرعی حیثیت کا بھی یہ پہلو ہے کہ اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو مومن بنالیا  
 اللہ جل جلالہ کہ تم کو مومن بنا لیا اللہ جل جلالہ کہ بالیوم اکمل خیرکم کا روایہ مذکور ہے کہ ان میں اس کا خاتمہ پر ایمان نہ یوم قیامت پر قطع پر اکمل کا نام  
 لایا گیا یعنی خدا اس سے بڑا دعا دلا

**(ثم حجب إليه اخلاصه)** فتح حرف غلط ترتیب پہلیات کے لئے اس کا بعد معطوف اور اول متبادل میں اول  
 معطوف علیہ ہے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں (۱) یہ کہ غلوٹ گزنی کے قلمی سلطان پر کوئی بشری باعث نہ تھا اس واسطے کہ فعل کو بعضیت پر  
 تعبیر فرمایا جس طرح بلیائی میں بھی مہذبہ پر اول اسی چیز پر متنبہ کرنے واسطے اختیار کیا بلکہ بعد میں صاحب سے آغاز دینی جس طرح من جانب اللہ  
 تھا اسی طرح غلوٹ گزنی کی قلمی محبت بھی من جانب اللہ تھی (۲) یہ کہ غلوٹ اور غلوٹ چونکہ جی کی مشروعات ہو جائیکہ بعد وقوع پذیر ہوئی جس پر  
 لفظ فتح والٹ کر تلے پہنچا تاہم ہو گا اور اس کا اختیار فرمایا تاکہ شریعت کا اس غلوٹ گزنی مسنون ہوئی۔ اب یہ سوال وارد ہو گا کہ واقعہ خدا ارشاد  
 سے پیشتر کہ ہے اور قبل سالک کہ شریعت میں ہوا تاہیں تو یہ غلوٹ گزنی حکم شرعی نہ ہوئی۔ بلکہ ایک قضاے طبیعت اختیار کی گئی تھی۔ لہذا اس غلوٹ  
 گزنی کا مسنون ہونا ثابت ہو سکے گا۔ غلوٹ گزنی کے قواعد (۱) یہ کہ عبادت اور فساد کے لئے اس میں فراغت حاصل ہوئی ہے اور نہ ناجائز  
 خلق کر کے بندہ متوجہ حق سے مانوس ہونے لگتا ہے۔ نہ مومن اور اخروی امور سے متعلق مسدود رہی کا کشف اس سے مستسر ہوتا ہے لہذا  
 بتوں پر غلوٹ کے واسطے غلوٹ میں لے جاتے ہیں یہ چیزیں کما حقہ حاصل نہیں ہوتیں۔ اس واسطے بعض حکماء نے فرمایا کہ غلوٹ کا فائدہ کہ کہانی  
 پر عمل پیرا ہونا لوگوں کو کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور کتاب الہی پر عمل کر کے ملے وہ لوگ ہیں جنہیں کر الہی کی دولت دینی اور کمال سے نصیب  
 ہوئی۔ نیز ذکر الہی میں مبتلا رہی مشغول رہتے ہیں جن کی ذہنیت فکر الہی سے مستغرق ہے اور موت بھی ذکر الہی کیساتھ واقع ہوتی ہے۔ اس میں شک  
 نہیں کہ اسے بے زنون کے حق میں لوگوں کیساتھ خلط ملط نہ کرنا مفید نہیں بلکہ انہیں کوہ فکر میں مشغول ہونے سے روکے گا۔ نظر برائے ایسے حضرات کے  
 حق میں غلوٹ بہتر ہے۔ اسی واسطے سید الزکریا رحمہ اللہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان میں غلوٹ کو اختیار فرمایا جس سے ذات  
 والا صفات میں نور توت اس قدر عام ہو گیا کہ خلق کیا تھا اختلاط توجہ الی الہی کیلئے واجب ہوتا تھا جمالی حیثیت سے خلق کی طرف  
 متوجہ۔ اور قلب کیا تھا تعالیٰ کی جانب بلکہ انہیں میں متوجہ کہ یشتغلہ شائق عن شائق حاصل ہوا کہ ایک طرف توجہ دوسری جانب  
 توجہ کیلئے لگے نہ ہوتی۔ شعر ادھر اللہ سے داخل اور مخلوق میں شامل خواہ اس میں ہر لحاظ گری میں ہے حرف مستدک کا ہما کہ کلام دینی بشریہ  
 عنہم نے خیال کیا کہ اب کو صدقہ الہی اللہ تعالیٰ عزا کے غلط ہیں تو جواب میں یہی مرتبہ متفرق باللہ کا کشف کرتے ہوئے فرمایا۔ لو کہنت  
 حجتی لا اخیلا لا اتمدت اباً بکر حیللا و لکن صا جھک حیللا لہ اللہ یعنی اگر میں کسی کو حقیقی دوست بنانا چاہتا تو بکر کو منتخب  
 کرتا لیکن میرے حق اللہ تعالیٰ کا حقیقی دوست ہوں کہ ہر وقت اسی کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اور قلب میں کسی مخلوق کی حقیقی محبت کیلئے گناہیں باقی  
 نہیں۔ سوال یہ کہ کیا اس طرح دوست ہے کہ آپ ہر وقت متوجہ الی اللہ رہتے تھے جیکہ مسلم شریف میں مروایت آخر میں ہے خود آپ کا ارشاد  
 منقول ہے کہ بیشک میرے قلب کا جواب ظاہری ہو تا ہے۔ اسی واسطے دل میں تلوار تہہ استغفار کرتا ہوں۔ قلب مبارک پر جواب ظاہری ہونے کے  
 بدوقت میں توجہ الی اللہ کی طرح باقی رہتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ اِنَّهُ لَيَعْلَمُ مَعْلَىٰ عِلْمِي وَ قَوْلِي كَاَسْتَعِظُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ  
 اِنَّهُ مَسْرُوعٌ جَوَابُ اس حدیث میں جواب مراد جواب افسانہ نہیں جس سے توجہ الی اللہ منقطع ہو جاتی ہے بلکہ جواب مراد جواب ظاہری ہے جو  
 توجہ الی اللہ کے انقطاع کا موجب نہیں ہوتا۔ عارف باللہ سیدنا ابوالحسن شافعی قدس سرہ کا عالم جواب میں اشارہ ہے کہ  
 اصل اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی ذات شریف کو اللہ اس حدیث کے متعلق سوال کیا جواب میں ارشاد فرمایا اِنَّهُ عَيْنٌ اَوْ اَدَبٌ عَيْنِ

غلوٹ گزنی کے قواعد

ان حدیث انکشافات میں غلوٹ گزنی کا مطلب



[illegible]



میں ہے آپ نور اللہ علیہ السلام میں تشریف لے گئے اور اپنا اندوختہ ایک ہزار درمیانہ لاکھ اسکو عطا فرمائیے اور فرمایا یا پھر تو میں میں دیکھو اور دیکھو  
اپنی اور اپنے اہل جہاں کی خدمت میں صرف کرو پھر قسم کھا لی کہ جو آئندہ کسی کا حال بدیافت نہ کروں گا کیونکہ اسی اندیشے سے کہ اسکا  
حال بغیر قطعی تعلق کے رہا اور اتفاق کی صورت اختیار کر لیا ہے سیدنا سیدی مصطفیٰ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بھائی میرے  
باس گئے اور کسی آدمی کے باعث اپنی ایش اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگوں تو منافقین کی فہرست میں درج ہو جائیگا مجھے خوف ہوتا ہے۔  
حضرت طاووس قدس سرہ خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کھیت آفت یا ہشام اے ہشام تم کیسے ہو غلیظہ کر  
غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ آپ میرا کوئی برائی نہیں کیا ہے کہ میں اسکا خطاب قبول نہیں کرتے فرمایا یا تمام مسلمان تمہاری خلافت پر متفق نہیں ہیں۔  
اسلئے دورتا ہوں کہ میرا کوئی نہیں کہنا جھوٹ نہ ہو جائے جو انسان ایسا احتیاط پر قائم رہتا ہو تو اس کیلئے اختلاف حضرت مسلمان نہیں ہو سکتا  
اور اختلاف میں یا کئے بدتریاں ہیں سے اس میں میل ہو ہی جاتا ہے اور غلوں میں انسان اس سے ماہون رہتا ہے ہوم امر بالمعروف  
اور نہی عن المنکر سے سکوت حالانکہ دروازوں و دروں سے ہیں اور بقدر استطاعت ہر مکلف پر فرض ہیں۔ مگر اختلاف میں ان  
سے سکوت ہو جایا کرتا ہے جس سے غلوں بجا آتی ہے۔ چہرہ ام حرمؓ ہلے پیدا شدہ ہم نشینوں کے بہت اخلاق اور طبیعت اہل کلمہ  
کا محض طور پر اندک زاجیں کا باعث ہیں اختلاف اور غلوں میں سے ماہون کر دیتی ہے (۳) یہ کہ غلوں اور خصوصاً سے نکالتی ہے جان  
سلامت و جنتی اور وہ غلوں کے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ تعصبات اور فتوں سے بے نیاز غالی نہیں ہوتیں نظریہ میں غلوں کے گزیر انسان کو  
ان اخلاقیات سے اس میں عیب ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا میں سن بیور یعنی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مکان موضع عقیق میں تعمیر کرایا تھا جس میں  
گزیر ہو گئے لوگوں نے عرض کیا کہ شہنشاہی اختیار فرمائی مسجد نبویؐ میں بھی نہیں لے چکا تھا یا میں نے دیکھا کہ تمہاری مسجدوں میں اہل اور  
بازاروں میں انصاری ہو گیا اللہ استوں پر پے چائی کی باتیں بھونے لگیں۔ اور یہاں پر ان بلاؤں سے عافیت میں ہوں۔ اللہ اعلم انکوبکبیل  
جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ زمانہ تابعین تھا جو غیر لغویوں میں اہل ہے اور جو ایک ایک ہر سال غیر گزرا ہے۔ جب اس زمانہ میں غلوں کا ترک کر کے  
غلوں گزیرنے شروع کر دی گئی تو اب جو وہیں ہدی میں جبکہ معاصرین نے یہ معاشیں بن گئے ہیں۔ غلوں گزیرنے کی مسجد یا عبادت پر کیا مشہد  
ہو سکتا ہے (۴) یہ کہ غلوں میں لوگوں کی شر سے انسان کو خلاصی مل جاتی ہے۔ جبکہ ظہور بحالت اختلاط کبھی غیبت کی شکل  
میں ہو جاتا ہے کبھی سوئے ظن اور بہت کی صورت میں اللہ کبھی اس طرح کو گال بنی ایسی دنیوی توقعات پرستہ کر لیتے ہیں جو کاپر کارکن امکان سے  
باہر ہوتا ہے۔ اور پھر مذکورہ پڑھنے و لکھنے کرتے ہیں۔ دل کا غبار لگانے کو واسطے دودھ لگوئی تک غیبت پہنچتی ہے اور کبھی لوگوں کی شر و سطح  
ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے بعض اقوال و افعال کی حقیقت تک ان کی وصائی نہیں ہوتی۔ ایسے اقوال و افعال کو محفوظ کر لیتے ہیں موقع پر کو لغویوں  
شر و لغویوں ان کو زبان پر لگاتے ہیں۔ ان تمام الجھنوں سے بچاؤ غلوں کے نصیحت آسانی ہو جاتا ہے۔ ایک چکان دیکھ نشین نے کسی درخت کے  
نیچے مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی اور کہتا تھا کہ یہ درخت میرا ایسا ہم نشین ہے میں تین عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ اول ہر گز میری بات سنے  
تو جہل ہدی نہیں کر لے۔ دوم یہ کہ اگر میں نے کئے مٹھ پر چڑھ کر بھی دوں تو وہ داشت کر لے گا ہے۔ سوم یہ کہ اگر میں غلطی سے میری آؤں تو اس کو  
غفرت کا سیر یا خلیفہ ہزاروں میں شہید نہ جیتا تو کہنے لگا کہ اس نے میرے دل سے ہم نشینوں کی درخت نکال دی۔ ایک  
خدا پرست قبرستان میں قامت گزیرا اور کو معروف کتب بینی ہو گئے اور لوگوں کیساتھ نشست و برخاست ترک کر دی کسی نے وہ جدوافت  
کی طرح جانے یا کہ غلوں سے زیادہ سلامتی کسی چیز میں نہیں تھی اور جسے زیادہ فائدہ کسی چیز کو نہیں پایا اور نہ کتب زیادہ فائدہ بخش کوئی ہم نشین  
نہیں ہے۔ وقت پر خلیفہ نہیں بنی اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ حضرت عائشہؓ ابن عمرؓ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں مقام پر بیٹھے ہوئے تھے  
ایک گنا آپ کے زانو پر بٹا رکھے ہوئے تھا ایک شخص نے وہاں سے کہنے کو بٹا ناچا یا تو آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ حضرت رساں سے زیادہ رسا



اور ہرگز ہم نہیں سکتے ہرگز اس سے لوگوں کی طبع منقطع ہو جاتی ہے اور لوگوں کی طبع بھی طاقت نہیں  
رہتی اصل میں یہ فائدہ ہے کہ ہر طرف طاقت بننے سے بچ جاتا ہے۔ در بصورتِ اختلاط امکان میں نہیں کہ نسبی طبع پوری کر کے بعض ناقابل  
ذکر اعضاء پر آتے ہیں جن کی بنا پر سب کے یہاں تقریبات خوش و غمی یہ شرکت ممکن نہیں ہوتی تو جبکہ یہاں شرکت ہو سکے گا اس کی زبان میں کھلے گی  
کہ فلاں کے یہاں شرکت ہوئے اور ہمارے لئے منہ دیش گیا یہاں تاکہ یہ چیز با عصب عداوت بخالی ہے اور خلوت گزین ہوئے کسی کو تکلیف ہوگی  
دوم میں یہ فائدہ ہے کہ غبت دنیا سے قلب پاک بیگا۔ حدیث حالتِ اختلاط دنیا داروں کے پاس نہیں سازد سامان دیکھ کر ان کے حصول کی خواہش  
دائیں رہتی ہے سید اسے سید العرفاء حبیب کہو ایسا اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نبوی جیسا ہے تو ذرا بافتہ لوگوں پر نظر نہ ڈالو  
بلکہ ان کو دیکھو جو بہت ہمارے غلط کار سیر ہیں تاکہ تم سے استغناء نعمت سرزد نہ ہو۔ یہ وہی نکتہ ہے جسکی ماہب قرآن کریم نے متوجہ فرمایا۔  
وَلَا تَقْرَبُوا مَنَاصِبَ الَّذِينَ هُمْ عَدُوٌّ لِلَّهِ وَالنَّبِيِّ وَالْأَوْلِيَاءِ أَتُحِبُّونَ أَن يَكُونَ عَلَيْكُمْ طَرْتُوزٌ يَحْبَسُوا بِأَرْحَامِكُمْ لَكُمْ فِيهِمْ حَرَامٌ  
کے جوڑوں کو رتے کے لئے دی ہے حضرت عون ابن عبد اللہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری نشست و برخاست دو عمدہ طبقہ کے  
پاس تھی ایک دوسرے میں ہمیشہ غموم رہتا تھا اسلئے کہ میں دیکھتا ان کا لباس میرے لباس سے اچھا ہے ان کی سواری میری سواری سے بہتر ہے۔  
جب دو عمدہ لوگ کی محالست ترک کی اور فقرہ کے پاس آٹھا بیٹھا شروع کیا تو اس غم سے بے باقی کرادیت نصیب ہوئی۔ (۶۱) کہ تعقل الطبع اور  
حق لوگوں کے دیکھنے سے قلب کو تکلیف محسوس ہوتی ہے خلوت میں اس تکلیف سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ جہاں اللہ عیسیٰ نے اپنا تجربہ بیان کیا  
کہ ہر شے کے لئے ایک شمار ضرور ہے جس میں مبتلا ہوتی ہے تعقل الطبع انسان کو دیکھنا روح کو بخار دے۔ ماہب شہادتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی کسی تعقل الطبع انسان کے پاس بیٹھا تو مجھے اپنے دل کا وہ حصہ جو اس سے قریب تھا بہت حسرت سے گراں ہوئی  
ہو اور خلوت کے یہ فوائد کسی شخص کو نصیب ہوئیں گے جو علم و دین بقدر فرض محال کر چکا ہو۔ حدیث خلوت میں تعلیم اوقات ہوگی اور بجائے فائدہ  
نقصان پہونے گا کہ نفس کے حق میں علم و دین بجز غیبیہ ہے جس طرح علم طب سے ناواقف مریض اگر طبیعت سے نیاز نہ ہو کر اپنا علاج شروع کر دے  
تو بجائے ازالہ مرض میں ترقی ہوگی اسی طرح بغیر تعلیمی علم و دین خلوت گزینی سے بجائے اصلاح نفس کے امراض بر حصے جائیں گے۔ اسی لئے  
ادباً طریقت فرماتے ہیں کہ خلوت گزینی عالم ہی کے واسطے نہیں ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۶۱) احادیث و روایات میں یہ مدعوہ و مقصود دونوں طرح مستعمل ہے۔ یہاں پر زبرد اور مدعوہ کے ساتھ ہے۔  
اصولاً اَصْلُهَا قَدْ رُفِعَ جَنْبُهَا بَخَارِ شَرِيفِ كَوَامِلِ بَخَارِ طِبْرِ الرَّحْمَةِ عَافِيَتِ كَيْفَا بَعْدَ اُكْلِ رَوَايَتِ فِي مَقْنُوحِ الْاَوْقَاتِ وَفِي اَمَامِ  
امکنہ کی طرح تبادل مکان نہ کر لو تبادل بقعہ مؤنت ہوتا ہے کسی نے ایک شعر میں اس کے احکام جمع کر دیے ہیں۔ شعر بحر اَوْ قَبَا  
ذِكْرُكَ وَآتِيَهُمَا مَعًا وَوَمَدَّ اَوَاقِصُ وَاصْرُقْ وَاصْبِغِ الصَّبَا فَكَمْ مَعْلَمَةٍ تَقْرِنَانِ مِيلَ كَيْ فَاسْتَبْرَأَ بِرِجْوَانِ جَانِبِ  
جانب پر ہے۔ سوال خلوت کے لئے غار حرا کی تخصیص میں کیا حکمت تھی جواب ہے۔ اہل نظر ہر حرا شریف کو وہ سرے فاروقی طہارت  
حاصل ہے کہ یہاں سے کبہ منظر نظر آتا ہے ہر گھر منظر دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی لئے خلوت کیا واسطے مخصوص کیا گیا جواب ہے۔ اہل باطن  
خلوت کیلئے غار حرا کی تخصیص میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دیوان صدامحییٰ میں اسی غار پر ہزارہ نامہ قدیم سے منعقد ہوا چلا آیا ہے جس میں عالم  
طے کیے جاتے ہیں۔ رحمتِ عالم صلا اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دیوان ملائکہ سے محفوظ تھا پھر بعثت کے بعد اس مرتبہ مرحوم کے اویا رہنے فرشتہ  
اس منصب پر فائز ہوئے یہ اور وہ ملائکہ آسمان پر جاتے رہتے یہاں تک دیوان لایا نہ آئے امت سے معذور ہو گیا اور اہل دیوان میں کوئی فرشتہ آتی نہ  
رہا۔ اب اگر کچھ فقادیوں ہوتا ہے کہ غوث کی نشست بیرون غار یا میں طور ہوتی ہے۔ کہ کہ منظر ان کے دامن شانہ کے تھے اور نیز شریعت  
بائیں ہاتھ کے سامنے اور چارہ قطب دائیں طرف اور تین بائیں طرف اور وکیل سامنے ہوتا ہے جسکو قاضی دیو لکھن کہتے ہیں۔ یہ ثبوت کی حد







حضرت عورت بعد از عاقبت اللہ تعالیٰ فرمایا کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھانسی ہوئی ان کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مستقل عورت حضور ہوا تو تبت  
کبریٰ کے درجہ پر ترقی تھے۔ حضور عورت اعظم بھی ہوا تو سیدنا افراد بھی جن کے بعد چلتے تھے اور جسے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب  
نامیں حضور عورت اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہوں کے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیسیٰ کبریٰ ملنا ہوگی (المعقولہ) اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ  
ہر ایک کے مقام عورت پر حضور عورت اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب کام کر رہے ہیں۔ سوال افراد کو ان اصحاب میں جن کے نام سے حضور عورت اعظم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا اکلہ فرماں کہا جاتا ہے جو اب اجلا ویا کر ام سے تھے ہیں۔ ولایت کے درجات ہیں انہیں عیسیٰ کبریٰ کے بعد فرویت  
ایک بلند ترقی کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں وغیرا ابھی ابھی فوت ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے میں سید  
جنگل میں ٹیلہ پر ایک لڑکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مکمل کا نوجوان ایک صاحب سے لڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پاؤں پڑا دیو کا  
کہا کہ تم مشغول کھڑا ہو مائیںوں نے کہا آپ نے کام میں مشغول ہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ عیسیٰ  
ہر مائیںوں نے کہا کہ میں مشہور کروں گا کہ حضرت خضر ہیں جس نے کہا اچھا میرے لئے دعا کرو مائیںوں نے کہا کہ دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے  
کہا کہ کتب میں ماکرنی ہوگی پس یہ دعا کی۔ **وَقَوْلَهُ خَطَّاهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا حقد زیادہ کرے کہ لکھ کر اس غائب کا  
تو نام نہ فرماتے گا۔ اور **فَافْتَحَتْ غَائِبَ تَحْتَهُ** حالانکہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے اگے بڑھا تو ایک  
اسی طرح کا نوجوان لڑکا کہ وہ کھڑا تھا قریب گیا تو کھڑا کھیل پر ایک عورت کھل کر اس سے مل رہی ہے وہ اس کے کھیل کا نوجوان ہے۔ میں نے پاؤں پڑا دیو کا  
کہنا چاہا تو غیب سے ندا کی۔ اے خضر اچھا کیجئے۔ اُس نے اپنی آنکھ کھولی اور کہا حضرت آپے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے  
دیں میں نے کہا تو میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ عیسیٰ مائیںوں نے کہا میں مشہور کروں گا کہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو  
کہنے لگے کہ دعا تو آپ ہی حق ہے۔ میں نے کہا تم ہی ماکرنی ہوگی۔ تو یہی وہ لکھی **وَقَوْلَهُ خَطَّاهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا  
نصیب کرے پھر کہنے لگے کہ ماکرنی بڑے جاؤں مائیںوں نے کہا کہ یہ بھی ماکرنی ہیں اس لئے کہ ان کے کہنے سے عیسیٰ مائیںوں نے کہا کہ  
میں لکھ کر ان کا انتقال ہو گا مائیںوں نے کہا کہ میں حکم ہی اتنا کہ اللہ میری نگاہ سے غائب کیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے لپکا کہ لکھ کر میں غائب  
تو لگا ہوا ہیں پھر جس طرح کیا۔ ایسا ہی کوئی ہے ماکرنی لپکا۔ جرح کر کے ہوں فرمایا ہاں شیخ عبدالقادر جیلانی (المعقولہ)

(فتحت فیہ الرحمۃ) فتح یعنی اللہ سے ماخوذ ہے۔ باب ففتح لکھ کا فاصد تجلب اس میں معنی ہے جس کے معنی ہیں سب  
اشتقاق سے فاعل کا اجتناب کرنا جیسے محبوب جو ب معنی ذنب سے مشتق ہے۔ اور فتح حرج یعنی اللہ سے اور بقا اللہ الہ  
اسی فاعل کے ملحوظ رکھتے ہوئے محبوب کے معنی ہوتے گناہ سے پر کہ محقق اور فتح حرج اور تالک کے معنی گناہ سے اجتناب کیا۔ یا بمعنی  
پتخت ہے کہ فاعل سے ہمتل ہو گئی جیسے حد ف میں کہ میں حدت یعنی پرتھا چنانچہ سیرت ابن ہشام میں اس مقام پر تصنف واد  
اور تحنف کے معنی خفیت یعنی درن در ہو کر ابتلع کرنا۔ اور تحنف کی تفسیر تعبد کیا تالک قبول اطلاق علی السبب اس لئے کہ عبادت گناہ سے  
بچنے کا سبب توبہ ہے ظاہر ہے کہ تفسیر کو کسی لای کی حالت اولیٰ ہے جیسے کہ تالک تفسیر کا لای ہے اور لای کہتی ہے اس میں عبادت کا الفاظ ہیں  
والتحنف التعبد من الذل و الخوف من تعویذ ہو تالک کہ تفسیر م المؤمنین حضور فاعل کشف صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نہیں در  
ناویوں کہنے قالت والتحنت التعبد بکفایت زیارت زکریا کے الفاظ وهو التعبد کان سے اراج مفہوم نہیں ہوتا فاعل میں تفسیر  
حضرت عرفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے تفسیر کسی اوی کی حالت ہے۔ علامہ طبری شافعی مشکوٰۃ نے زہری کی جانب منسوب کیا ماکرنی  
وکیل نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سوال حقیقی معنی درست ہونے پر بخاری معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو یہاں پر تحنف کے  
حقیقی معنی اجتناب گناہ ہوا لینے پر کوئی محقق نہیں تا پھر معنی بخاری کے ساتھ تفسیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جو اب حقیقت تفسیر ایک



امکان کے متعلق جواب کی مانند نہ رہے۔ فقہاء اشکال یہ کہ تحنث کے معنی اہل لغت ازالہ گناہ بیان کرتے ہیں چنانچہ خود ہی شرح مسلم شریف میں ہے قال حل الحنث اصل الحنث من يفعل فعلا يخرج به عن الحنث وهو الاثم فتح الباری شیخ البخاری میں ہے الحنث القاء الحنث وهو الاثم فتنزل من اس حدیث سے یہ فہم ہوگا کہ محبوب یہاں صلۃ اللہ تعالیٰ علیہ آوہ وسلم غرض اس لیے گناہ دہ کرنے کے لئے خلوت فرماتے تھے حالانکہ وہ فہم باطل ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل فوت و بعد موت گناہ مضیروہ و کثیرہ و ذل سے پاک ہوتے ہیں پھر انکار گناہ کی خاطر اشاعت اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے واجب است اقرار تہ تہ راحۃ قرأت ایشاال و محبت و بصیرۃ ایشاالہ جمع گناہاں خود روزگار شہر زینت و پس از زینت ہیں۔ قول مختار اس جواب تحقیقی ہے کہ تحنث باب تفصل سے ہوا مگر قاضی تجنب اس میں یا اجانبہ کے معنی ہیں قائل کا بعد اشتقاق سے اجتناب کرنا پس تحنث کے معنی تھے جنح سے اجتناب کرنا چنانچہ قرآن نے شروع مواہب لدنیہ میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ای یجنب الحنث ای الاثم لہ گناہ سے اجتناب کرنا و صورتیں ہیں ایک کہ گناہ کیا یا نہ تصنف ہوئے سے بڑا ہو کہ بعد تصنف نہ ہو کہ نہ کرنا۔ نوادر الاصول میں شرح فصول احباری میں اس غامض کو سمجھا کر فرمایا یجنب یعنی بہرہ کرنا انما حدیثیہ خوب بہرہ کرنا و خوب فتح و ضم ملے ہوئے معنی گناہ پھر فرمایا ابن حبانہ در شرح منقولی آرد اس خاصہ اناہیزہ سلب است و افعال چہ میتوان گفت و مثال مذکورہ و کردار خود گناہ و اس میتوان گفت و ستاہر ہوگا کہ اجتناب کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی ہم کہتے ہیں کہ یہاں پہلی صورت ہے۔ دوسری نہیں۔ حتیٰ کہ اشکال مذکورہ ہم نے جواب تشریح یہ ہے کہ اگر تسلیم کریں کہ اجتناب صرف دوسری صورت میں متحقق ہوتا ہے تو اشکال اس طرح مندرج ہوگا کہ یہاں یہ تحنث کے مجازی معنی تبدیل امر ہیں تحقیق نہیں۔ اس واسطے کہ وہی کہ تفسیر کی ضرورت پیش آتی۔ ہذا اصحابنا الطہنی راقی ہند و عروصہ اللہ تعالیٰ۔ یجنبہ کا مفعول فیستہ العبد کا نہیں بلکہ تفسیر غلط ہو جائیگی اسلئے کہ تحنث کے حقیقی معنی طرح مجازی معنی عبادت بھی شکی ساتھ مخصوص نہیں ہوا۔ یجنبہ کا مفعول غیر قرار دینے سے یہ فہم ہوگا کہ شہر میں عبادت فرماتے تھے نہ وہ شہر قدر ذکر شہر کی تخصیص ثانی انفاذ ہو جائیگی جواب نہیں بلکہ تخصیص اسلئے ہے کہ دلیل کو ہمارے پیش تقدیر فی الوجود حاصل ہے یا اسلئے کہ غلو کیا تھا کہ دلیل اسلئے ہے کہ مزاحیہ ہے کہ شہر و عبادت فرماتے تھے۔ لیکن اس عبادت میں آپ کی شریعت سابقہ کے متبع تھے یا نہیں علماء کے اس باب میں تین قول ہیں (۱) کہ قبل بعثت کسی شریعت کے تابع تھے یہ قول جہود ہے پھر عبادت مذکور علیہا الامام تھی یا جہود خود (۲) یہ کہ اسلئے تھے مگر کسی معین شریعت کے نہیں یا تمام شریعتوں کے کیا شریعت کے یا شریعت نوح کے یا شریعت موسیٰ کے یا شریعت عیسیٰ کے یا شریعت ابراہیم کے علیہم الصلوٰۃ والسلام غرض یہ ہے کہ شریعت ابراہیمی کی اتباع فرماتے تھے۔ وہ روایت مسنی تاہم کہ قی ہے جس میں یجنبہ کے بجائے یجنبہ آیا ہے۔ (۳) یہ کہ اس باب میں توقف کیا جائے کہ دلیل قطعی کسی جانب نہیں چنانچہ امام غزالی قدس سوا حق ہی نے اس کا اختیار فرمایا اسی طرح عبادت میں بھی اختلاف ہے کہ وہ کیا تھی یہ قول جہود ہے خارجہ شریعت میں نقل فرمایا گویا تھے غیر حقانی علیٰ المواہب میں ہے۔ وعن ابن الماریہ وغیرہ کہ ان یجنبہا الفکر و هذا علی قول الجمع و ہوا پنج چیزوں میں غور کرنا کہ تفکر کہتے ہیں (۱) آیات جو اللہ عز و جل کی وحدانیت و اس کی قدرت کا مدہد و الاحکامی ہیں جیسے زمین آسمان کی تخلیق۔ آفاق مشرق سے طلوع ہوا کہ مغرب میں غروب ہونا شہر مذکورہ ناہانا اور خود اپنی ہی پیدائش پھر کرنا کہ معرفت الہی نامذہب و قرآن کہ میں قرآن و فی الاخری آیات المؤمنین و فی انفسہم کواذ ابصر و نہ شہر بزرگ قرآن نہ و نظر ہوشیار ہر وقت و قرابت معرفت کہ گھر و فی علی شہر لہ آیتہ و قد لہ علی آتہ و اجد حضرت سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعہ ہر گز ہے کہ انہ میں مدیہ و معصو لا شریک الہ گویا (۲) ظاہری اور باطنی نفیس گناہ پر غور کرے محبت الہی بڑھتی ہے (۳) ثواب جو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کیلئے قرار فرمایا ہے تاکہ طاقت میں رغبت زیادہ ہو۔ اور اس کے حصول کے واسطے زیادہ کوشش کرنا کی طرف جمیع تہمتیں ہوجا



(۴۴) عقاب جبرائیل تعالیٰ نے کہا تو ان اور ان فرماؤں کے لئے تیار کیا ہے تاکہ رسول کے قلب میں خوف الہی پیدا ہو اور معاصی سے عقبت نہ بنے کی کاسل  
 کو شش کرے (۵۵) احسان اور ناشکری کہ مولیٰ تعالیٰ نے کیا احسان فرمایا اور میں ناشکری میں گرفتار نہیں ہوں۔ اس پر غور کرے قلب میں حیا پیدا  
 ہوگی اور اپنی ہمت شکر کی بات سے متغیر ہوگا۔ اس فکر میں قلب کی توجہ مشرتادہ وضع کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے نظر برائے  
 اسکی تفصیل میں تفاوت واضح ہوا کہ بعض دایات میں ایک ساعت کے فکر کو رات بھر کی بے فکر ہو جانے کے افضل بتایا۔ اور بعض میں ایک ساعت  
 کے فکر کو ایک سال کی عبادت سے بہتر فرمایا اور بعض میں ارکان ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے لیکن باری ہر  
 محققین فرماتے ہیں کہ آپ غار جبرائیل کی کو فرماتے تھے نہ فکر چنانچہ شیخ کا سلاہ امام محمد الدین شیبانی نے قدس سرہ کے  
 سفر السعادت میں باری تعالیٰ کا تصریح فرمائی۔ "علماء را درین مسئلہ دو قول است کہ عبادت سے دلائل غفلت بکمر نہ آید۔ بعضی گفتہ اند عبادت  
 سے علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام بیکو یوں بعضی گفتہ عبادت بد کر لود۔ وایں قول صحیح ترست و بقول دل چنداں تصریح و التعلیٰ نہ آید  
 محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے اشعة اللمعات جلد چہارم صفحہ ۵۰۶ میں بحث فرمایا و صحیح است کہ یہ ذکر  
 برونہ بیکو۔ اس لئے کہ مرتبہ ذکر کو مرتبہ فکر سے اعلیٰ ہے اور اس لئے کہ تہہ جب اپنے مولیٰ کا ذکر کرتا ہے تو مولیٰ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے اور ذکر  
 ذکر تہہ سے کہ احوال سے کوئی حال ایسا نہیں کہ صفت حق بل مجرہ اس کے مقابل واقع ہو۔ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا "من ذکر حق فی  
 قلبہ ہذا ذکر حقہ فی نفسہ ومن ذکر حق فی مملکۃ ذکر حقہ فی مملکۃ من مملکۃ یعنی جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ذکر  
 میں بھی اس کا ذکر غفلت میں کر دینگا اس کو سکونہ نعمت ہر دست ہوں گی جن کا علم بجز میرے عام مخلوق کو ہوگا اور جو میرا ذکر کسی مجلس میں کرے گا تو میں  
 اس کا ذکر ایسی مجلس میں کر دینگا جو اس مجلس سے بہتر ہوگی۔ قرآن کریم میں فرمایا "فَاَنْتَ تَكُونُ فِيْ اَذْنِ خَدَّكَ" یعنی میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کر دینگا۔  
 اور فرمایا "يُحْيِيْكُمْ وَيُمِيتُكُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں قانینا اس لئے کہ ذکر حق بل مجرہ کی ذات  
 متعلق ہوتا ہے بخلاف فکر کردہ ذات متعلق نہیں ہوتا۔ حدیث میں اس سے ممانعت وارد فرمایا۔ "تَفَكَّرُوا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَكُلَّ تَفَكُّرٍ وَ  
 فِي اللّٰهِ۔ ہاں فکر آثار قدرت اللہ نعمت غیر سے متعلق ہوتا ہے نیز ذکر لیسان نفس اور ذکر میں قلب کا سبب بنتا ہے۔ اور فکر میں تفکر  
 اپنے نفس میں احوال پر قائم رہتا ہے فکر سے اگرچہ صفات شریفہ پیدا ہوتی ہیں لیکن آیات آسمانی اور نفس میں فکر کیسے معرفت ہوتی ہے اور دونوں  
 میں فکر کیسے شکر کی توفیق ہوتی ہے اور بعد میں فکر کرنے سے اُمید غبت اور وعید میں فکر کرنے سے خوف و ہیبت پیدا ہوتا ہے لیکن  
 ذکر حب غلبہ پاتا ہے و مرتبہ فکر کے حصول اور جمیع ماسو کے لیسان اور غلبہ سرور اتصال بات حق کا سبب بنتا ہے۔ مولانا ارم قدس سرہ کے اس  
 شعر کا پس مطلب یہ ہے اللہ اللہ گفتہ اللہ می شود۔ اس سخن حق سے است با اللہ می شود۔ ثالثا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو فی الکریمتے میں متفکر  
 نہیں کہتے تو ذکر صفت حق ہوتی اور فکر صفت عبد۔ ظاہر ہے کہ صفت حق بہت کی صفت افضل و اکمل ہوتی ہے پس صفت حق سے بندہ  
 کی جو صفت مذکورہ مناسب سمجھتی ہے وہ بنسبت اس صفت افضل و اکمل ہے جس میں تناسب نہیں لہذا ثابت ہوا کہ مرتبہ فکر مرتبہ فکر سے اعلیٰ  
 ہے نہ کہ ثابت میں مطلقا عبادت مذکورہ کسی عبادت کی تعبیر نہیں اور بظن اپنے فرقہ کامل پر محمول ہوتا ہے۔ اور عبادت کا فرقہ کامل ذکر ہے  
 پس غار حرا کی عبادت اسی پر محمول ہوگی۔ پھر باعتبار موصوف ذکر میں قسم ہے (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی (۴) ذکر لسانی پروردگار  
 کو جسے ذکر قلبی محال ہوتا ہے اور ذکر قلبی کی مزاولت سے ذکر روحی جو ذکر کا فرقہ کامل ہے اور بعض حضرات نے یوں قسم فرمائی (۱) ذکر لسانی قلبی  
 کے ساتھ سے ذکر عبادت بھی کہتے ہیں یہ عوام کا ذکر ہے (۲) ذکر لسانی حضور ﷺ کے ساتھ اسے ذکر عبادت کہتے ہیں۔ یہ ذکر ذکر خاص ہے (۳) تمام  
 اعضا کیساتھ ذکر ہے یہی ذکر روحی ہے کہ قلب مستقل ہو کر جیوش پر وارد ہوتا ہے تو غافل کی نایابی نور سے متبدل ہو جاتی ہے اور اگر غافل نہ ہو  
 ناری کی پہلے ہی ناکل ہو چکی ہے تو نور علی نور کا افادہ کرتا ہے۔ نامشروع خدا سے پس اللہ اجزائے جسم فنا ہو جاتے ہیں صرف پاکیزہ اجزا باقی



کہ جاتے ہیں اس وقت تمام راز سے ذکر سمع ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ کافروں میں باہر نکل کر اس کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جس پر وحی رحمت اللہ تعالیٰ ملے  
فرطے ہیں ہا یہ اصحاب میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کرتے تھے ان کے اوپر رحمت کی کڑی گری ہوئی تھی اس سے سرچھٹ گیا انوں کے قطرے ٹپکے تو زمین  
اللہ تعالیٰ کہنے لگے اے اسکو ذکر رحمت بھی کہتے ہیں۔ یہ تو اصل ان خاص کا ذکر ہے۔ اور باعتبار صفت ذکر قسم پر ہے (۱) چہرہ (۲) حنی۔ ذکر چہرہ  
چہرہ رضی کا طریقہ یہ ہے کہ چاند کو میٹھے ہائیں زانو کی رگ کھاس میں نہاؤں کے انگوٹھے اور اسکی برائیکی انگلی میں لے پھر سر جھکا کر اس  
گھٹنے کے عمادی لاکر کلام بیان سے شروع کر کے گھٹنے کی عمادات تک کھینچتا ہوا لے جائے۔ اب یہاں سے اللہ کا ہمزہ شروع کر کے  
لام کے بعد کا الف نہیں مٹاتے تک کھینچ لیا جائے۔ اور وہ دینی طرف خوب متوجہ ہو کر کہے پھر وہاں سے اے اللہ قوت کیساتھ دل پر ضرب  
کرے موبار یا صاحب قوت کم سے شروع کرے پھر عطیقت و فوست بڑھا تا جائے بہتر یہ ہے کہ پانچ بار ضرب دروازہ تک پہنچائے جب حرارت  
پر ٹھنڈے تو ہر سو بار کہہ دے ایک یا تین بار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہے تسکین نصیب کی۔ مگر جلدی  
جب تک ننگہ دہن ہو تا صحرایہ حرارت کا مٹنے سے یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کہ یہ ان کے کسی غمزدی یا ذکر یا مرض یا سونے کو توڑ دینا  
نہ ہو مگر کچھ کہنا آنا ہے تو جھوٹے اور خال یا کوہن کوہن کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارگاہ الہی کی طرف رجوع لائے  
تائب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہدایت ہو جائیگا۔ مخدوم الملک شاہ مینا قدس سرہ ذکر شروع کرتے سے پہلے تین مرتبہ درود پڑھتے پھر یہ آیت ثابت  
کہتے کہ **قَاتِلُوا قَتْلَ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** بجز ان کلام اللہ تعالیٰ  
اللہ تبارک و تعالیٰ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر شروع کرتے اور جب تک نفق پاتے اور دم مسامت کرنا مشغول ہے  
آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور یہ دعا کرتے **اللَّهُمَّ قَاتِلْ لِي كَرْهِي عَلَى قَدْرِ قَلْبِي عَقْلًا وَدِينًا وَفَهْمًا**  
**فَاتُكْرَهِي عِنْدَكَ عَلَى قَدْرِ بَاسِعَةِ سَخَمَتِكَ وَقَضَاكَ يَا خَيْرَ الدَّائِرِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ** بخود الملک  
شاہ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ علقہ بھڑک کر نہ کرنا سنت مشائخ ہے لہذا ہم مشربا صواب کجیج کر کے ذکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ ذکر خفی کا  
طریقہ یہ ہے کہ دروازہ اوکھڑے کر کے زبان سے چلے کہ نہ حرکت ہو بعض قصہ سے ذکر کرے کہ اس شخص کو آواز بھی نہ سناں ہے۔ منہ و ذیل ہلکے  
طریقوں میں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے (۱) ہر جگہ کہان سے کلام کا مکمل نکل کر سر جھکا کر اوپر اٹھاتا ہو اللہ کی کا دماغ تک لیجائے  
اور معاً **اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ** کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضربت یادل پر لگائے۔ (۲) اسی طور پر **اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ** کا لام نہات نکال کر  
سر جھکا کر اوپر اٹھاتا ہو اللہ کی کا دماغ تک لیجائے اور معاً **اَللّٰهُمَّ** کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضربت غواہ دل پر لگائے  
(۳) صرف **اَللّٰهُمَّ** کا ہمزہ نہات سے اٹھا کر **اَللّٰهُمَّ** کا ال دماغ تک لیجائے اور معاً **اَللّٰهُمَّ** وہاں سے آکر نہات یادل پر ضرب لگائے۔  
(۴) فقط **اَللّٰهُمَّ** کا ہمزہ نہات سے شروع کر کے **اَللّٰهُمَّ** کا دماغ تک پہنچائے اور معاً **اَللّٰهُمَّ** وہاں سے نہات یادل پر ضرب لگائے (۵) محض **اَللّٰهُمَّ**  
لیکھوں تھا کہ ہمزہ نہات سے اٹھا کر لام دماغ تک لے پھر وہاں سے **اَللّٰهُمَّ** کی ضربت یادل پر لگائے۔ اس ذکر کو نوبار سے شروع کر کے  
حسب معنی ہزار بار تک پہنچائے۔ ان پانچ طریقوں میں پہلا طریقہ افضل ہے کہ سید الذکرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
**اقْتَصِلْ إِلَيَّ حَقْرًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** سب کړوں سے ذکر **اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ** افضل ہے۔ پھر ذکر خواہ کسی طریقہ پر ہو نہایت قلب میں  
جلا بیٹھتا ہے۔ محبوب خالص اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کل شئی صیقل و صفا قال القلوب ذکر اللہ ترجمہ ہر چیز  
کیواسطہ ایک بالشی ہوتی ہے جو میل میل ہو کر کہ اسیں نکھار دیا کر دیتی ہے۔ اور دلوں کی بالشی ذکر اللہ ہے جو دلوں کی زنگ کو نیست  
نابود کر کے نکھار دیتا ہے کہ جب چاہو اس میں جمال و دست بیکہ کو۔ یہ خوبی دوسری عبادتوں میں نہیں ایسی ہے جلا جلا  
پر فضیلت رکھتا ہے۔ نظروں پر نہایت انبوی ہے۔ خیر **اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ** ذکر اللہ تعالیٰ ترجمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے بہتر ہے اسکی

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری







محمد بن عبد اللہ کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ وہ عمار اور ہشیرہ و ہاراد کے اہل بیت سے مل کر لوگوں سے افضل ہو کر میرے باب فخر موجودات  
افضل کا ساتھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں بعد میں ہی اللہ ماجد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میرے بھائی حضرت فاطمہ رضی  
تعالیٰ عنہا اور میری ہشیرہ خاتون جنت حضرت فاطمہ ہارادی رضی اللہ عنہا ہیں جنگ جمل میں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
لشکر لڑ کر کیا ساتھ جا کر شہادت نوش فرمایا یا بقول دیگر مقام بصرہ کا خون میں غارت پانی میں مٹاؤں سے تقریباً ستر ہزار اموات ہو کر  
لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مشغول تھے آپ کے جملے کو اٹھانے کے لئے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو ایک خاتون نے بطور تدبیر یہ الفاظ کہے ۔  
وَاِهْبِذْكَ اِنَّ ابْنَتَ جَهَنَّمَ لَافْزَعَتْ بِكَ وَاسْتَغْفِلُكَ اللَّهُ فورا تمام جنازے چھوڑنے لگے اور سب لوگ آپ کے جنازے پر حاضر ہوئے  
اور اسکو انگلیوں کے پوڑوں پر اٹھا کر پہلے آپ کے سب سے احترام تھا جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہو گئی تھی  
ابوہدالہ کی وفات کے بعد آپ کا نکاح عتیق بن عابد سے ہوا ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا پھر آپ کے انتقال کے  
بعد نبوی تہجد میں داخل ہوئے سو ق ایک عمر شریف چالیس سال تھی اور نبوی میں بارہ گھنٹیں سال نکاح کی قدرے تفصیل یہ ذکر  
آپ کے چچا ابوطالب سے عرض کیا ہے ہاراد اس میں لدا رہے تھے ساری ہو رہی ہے ہمارے ہاتھ میں کوئی تجارت نہیں اتنی دولت جو ضرورت  
زندگی کو اس سطح کفایت کرے آپ کی قوم کا فخر حضرت شام جاہلہ ہے خدیجہ بنت خویلد معاوضہ پر کچھ لوگوں کو اپنا مال دیکر بغرض  
تجارت بھیجا کرتی ہیں اگر آپ کے پاس جا کر اپنا پکوان کام کیلئے پیش کریں تو وہ قبول کر لیں گی بلکہ ادوں سے آپ کے لئے معاوضہ زیادہ  
مقرر کریں گی اسلئے آپ کی اخلاق پاکیزگی کا انکو علم ہے اگرچہ آپ کا شمار جانا بھلا پسند نہیں کیا کہ یہودی کی شرارتگری کا آپ کے متعلق ظہر ہے مگر  
اس وقت بغیر جانے بھی چاہتے ہیں آپ نے جواب ارشاد فرمایا ممکن ہے کہ اس کام کے لئے وہ خود ہی خواہش ظاہر کریں ابوطالب سے عرض کیا  
تاخیر کرنے میں بھیجاؤ نہ شہد کہ وہ کسی دست پر کر دیں پھر آپ کی طلب ایسی تیز کی طلب ہوگی جو آپ سے دو گروں ہو چکی اس سوال کا جواب پر  
گفتہ ہوگا اختتام ہوا اور کسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفت کا علم ہو گیا فرماتے لگیں مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ یہ ارادہ  
لیکھتے ہیں پھر خدمت اقدس میں کہا بھلا اگر آپ کی لاست گولی امانت اڑی دشمن اٹھانے سے بھلا اس پر آمادہ کیا کہ خود درخواست پیش کرتی ہو  
بہر ادوں کی نسبت آپ کو دو معاوضہ پیش کر دی گئے حضرت نے فرمودے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور ابوطالب نے ذکر کر کے حضرت کے  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام حبیبہ نامی کے ہمراہ نام کو راز نہ لگائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبیبہ کو ہدایت فرادی تھی  
کہ آپ کی رائے میں اختلاف کر کے نہ عدل ملے۔ اول سے آخر مفرک جو حبیبہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے پایاں کرم و امانت میں حضرت خدیجہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو دونٹ ہانگے اور حبیبہ بھی آپ کی وجہ سے چھپے رہ گئے حضور پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلے کے مقدم  
تھے میں تھے تنہا آپ کے باعث حبیبہ کو اپنے اوران اوتوں کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو دو روز خدمت اقدس میں حاضر تھے اور سارا ماجرا  
عرض کیا حضور نے آپس شریف لاکر ان اوتوں کے تلووں پر دست باند کر پھر کر کچھ دم فرمایا پھر کیا تھا ایسے طاقتور ہونے کے سبب لائے ہوئے  
قافلے کے آگے جسے میں پہونچے شام ہو چکا بصرہ کی کے بازار میں ایک شکر درخت کے نیچے قیام فرمایا جسکی ٹہنی بھی بوسیدہ ہو چکی تھی آپ کے  
قیام کی رکت سے اس وقت یہ درخت بھی سرسبز ہو گیا اور اسکے ارد گرد بھی بے گڑھاس نمودار ہو گئی بلکہ زمین پھل آ کر نیک بھی گئے اور شافیں  
جھک کر آپ سے قربتے لگیں اس درخت کے قریب فسطون نامی رابیب کا عبادت خانہ تھا اسے وہاں سے جھانک کر حبیبہ کو دیکھا  
چونکہ رابیب کی حبیبہ کے ساتھ پہلے سے جان پہچان تھی اسلئے حبیبہ سے رابیب سوال کیا کہ اس درخت کے نیچے اترنے والے کون ہیں  
حبیبہ نے جواب دیا کہ فیصلہ دیکھ کے حرم شریف میں پہونچنے والے ایک مرد ہیں فسطون رابیب کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی دوسرا  
شخص نہ نزل نہیں کیا پھر دریافت کیا کہ کیا اللہ کی آنکھوں میں سر نہ تھی ہے؟ حبیبہ نے کہا ہے اور کبھی دوسرے نہیں ہوتی فسطون نے



جہاں یہ ہے کہ پہلے ہی میں کاش مجھے ان کی ہوشیاری کا نہ نصیب ہو۔ پھر سنسٹو میں سے ہوا دیکھا اپنے عبادت خانہ سے، ان کو خدمت اقدس میں حاضر ہوا وہ کہنے لگا کہ میں لادت و عنین کی قسم دیکھ رہا ہوں کہ ان کا نام کیا ہے؟ آپ کو اس قسم سے براہ فرشتگی میں ہوتی اور فرمایا کہ تیری مل جھک کر مئے ماسکے پاس ایک شتر تھا، اسے نظر کرنے لگا پھر لو لواتو ریت کے نازل کوئے والے کی قسم دیتی ہیں ساتھین میں سے ایک صاحب خیال ہوا کہ یہ رام بیک کے ساتھ ہوا ارادہ رکھتا ہے۔ فوراً لواتو نکال لی اور باواز بلند کہا ہے۔ ولاد غالب ملے ہمارے ہی دور پر ملے۔

اد کہنے لگا کہ میں نے خائف کر دیا۔ اور واپس دیکھ کر دیکھ کر اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوا اور اندر سے کوٹھڑی کے لئے پھر اوپر چڑھ کر اپنے شے جو کر کہنے لگا۔ اے لوگو تم مجھ سے کیوں خائف ہو گئے؟ قسم اس ذات کی جس نے آسمانوں کو زمین ستون کے بلند فرمایا بیشک میں اس قسم سے نہیں ہوتا ہوں کہ اس درخت کے نیچے آتھو والے رب العلیوں کے رسول ہوں گے اللہ تعالیٰ انکو ہر روز تیار اور ہڈی ہوا کیسا تھبعوت فرمایا گیا۔ وہ آخری نبی ہوں گے جو انکی امانت کرے گا یہ کہات ملیگی ادنا فرما لی کرنے والے گمراہ ہوں گے۔ اولاً ایک واسیت میں ہے کہ سنسٹو میں سے جب یہ کوئی سایہ کہنے دیکھا تو صیسی کی نظر پڑا کہ ایک قریب یا اقدم جو کہ سر مبارک کو کوسرے کی عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لایا میں گو ایوی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں دیکھ فرمایا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی نبوت پر ولادت کرنا والی علامتیں جن کا مکتب تقدیر میں رکھا ہے میں نے پہچان لیا ہر ایک علامت باقی رہ گئی ہے۔ اپنے شانے کھول کر دکھائیے۔ آپ نے دونوں شانوں سے کپڑا اٹھایا تو اس کے خاتم نبوت چکن نظر آئی فوراً اس پر سر دیکھنے لگا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سو کوئی محبوب و رحیم نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اس کے رسول ہیں نبی رحمتی ہر جگہ شریف آدمی کی ابن رحمت حضرت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے کوئی نہ آئے گا پھر نبی احمی کے جو عربی یا شعی کی ہوں گے میرے شفاعت پر فائز ہو جس کو شراکتے پر نہ صرف اور میدان قیامت میں ملو اے الحمد للہ انہیں کچھ جھٹکا ہو گا بعد از اس بازار میں تشریف لے گئے اور جو سامان تجارت بہراہ تھا اسکو فروخت کیا۔

اور کچھ خریدا ایک شخص سے آپ کسی سامان کے متعلق کچھ اختلاف ہوا۔ اسے کہا کہ کلات وعنین کی قسم کھائیے۔ آپ نے فرمایا میں نے انکی قسم کبھی نہیں کھائی اس پر اس نے کہا کہ آپ ہی کی بات صحیح ہے پھر علیحدہ ہر کو صیسی سے کہنے لگا اے صیسی یہ نبی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں تیری جان ہے۔ یہی ہیں جن کا وصف ہمارے علم و کتابوں میں پاتے ہیں صیسی نے ان تمام امور کو محض فکر کیا دیکھتا فلہ تم شریف کو واپس لوٹا تو صیسی کا یہ دیکھتے تھے کہ وہ پہر کو بروقت شدت حرارت دھڑکتے آپ پر سایہ کرتے چلتے ہیں۔ سزا کردہ واقعات صیسی کے دل میں اب بھی مثبت پیدا ہو گئی تھی۔ راستے میں اس طرح نے کہ گویا ایک غلام میں خائف جب مقام ظہران پر پہنچا جسکا کھل وادی فاطمہ کہتے ہیں تو صیسی نے خدمت اقدس میں غیر خواہی کے طور پر عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پہنچے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہاتیں حاصل شدہ نفع کا تذکرہ فرمائیں جو ان کو مولیٰ تعالیٰ نے آپ کی بدولت مرحمت فرمایا تو میں اس کا مقرر شدہ معاوضہ میں حاضر کر دیتی چنانچہ آپ کو بار بار کہنا ہو گئے اور دہرے وقت کہ شریف میں داخل تھے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالاخانہ میں چند مستورات کیساتھ بیٹھی تھیں۔ انہوں نے غریبی سے خود بھی دیکھا اعلان مستورات کو بھی دکھایا کہ داخلہ کے وقت آپ پر دور سے سایہ کئے تھے ہیں۔ یہ دیکھ کر مستورات کو تعجب ہوا۔ آپ نے پہنچ کر کہات کا نفع بتلایا جو پہلے کی نسبت دو تہا تھا۔ اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مسترت ہوئی اور دریافت کیا کہ صیسی کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جیسے جگہ میں حضور آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تعجب واپس ہو کر ان سے فرمائے کہ عملت کیساتھ بیٹھیں۔ واپس بیٹھنے سے اس امر کی تحقیق منظور تھی کہ میرے رشتوں کو سایہ کرتے دیکھا تھا وہ آپ ہی ہیں یا کوئی اور۔ آپ پھر وار واکر واپس ہوئے۔ بعدہ بالاخانہ پر چڑھ کر دیکھنے لگیں۔ چنانچہ دیکھا کہ فرشتے سایہ کر رہے ہیں۔ اب تعین ہو گیا کہ وہ سایہ آپ ہی پر ہو رہا تھا۔ صیسی وہ جگہ تے تو ان سے اسکا ذکر کیا انہوں نے کہا۔ میں تو اس وقت سے دیکھ رہا ہوں کہ شام سے۔ والہی ہوئی تھی۔ اور کچھ



واقعات بھی بیان کئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے طے شدہ معاوضہ سے دفاع پیش کیا۔ پہلے پچھڑا دھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر لایا پھر مہدیہ اور عیسٰی کے مابین کردہ واقعات ذکر کئے۔ ورقہ نے کہلے خدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہوگا کہ اس امت میں ایک نبی پیدا ہوئی ہے۔ ہر ایک دینی زمانہ ان کے ظہور کا ہے۔ پھر ورقہ بخیاں تاخیر ظہور منتظرانہ میں کہنے لگے۔ کتنا ہوگا؟ کتنا ہوگا؟ اور مندرجہ ذیل شعار پڑھنا شروع کئے۔

میں پہلے سے تذکیر ناس بالاسلام کرتا تھا۔  
ایک ایسے حزن کے باعث جس سے چکیاں بندھ گئیں۔  
لیکن خدیجہ کے بار بار کے بیان سے ہاب اس پر اور جسم گیا  
تو اسے خدیجہ میرا انتظار بہت دواڑ ہو چکا ہے۔  
میری توقع کے مطابق سر زمین مکہ و شرب میں۔  
تمہاری بات ظاہر ہوگی کہ مجھے اس سے ظہور نبوت مہم ہوتا ہے  
تمہارے نقل کردہ قول راہب کے سبب  
جس کا ناراست ہونا مجھے پسندیدہ نہیں۔

وہ یہ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مقرر کیا کہ اندر تر بیتا ہو جائے گا  
اور انہیں ایسے لوگوں پر ظہور حاصل ہوگا جو ان کے مقابل جنت میں آئیں گے  
ادودہ شہروں میں ایک نو کی ضیاء باری فرمائیں گے۔  
جس سے مخلوق کا شیرازہ انتشار سے محفوظ ہو جائے گا۔

تو جو ان سے جنگ کرے گا تو اسے ظلم و بیسودی نصیب ہوگی  
تو کاش اس وقت جبکہ یہ باتیں ظہور میں آئیں۔

میں بھی موجود رہوں ادودہ دوسرے لوگوں کی نسبت میرا دخل۔  
اس مذہب میں جس کو قریش پسند نہ کریں زیادہ ہو۔  
اگر قریش کو میں اس کے خلاف پہنچا دیتا ہوں

ان سب کو جو مذہب ناپسند ہے مجھے مہذب ہے کہ اس کے ذریعہ  
پہنچی میں گئے تو کھوکھلا ملک عرب کی بارگاہ میں عروج حاصل ہوگا۔  
اور پستی اس کے سوا اور کیا ہے کہ انکار کر دیا جائے۔

اس ذات کا جبکہ برگزیدہ کیا۔ ہر طرح کو بلند فرمائے والے نے  
تو اگر مہذب ہے اور میں بھی تو ایسے واقعات کا سامنا ہوگا۔  
جن سے خوف کے باعث کافر جہنم میں آئیں گے  
اور اگر میں فوت ہو گیا تو خیر۔ ہر جوان کو مغز زہیب

بَحْتٌ وَكُنْتُ فِي الدِّخْرِ تَجُوجًا  
لِقَمَرٍ طَامًا بَعَثَ الشَّيْخَا  
وَوَصِفَ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصِفِ  
فَقَدْ طَالَ اِسْتِظَارِي يَا خَدِيجَا  
بِطَيْنِ الْمَكِّيِّنَ عَلَيَّ رَجَا فِي  
خَدِيشِكَ اَنْ اَمْرِي مِنْهُ خَرُوجَا  
بِمَا خَبَرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَتِي  
مِنْ الرُّهْبَانِ اَحْرَا اَنْ يَخُوجَا  
يَا مُحَمَّدَا سَيَسُوْنُ فِينَا  
وَيَخْصِمُوْنَ مَنْ يَكُوْنُ لَهُ حُجُوجَا  
وَيُظْهَرُ فِي السَّلاَءِ ضِيَا نُورَا  
يَقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةُ اَنْ تَخُوجَا  
فَيَلْقَى مَنْ يَحَارِبُ بِهِ خَسَارَا  
وَيَلْقَى مَنْ يَمَالِمُهُ فُلُوجَا  
فَيَا لَيْتِي اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ  
شَهِدَاتٍ وَكُنْتَ اَحْرَهُمْ وُلُوجَا  
وَوُجَا فِي الَّذِي عَرِهَتْ مَرِيَّتَا  
وَوُجُوْتٍ بِمَكْتَبِهَا حُجُوجَا  
اَمْ جِي يَا لَيْتِي كَرِهُوا جَمِيْعَا  
اِلَّا فِي الْعَرْشِ اِنْ سَقَطُوا عُرُوجَا  
وَهَلْ اَمْرًا سَقَالَةً غَيْرُ كَفَرَا  
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوجَا  
فَاِنْ يَبْقُوا وَابْنٌ يَكُنْ اَمْرَا  
لَنْصَبِ اَكْبَادُورُنْ لَهَا ضُجُوجَا  
وَاِنْ اَصْلِكَ فَمَنْ سَيَلْقَى



























محکم کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاً بروقت استعلاوت اوم علیہ السلام سناؤ کہ اٹھا کہ حامل خلافت بشریت علم صبی قوت  
 اوم علی کے اعتبار سے ملکیت پر غالب ہے یہاں تک کہ شیخ اناث لا علیہ لنا اناث اناث العلیم الخلیفہ کہہ کر ہوئے  
 انہیں اعلان کی ساری جماعت کو اپنے جبر کا اعتراف کرنا پڑا تھا پس شیعہ الہی مقتضی ہوئی کہ انہیں اوم اور مر کا بھی مشاہدہ کر دیا جائے  
 کہ خلافت الہی کی حامل بشریت کا تفوق ملکیت پر اوصاف و حالی تک محدود نہیں بلکہ بشریت قوت جمالی کے اعتبار سے بھی قائل ہے تاکہ  
 خلیفہ عظمیٰ علی اندہ عالی علیہ السلام کی دونوں حقیقت سے یکسانی کا اعتراف ابتدائی سے حاصل ہو جائے چنانچہ ایک انہوں نے اسکا اعتبار  
 بھی کیا جسکو امام احمد و غیرہ محدثین کو اس نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور پیرل میں علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے خدمت قدس میں عرض کی جس نے امین کے مشاق و معارف لٹ لٹ کے کوئی شخص حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا کسی مشاعرے میں مضمون کیا پھر زبان میں طرح ادا کیا ہے ست : بسر میں سے اک روز یوں کہنے لگے شاید ہم  
 تمہارے تو چھوڑ دینا دیکھو یہ ہم کی عرض جبریل کے لیے جس میں تشریف لے جاتا تھا کہ اوم سیر جان و دہام : بیارو خان تمام لیکن تو چھوڑ دینا  
 اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ملک قوت کا تحمل کسی بشری جسم سے ممکن نہیں تب بھی مسلک اباب تلویکے مطابق ایک بہترین جواب ہو سکتا ہے جس  
 کی تفصیل یہ ہے : توحید کے تین مرتبے ہیں : (۱) کا نام توحید اولیٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت تسلیم کرتا  
 عبادت کی حل سے تصدیق اور زبان سے اسکا اقرار کرے : یہ توحید عظم ظاہر سے مستفاد ہوتی ہے اسکا حصول شرک علی سے ہی کر  
 انسان کو مسلک اسلام میں منسلک کر دیتا ہے جو فیصلے کے واسطے ہر مومن کے ساتھ اس وقت توحید میں شریک ہوتے ہیں اور وہ غیر مرتب  
 کوئی ہے لہذا امتیاز حاصل ہوتا ہے : (۲) توحید ثانی علمی : وہ یہ کہ بندہ جب طریق تصوف پر گامزن ہو تو اولاً اس بات کا یقین حاصل  
 کرے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سبھی یقین رکھے کہ جملہ ذات و صفات اور افعال اسکی ذات و صفات و افعال  
 منطوق ہیں سب ذات کے فروغ کو ذات مطلق کے نور سے ناشی اور ہر صفت کو صفت مطلق کا پرتو اعتقاد کرے چنانچہ جہاں کہیں علم قدرت  
 ارادہ سمیع بصیر کا ظہور ہو تو یہی یقین رکھے کہ الہی علم الہی قدرت الہی ارادہ الہی سمیع الہی بصیر کے سب آثار ہیں کسی طرح جاتی صفات  
 کو بھی الہی صفات کے ابتلا امتداد کرے شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ نے فرمایا کہ بشریت میں توحید حق و قیوم کو قبول کرنا  
 ہے کہ تمام اجال : یا کسی کی جانب توجہ ہے یعنی خلقی مظاہر سے جو کچھ بندے پروردگار پروردگار ملام خواہ ماہہ سیکو اسی کے حوالے کرتا یعنی مطلق  
 کو نظر انداز کرے حق سبحانہ تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے آپ کو ایسا سمجھے جیسے قلم بدست کا تب : و سائل کو معذور جانے اگر کوئی چیز  
 : و فیہ صبح پیش کے شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ حق سبحانہ اس صورت میں ظاہر ہو کر غفلت فرماتا ہے اور اگر کوئی مکروہ ہوئے تو یقین کرے کہ حق سبحانہ  
 اس صورت میں مجلی ہو کر غیبت فرماتا ہے تاکہ ناپسندیدہ اطوار سے اجتناب کر کے پسندیدہ طریقے پر جائے ساسی واسطے سالک واجب ہے کہ  
 بروقت حادثہ مکروہ اپنے احوال کا پورا پورا تھوڑ کرے ظاہری اور باطنی اعمال کی چنانچہ میں میں ہر طرف ہوجائے اگر کسی صفت مذموم پر مطلق  
 یا غفلت پر یا تصبیح اوقات پر یا اعمال عبادات پر یا صفات محمودہ کے ترک پر ذرا اصلات کی طرف متوجہ ہو : آیات بزرگ نے موسیٰ پر بارش  
 ارادہ فرمایا کہ بغیر تھوڑے کسی مالہ زار میں تشریف لے جائیں زمین کس کر سواری حاضر خدمت کی گئی فرمایا موزہ لاؤ تاکہ اسکو پہن کر سواری پر  
 بیٹھیں موزہ پیش کیا گیا تو دیکھا کہ چوہے نے دو انگشت کاٹ ڈالا ہے : ان بزرگ نے موزہ کٹا دیکھ کر پہلے فوس کیا اور بعد اظہار ندامت کیا  
 حاضرین نے عرض کیا کہ اس قدر سے نقصان نہ آتا ہے میں اور اس قدر اظہار ندامت کس لئے ؟ فرمایا یہ فوس موزہ پر نہیں بلکہ اس لئے فوس  
 کرتا ہوں کہ وہ کوئی جرم تم سے سزاوار ہوتا ہے کسی پاؤں میں موزہ کا ٹکڑا اس تو حیف حالی یہ ہے کہ حال توحید ثابت ہو جانے کے بعد  
 لازم ہو جائے اور بجز قتل قتل رسو ہو جو کی جملہ تاریکیاں نور توحید کے اشراق میں گم ہو جائیں : توحید حالی کے نور کو اس درجہ فروغ ہو کر نور















باعتبار الذات لیکن مخفی نہ ہے کہ جواب بالتطبیق کو حدیث زیر بحث قبول نہیں کرتی اس کے الفاظ صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ کہ سورۃ اعراس کی آیات کے نزول سے پیشتر قرآن کریم کی نہ کوئی سورت نازل ہوئی نہ کوئی آیت قرآنی وحی کی ابتدا انہی آیات سے ہوئی ہے اور آیت بالشروع کی وجہ دلالت تحقیق اسات کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ آیت غیر صحیحین کے رجال پر رجال صحیحین کے شرائط متفق ہوں پھر بھی روایت صحیحین کو روایت غیر صحیحین پر ترجیح دینا یقیناً عقلاً اور نقلاً ہر طرح نام درست ہے۔ اس لئے کہ ترجیح کا وہ ملا ہی شرائط ہیں جن سے رجال صحیحین کو دوسرے رجال پر امتیازی شان حاصل ہوئی نہ اور جب وہ وہی جگہ پر پہنچتے جاتے ہیں تو ترجیح بلا مرجع بلا شک ترجیح بلا مرجع ہوگی جو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ فتح القدیر فقہ میں یہ قول من قال اھم الا حدیث ما فی الصحیحین قد ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ احمد ثم ما اشتمل علی شوطھما من غیرھما ثم ما اشتمل علی شرط احدھما حکم لا یجوز التقلید فیہ اذ لا صحیحۃ لیس الا لا شتمال برھما علی الشرط الی اعتبارھا فاذا فرض وجود تلك الشرط فی روایۃ حدیث فی غیر العکتابین اھل کیوں حکم یا صحیحۃ ما فی الاعتبارین عین التحكم و وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے مسلم الشیخ نے اس کی شہ فوائذ الرحمن میں فرمایا و یكون بالنسبة الى اعتبار معرف بالتحقق كما صحیحین اکان فالمنسوب اليھما یترجع علی ما لم ینسب فی کتاب لان مرویات الصحیحین راجحہ علی مرویات ائمہ آخرین فان هذا لا یشاع علی العقل والنقل ولا من یعمد عملھم وانھن من هذا ما قال بن الصراح و اتباعھ ان مرویات الائمہ الآخرین بروایۃھما صریحہ عن مرویاتھما کما قال و یكون ما فی الصحیحین راجحاً علی ما بروی بروایۃھما و بشروطھما لئلا یمتنع المخرج یحکم عن غیر ما ہوا کر ترجیح کی دوسری وجہ سالم ہے نظر میں جواب میں اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس پر آیت یہ بات بھی نکلتی ہوگی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے قرآن کریم کو پہلے ہی نزول فرمایا تھا کہ اس کی تشریح میں کہہ کر وہ ضحاک کی روایت جو بیسۃ اللہ کے دلائل نقل تھے ہر دلائل کی تفسیر بھی اسی حیثیت میں ہے کہ جو کلام حدیث میں ہے وہ حدیث زیر بحث کے مخالف ہے اور یہ تو قبل نزول ہے جو غیر مشہور کے مقابل نزول ہو رہی ہے۔ فقہنا ان كانت صواباً فمن الرحمن وان كان خطأ فمنی ومن الشیطان سوال کیا حدیث زیر بحث سے بسم اللہ کی نسبت یا عدم جزئیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ جواب میں حدیث زیر بحث سے یہ منہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورۃ اعراس کی جزء نہیں کہہ کر اس وقت سورۃ اعراس کی ابتدائی آیات کا نزول غیر بسم اللہ کے ہوا ہے۔ اسی لئے جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا ابتدائی جزء نہیں نہ صرف سورتوں میں فصل کہتے اور ترک حال کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ سورۃ اعراس کی ابتدائی آیات نازل میں اول ہر لہان کیسا تھا کہ بسم اللہ نازل نہیں ہوئی جیسے کہ حدیث زیر بحث اس پر دلالت کرتی ہے پس ثابت ہوا کہ بسم اللہ سورۃ اعراس کا ابتدائی جزء نہیں۔ اور جب ثابت ہوا تو ان حضرات کے مذہب کی نفی ہوگئی جو فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے جیسے کہ منظرہ و کوفہ کے قرآن و فقہائے کرام۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کا مذہب بھی یہی ہے۔ تفسیر طبری اربعہ و ستام کے قول و فقہائے عظام فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا جزء نہیں بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ قالین جزئیت سے سورۃ فاتحہ کے جزو ہے کہ یہ منہ ہر قول حدیث سے استدلال کیا جبکہ فاطمی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقاہت میں وہ یہ ہے۔ قال را شول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقرء تمنا محمد اللہ فاقراء و ابی اللہ الرحمن الرحمن الرحیم فانھا ام القرآن و احد الصلوات السبع المثنائی بسم اللہ الرحمن الرحمن الرحیم لحدی آن لھا یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ یعنی سورۃ فاتحہ پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحمن الرحیم بھی پڑھا کر کہ سورۃ فاتحہ ام القرآن ہے اس بات سے اس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا



ہم نے اس کے نام میں سے ایک آیت ہے۔ اور سورت کے جزو ہے پھر اس آیت

استدلال کیا جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے یہ ہے۔ **مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ تَرَكَ مَائَةَ وَثَلَاثَ عَشْرَ آيَةٍ** من کتاب اللہ تعالیٰ یعنی میں نے بیشوا اللہ ترک کی اس نے کتاب اللہ کی۔ ایک سو تیرہ آیتیں ترک کر دیں اس کے عظیم جرم ہے کہ بیشوا اللہ سورہ برأت کے سوا ہر سورت کا جزو ہے۔ ورنہ تلاوت میں سے ترک کر دینے سے ایک سو تیرہ آیتوں کا ترک کس طرح لازم آئے گا۔ جو اسے قائلین عدم جزئیت کے ہر وہ استدلال کے جواب میں فرمایا کہ جس طرح آیات دس کا قرآن ہونا بدو دلیل قطعی تھا نہیں ہوتا اسی طرح کسی آیت کا جزو سورت ہونا دلیل قطعی کا محتاج ہے بلکہ برآیت اور ہر سورت کا عمل دفع کی تقریر دلیل قطعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ محققین اہل سنت کا مسلک یہی ہے امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر لقان میں فرمایا۔ **الْخِلَافُ أَنْ كُلَّ هَلْوَ مِنْ الْقُرْآنِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَتَوَاتُرًا فِي أَصْلِهِ وَاجْزَاءِ أَهْلِهِ وَفِي عَمَلِهِ وَوَضْعِهِ وَتَرْتِيبِهِ** فذلک عندنا عند عظمی اہل السنۃ۔ مالت العلماء اعمام علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود قدس سورہ کتاب مستطاب تبدل النفع الصنائع میں فرماتے ہیں **لَا نَكُونُ الْآيَةُ مِنْ سُورَةٍ كُنْزًا أَوْ مِنْ مَوْضِعٍ كُنْزًا كَالْيَتِ الْآلِ** بال دلیل المتواتر من البقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے دعویٰ پر استدلال کرتے ہوئے جو حدیث میں مذکور ہے اگرچہ اس سے یہ غور ہوتا ہے کہ بیشوا اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت کا جزو متواتر نہ ہونے کے باعث ظنی ہے۔ قطعی نہیں لہذا اس سے اثبات دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس بات سے قطع نظر کہ وہ بھی تو بیش کردہ حدیث سے قوی تر ایک حدیث قدسی بیشوا اللہ کی عدم جزئیت پر تصریح دلالت کرتی ہے جس کا امام مسلم وغیرہ محدثین کرام نے انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نَصْفَيْنِ** ولعبدی مائت سال میں صلوٰۃ یعنی سورہ فاتحہ کی اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم فرمادی ہے اور بندے کے لئے وہ ہے جو مانگے **فَإِنْ قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِحْمَدُنِي عَبْدِي جِبْ بِنْدَةِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری شہادت کی **وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اُنْشِئْ عَلَيَّ عَبْدِي جِبْ بِنْدَةِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری شہادت کی **وَإِذَا قَالَ اَمَّا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ** قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ جِبْ بِنْدَةِ مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری عظمت کیا **كِي وَإِذَا قَالَ اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ** قَالَ هَذَا ابْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَمَا سَالِ اَوْرَجِبْ اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان شریک ہے اور بندے کو یہ سب وہ ہے جو مانگے **فَإِنْ قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** قَالَ هَذَا عَبْدِي وَلَعَبْدِي مَا سَالِ جِبْ بِنْدَةِ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو طلب کرے اس حدیث میں الحمد للہ رب العالمین سے ابتدا فرمانا اس امر کی روشنی میں ہے کہ بیشوا اللہ سورہ فاتحہ کا جزو نہیں ہونا نیز اس سے ہوتی اور دوسرے دعویٰ کی دلیل میں روایت نقل کی ہے اس سے یہ غور ہی نہیں ہوتا کہ بیشوا اللہ ہر سورت کا جزو ہے بلکہ اس سے صرف اس قدر غور ہوتا ہے کہ بیشوا اللہ قرآن کریم میں ایک آیت نہیں ایک سو تیرہ آیتیں ہے تلاوت نہ کرے ایک سو تیرہ آیات کا ترک لازم آئے گا۔ ایک سو تیرہ آیات کا ترک ہونا وہ تو سورتوں میں شریک ہے جزئیت کی تقدیر پر بھی اہم سورت کے اول مستقل آیت ہونے کی تقدیر پر بھی اور







(لقد خشيت على نفسي) اي لام قسم مقدر والله کے جواب پر داخل ہے اسی واسطے بخاری اسکو لام جو اس پر  
 کہتے ہیں۔ خَشِيتُ كَيْفَ مَعْنَى رَحُوتُ اُنَا ہے جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اُس قول میں جو خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے عرض کیا تھا۔ لَقَدْ اسْتَفْتَوْتُ مِنَ الدُّعَاءِ الْمَلُوفِ حَتَّى اخَشِيتُ اَنْ يَكُونَ ذَلِكَ اسْهَلَ لَكَ عِنْدَ نَزِيلِهِ اَوْ  
 اس کے نزدیک یا بغافل سے متعدي بنفسی شاکہ آتا ہے جیسے خاشیت فلا نای ذار کنتہ اور با کے ساتھ متعدي یعنی رحمت جیسے  
 خاشی بفلان ای اقی علیہ مگر یہاں پر یعنی خفت ہے متعدي بیک مفعول ہوتا ہے جو حدیث میں مذکور نہیں۔ اسی باعث علماء میں  
 اختلاف واقع ہوا کہ وہ مفعول نہ کیا ہے چنانچہ اس بارہ میں بارہ قول متقول ہیں (۱) الجحون اب معنی یہ جو کہ کرنا چھو کہ اپنی ذات پر جنوں کا  
 خوف ہو گیا کہ میں جنوں ہوجاؤں گی۔ لیکن یہ قول باطل ہے اسلئے کہ مشاہدہ ملک اور نزول قرآن ظہور انوار وحی سے جکا کہو اپنی نبوت کا علم برہم ہوا  
 ہو گیا پھر اس خوف کا کیا امکان ہا۔ (۲) الما جس معنی وہاں میں یعنی پناہ چھو کہ اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ اگر مشیت وعدہ از قبیل رسول ہو تو کل  
 بھی بیل سابق باطل (۳) الموت میں شدۃ العجب یعنی پناہ چھو کہ اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ شدت رعب میری موت واقع ہوجاؤ گی۔ غیر کہ جب  
 الجحون کے نزدیک قول بھی قابل ممانہ نہیں اسلئے کہ شہر آہ واقع سے بمقتضائے بشریت قلب مہر کہ پر جو خوف طاری ہو گیا تھا اسکے زائل ہونے  
 کے بعد یہ جملہ اوشا فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث زیر بحث میں اس جملے سے پیش ہے حتی قَهَبَ عَنْهُ الرُّعْبُ جب عیب ہی باقی نہ رہا تو شدت  
 رعب سے موت کا خوف کس طرح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) الموضع یعنی پناہ چھو کہ اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں بیمار ہوجاؤں گا۔  
 (۵) ونام الموضع یعنی پناہ چھو کہ اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ مجھے مرض ام لاق ہوگا۔ یہ دونوں قطعی مصدقہ حالت کے شایان ہیں  
 کہ ملکی مشاہدے اور وحی الہی کے نزول سے برکات دہانی اور فیوض رحمانی کی توقع ہوا کرتی ہے چنانچہ حدیث میں ارد کہ جب یہ نازلان دے تو  
 فضل الہی کی دعا مانگو کیونکہ اس فرشتے کو دکھایا جس معلوم ہوا کہ مشاہدہ ملک موجب رحمت خدا علیہ رحمت الہی اس سے مرض یا دام مرض  
 کا خوف کرنا نبوی رحمت خیال کے لائق نہیں تیسرے جو کہنے پر بخاری قول کو اگرچہ امام ابن جریر عسقلانی قدس سرہ السامی نے فتح الباری شرح  
 بخاری میں نسبت دیگر احوال مسلم اور ابوالی الصواب فرمایا ہے لیکن غیر کتاب الحروف اپنی بے اضافتی کے سبب جوہ مسطورہ کے میں نظر نہ کر  
 سمجھنے سے قاصر ہوا۔ (۶) العین عن النظر الى الملك من الرعب یعنی پناہ چھو کہ اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ رعب کی وجہ سے  
 فرشتے کو کہنے سے عاجز ہوں گا۔ یہ قول بھی مقام سے بے تعلق ہے اور اس لئے کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام اس موقع پر اگر ملکی  
 شکل میں حاضر ہوتے تو کیا جاسکتا تھا کہ ان کو ملکی شکل میں دیکھنے سے رعب طاری ہو گیا اور اس رعب کی وجہ سے یہ خوف ہوا کہ اگر اندر ان کو  
 دیکھنے سے عاجز رہیں گے لیکن انہ ملکی شکل میں حاضر ہونا ثابت نہیں بلکہ ہم ثابت کیے ہیں کہ انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے۔ لہذا دعوت ملک  
 سے عاجز رہنے کا خوف مقام سے بے تعلق ہوا۔ ثانیاً اسلئے کہ طاری شدہ رعب سبب کلام الہی کا نزول تھا جو کہنے کے بعد ان کی جانب سے جبریل  
 امین علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت اس کی سبب میں وہ رعب شروع ملاقات ہی میں پیدا ہو جاتا لیکن اسوقت پیدا نہیں ہوا بلکہ اسوقت تو اسوقت  
 سکون میں تھا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کے اپنی پوری ملکی طاقت سے بار بار دہلوتے اور کرا قراء عرض کر کے باوجود جواب میں نہ  
 انا بقادر علی فریاد ہے میں معلوم ہوا کہ اس رعب طاری ہونیکا سبب ہی کلام الہی کا نزول تھا پھر رعب کی وجہ سے رحمت ملک سے عاجز  
 ہونے کا خوف کرنا بے اعتبار مقام سے بیگانہ چیز ہے ویکما ذکرنا ظہورک سخا فہ ما قال فی فتح الملہم ص ۳۱۳ معسر القول اصلہ  
 واللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لقد خشيت على نفسي بقوله ای ان تذہب لتقل الوسی ودروية الملك ذذ ذلک  
 لان الملك حيثین لو یکن فی الشکل الملکی تکیف یخشیان تذہب نفسه من روية الملك فیما یستقبل و  
 اما خشیة ذهاب النفس من تقل الوسی فجذ حصول العالم القنودی بنبوته غایر متصور ہنہ سنہ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وہاں سے بخاری







کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خشیت مذکورہ وقت اخبار موجود نہ تھی کہ کوئی اقرضہ فادہ ہو بلکہ اپنی رسالت اور جہل علی الصلوۃ والسلام کی ملکیت کے  
 علم سے خیر اندیشی کے ملاقات میں پیدا ہوئی تھی اسی واسطے خشیت کو بعضی معنی میں تعبیر فرمایا۔ پھر ان کی ملکیت اہل نبی رسالت کا یقین پھر نبی  
 سے پیشتر نازل ہو گئی۔ اگر وقت اخبار موجود نہ ہوتی تو اس کا اظہار بعضی حال اس طرح فرماتے "لقد احتسب علی نفسی حلیس یوں نہیں فرمایا و معلوم  
 ہوا کہ خشیت زمانہ نفس میں پیدا ہو کر اخبار سے پیشتر نازل ہو چکی۔ نازل ہو جانے کا وجود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا اظہار ہم طرح ہے پر  
 اس لئے فرمایا کہ اپنی نبوت کے متعلق کر کے خدیہ ظاہر ہو جائے اگر مصلحت رسالت کی ضرورت جاتی تو احتمال تھا کہ وہ فوراً انکار کر نہیں۔ پھر انکار سے  
 واپس کرنا دشوار نہ ہوتا اس لئے کہ منکر اپنے انکار سے عادتاً بشکل رجوع کیا کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ نبوی ارشاد و لفظ خشیت علی نفسی از قبیل تعریض  
 ہے جس میں کلام کا ظاہر ہی پہلو متروک اور بغیر ظاہر پہلو مراد یہ کہنا ہے چنانچہ نبوی ارشاد و تحمیل علی دلہ الدیۃ اور کہ لا بد من حل الخبیۃ  
 اس قبل سے ہیں۔ تو ثابت ہو کہ خشیت مذکورہ منصب رسالت پر فائز ہوئی ہے پہلے واقع ہوئی تھی اور اس میں کوئی قباحت نہیں اقول۔  
 توضیح مذکورہ کا واسطہ یہ ہے کہ خشیت پیدا ہو کر وقت اخبار سے پہلے نازل ہو گئی لیکن نبوی ارشاد و لفظ خشیت علی نفسی صرف زمانہ نفسی  
 میں خشیت کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بعد از اس نازل ہو جانے اور وقت اخبار بانی نہ ہونے پر اس کی اصلا دلالت نہیں کسی چیز کو بعضی معنی  
 تعبیر کیے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اخبار سے پیشتر نازل شدہ میں اس کا تحقق ہوا۔ تحقق ہونے کے بعد معلوم ہو گئی اور وقت اخبار وجود نہیں یا  
 موجود ہے اس پر صغیر معنی دلالت نہیں کرتا خارجی قرآن سے بیات معلوم ہو کر کہ ہے چنانچہ کلام لاحق دلالت کرتا ہے کہ خشیت مذکورہ وقت  
 اخبار بانی تھی اور وہ لفظ "کلا" سے تمام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب میں عرض کیا تھا اسکے معنی میں کیا کیوں سکذا یعنی ایسا نہ ہوگا  
 جیسے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نقوی کی تصریح عنقریب گذری۔ ظاہر ہے کہ لفظ خشیت علی نفسی کے جواب میں ہاں  
 معنی "کلا" اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ بروقت اخبار خشیت موجود نہ ہو نہ جواب مقام سے بیگانہ ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد وہ کلیات  
 بغیر زمانہ خشیت اور تائیس کے طور پر عرض کئے تھے وہ سب کے سب محل ہو جائیں گے کہ خشیت پیدا ہو کر جب تک اس میں چلی تو پھر زائد خشیت  
 کے کیا معنی اور تائیس کی کیا ضرورت ہاں اگر نبوی ارشاد از قبیل تعریض ہو تو جواب کی بیگانگی جاتی ہے کہ گاہ کہ اس کے کلام المؤمنین  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جواب نبوی ارشاد کے ظاہر ہی پہلو پر مبنی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اخبار خشیت موجود تھی کیونکہ اخبار حدوث کے  
 بعد جب تک کوئی قرینہ اختصار دلالت نہ کیے شے کی بقا متبادر ہو کر رہی ہے۔ اسی واسطے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً از اخبار خشیت اور  
 تائیس کی طرف متوجہ ہو گئیں اور کلام کے ظاہر ہی پہلو کو پیش نظر رکھتے تھے ان تمام کلمات کو عرض کیا اس تقدیر پر چونکہ ان الفاظ میں کوئی  
 خفا باقی نہ رہے گا۔ لیکن نبوی ارشاد و لفظ خشیت علی نفسی کو از قبیل تعریض قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر اس کے ظاہر ہی  
 پہلو کو دونوں ضرورت ترک کرنا لازم آئے گا جو نہ مہذب اہل سنت کے خلاف ہے۔ کتب عقائد میں تعریض کی گئی ہے کہ نفسی کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا جب  
 تک کوئی دلیل اس کے ترک نہ ہو تاہم نہ یہی شیخ عقائد نسفی میں ہے۔ والنصوص من الکتاب والسننۃ تحصل علی خلواہا ہر  
 متالہ نصوص و حقائق دلیل قطعی۔ اور یہاں پہلو کو دلیل قائم نہیں ہو ظاہر کے ترک پر دلالت کرتی ہو۔ لہذا نبوی ارشاد کو ظاہر پر محمول کرنا  
 جائز ہے اور جب تک کلام سے خشیت کی بقا وقت اخبار معلوم ہوتی ہے اور کلام میں مفعول مذکور نہ ہونے کی وجہ سے خشیت مجہول رہی تو  
 اس کو ایسی خشیت پر محمول کرنا ضروری ہے جو منصب رسالت کے شاہد ہوا اس سے سیاق و سباق کی مخالفت لازم نہ آئے چنانچہ بیات  
 مذکورہ بالا بابہ اقبال میں سے خشیت کو قبول میں پائی جاتی ہے۔ لہذا انیس سے کسی ایک پر محمول کرنا ضروری نہیں۔ لیکن ہاں یہ نزدیکی نہیں ہوا  
 قول (خشیت قتل) قائل ہے جس کی وجہ تفصیل کیسا ہے ابھی بیان کر کے ہیں جن اصطلاحات خشیت مذکورہ کو خشیت قتل پر محمول کر کے  
 مگر یہ کرنا اس کو صحیح قرار دینا قابل ان و ذہن اس شخص کے کہ طرف مبذول نہیں ہوا جو ہم نے اس سلسلے میں بیان کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یہاں



نکتے سے افہام کرنے کے بعد خشیت قتل منصب رسالت کے ضایاں نہیں رہتی۔ اسی واسطے علامہ سندھی علیہ الرحمۃ تاول کوٹہ پر مجبور ہو کر خشیت مذکورہ اپنی رسالت بعد جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت کے علم سے پیشتر واقع ہوئی تھی۔ الحاصل حاصل ہوا کہ عموماً کفار و کفارہ یہ ہو کر علامہ سندھی علیہ الرحمۃ خشیت مذکورہ کے وقت اخبار باقی نہ رہتے پر اگر مفید خاصی سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح نہیں بلکہ اگر نبوی شرا کے نزدیک تعویض ہونے سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح ہے۔ مگر صحت اُمید نہ ہونے کے باعث نبوی شرا کو اذقیل تعویض قرار دینا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(کَلَّا) اس کے معنی یہاں بیان ہو گا۔ یہ دعویٰ ہے جس کی دلیل کا صغریٰ مقدیہ اور کلا یعنی مایا اللہ آید اکبری ہے۔ یہ دونوں تفسیریں ہیں اور تفسیر کلب کے مکمل میں ہوتی ہے۔ لہذا اکبری جتنا بھی درست ہے اور کلا کلا فصل الرحیم کو اکبری کی علت استقرار ہے۔ ترتیب قیاس یوں ہوگی۔ یہ قتل نبوی جیسا کہ اشارہ فرمایا آپ کو نبوی شرا کی مراد بھی مسئلہ تفریغ کا تواتر فرمایا آپ کو رسالتی قتل میں مبتلا نہ فرماتے گا۔ یہ قتل میں شرا کی طرف اولیٰ ہے اور اثبات صغریٰ قتل نبوی ہے؟ کیوں؟ اسلئے کہ انسان جب کسی مقصد کو بلند کرنے کیلئے ساتھ لیس کر لے گا اور اس کا سبب ہونے سے پیشتر قتل کو کیا جائے تو بنام ہو جاتا ہے اور اسی کو رسالتی کہتے ہیں (اثبات اکبری) اللہ تعالیٰ آپ کو کسی رسالتی میں بھی مبتلا نہ فرمائے گا کیوں؟ پہلے کہ آپ کی ذات میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کے لئے تھے آدمی رسول بنیں اور وہ خوبیاں ہیں۔ اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحْمٰمِ آپ قابض پر احسان فرماتے رہتے ہیں جسکو خدا ہی کہا جاتا ہے۔ عام آدمی کہ یا احسان مال کے ذریعہ ہوا بدن کے ساتھ جیسے خدمت اہل قربت کی نواہت اور انہیں سہ کرنا بھی ملد حق میں افضل ہے۔ غرض کہ اپنی وسعت کے مطابق احسان کے حسب حال طرح احسان کو نہیں تپے رہے نہیں فرمایا کرتے اور ان ہی نہیں کہ آپ کا احسان قابض تک محدود ہو، انہیں نہیں بلکہ غلاب کی طرح احسان بھی زبرد احسان ہر گز کی شان ہے و تَحْمِلُ الْاَثَرُ کر آپ ان کی کے بارگاہی کرتے ہیں خواہ قابض ہوں یا احسان۔ یہ بھی دونوں قسم کے احسان کو شامل ہے مال سے ہو یا بدن سے مگر دونوں اہل قربت کی دستگیری بلکہ جلال پر خیر کو زانی بھی ہیں اصل ہے کہ کُلُّی یعنی بارگاہ ہے اس تقدیر پر یعنی وہ جو جس کو زور ہو اور کُلُّ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو نبی کفایت سے عاجز ہو اس تقدیر پر یعنی یہ ہوں گے کہ آپ عاجز ہیں کہ انہیں اور گروں کو سہا دیا کرتے ہیں لیکن ہر تقدیر قابل چونکہ معنی میں صفت ہے ہے اسلئے "کُلُّ" کو معنی بانیہ دلی ہوا "وَتَحْمِلُ الْمَعْدُومَ" یہ قیل یہاں پر با احسان خوب اور با افعال دونوں سے مروی ہے تقدیر اعلیٰ معنی یہ ہوں گے کہ آپ معدوم کو کسب فرماتے ہیں یعنی کہ اگر کھاتے ہیں یا نہیں کہ اپنی ضروریات کے واسطے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوں۔ اشعۃ المعانی میں ہے "وَتَحْمِلُ الْمَعْدُومَ" یعنی اگر کسب نہ کرے تو تیری خودی اور تقدیر دوم معنی یہ ہوں گے کہ آپ لوگوں کو کسب عہدہ کی طرف متوجہ فرمایا کرتے ہیں یعنی لوگوں کو مال عطا فرمایا کرتے ہیں تاکہ وہ کسب نہ کر سکیں اور ان کو کھانے کی عادت ڈالیں۔ اس تقدیر پر "وَتَحْمِلُ الْمَعْدُومَ" کا مفعول اول محقق ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ "وَتَحْمِلُ الْمَعْدُومَ" اشعۃ المعانی میں ہے معنی یہ کسب فاعلی غیر خودی یعنی مالے میدی مردم اگر بدل کسب و نہایت کی لذت ان مفعول تقدیر پہلے المعْدُوم "مردم مفعول تقدیر" آگے آئے ہیں صفت ہے۔ اور بعض شارحین نے فرمایا کہ "وَتَحْمِلُ الْمَعْدُومَ" معنی یہ مفعول بھی کہتا ہے اور یہی قیل سے ہے اور المعْدُوم مال وغیرہ جو نفس فرائد اور کام خلاق کو شامل ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ملتے۔ اب مجرور اور مزیدہ فعل کے معنی ایک ہی رہیں گے جیسے کہ آپ لوگوں کو ایسے نفس قابضہ اور عموہ اخلاق عطا فرمایا کرتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں پاسکتے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ معنی اول زمیل اصل الی الغیر ہی نہیں اور معنی دوم میں صرف مالی احسان پایا جاتا ہے اور معنی سوم مالی اور بدنی قسم کے احسان کو شامل ہے معنی اول اگرچہ فی نحو میں مگر انہیں چونکہ احسان الی الغیر نہیں پایا جاتا نہ صرف ناس میں یہ معنی سلسلے کا سبب قرار دئے جاتے ہیں اسلئے ان کا ذکر اس مقام پر نہ کیا۔ یہی مگر مقام ایسے اوصاف کے ذکر کیا ہے جو دوسروں کے حق میں نافع ہونے اور غرض الناس و صوف کی اسلامی کا سبب بنتے ہیں معنی دوم اھ











نہ ہونے کے لئے کہ اس کا تعلق

صحیح بخاری

ہاں صحابی ہونے میں اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے صحابہ میں شمار نہیں فرمایا اور ایک جماعت نے صحابی قرار دیا ہے چونکہ یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر مبنی ہے لہذا اس کی تحقیق کرنی چاہیے تاکہ اس باب میں بھی صحیح قول معلوم ہو سکے چنانچہ منہج المحدثین کے بحوالہ شرح البحر المحیط میں کے نزدیک صحابی کی تعریف ایمان و اقرار و نقل فرمائی ہے والفقہاء علی عند المحدثین وبعضی الاصولیین من لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلماً ومات علی لا اسلام او قبل النبوة ومات قبلہا علی الخفیفة کزید بن عمرو بن نفیل او اس تدوین کے حوالہ سے یعنی محدثین اور جنہوں نے رسول کے نزدیک صحابی وہ ہیں جنہیں بحالت اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اسلام پر وفات پائی یا شرف ملاقات زمانہ نبوت کے قبل حاصل ہوا اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی ملت بہرہ کی پر انتقال فرما گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل یا بحالت اسلام شرف ملاقات حاصل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گئے اور پھر نبوی حیات میں اسلام قبول کر لیا۔ اس تعریف میں لفظ "او" بڑے تقسیم ہے جس سے صحابی کے تین اقسام معلوم ہوئے۔ قسم اول ہر وہ ذی عقل صحابی ہے جو کوئی نبوت کے بعد آپ پر ایمان رکھنے لگے آپ کی ملاقات حاصل ہوئی اور ایمان پر اس کا انتقال بھی ہوا وہی عقل اس لئے کہا کہ تعریف میں لفظ "من" استعمال کیا گیا جو ذی عقل کے لئے ہر مذہب سے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذی عقل جیسے جانور نباتات و جمادات صحابی نہیں ہوتے۔ ذی عقل میں ہر انسان بالغ اور نابالغ جن اور فرشتے سب داخل ہیں۔ انسان کی طرح جن اور فرشتوں کو بھی عند تحقیق صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ ان کی صحابیت کا دار اور نبوی بعثت پر ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نبی آدم کی طرح ہوئی ہوتی تو ان کا دخول صحابہ میں ہو سکے گا وہ نہ نہیں فیہ الباری طرح صحیح بخاری جلد سابع میں ہے۔ "اما الجن والرباع ذوو لہم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث الیہم قطعاً پھر تقریباً ووسط کے بعد فرمایا۔ "واما الملک فیتوقف علیہم علی شہوت بعثتہ الیہم" اقوال عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے اور مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ مسلم شریف میں ہے "وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی ابعثت الی الخلق كافة" یعنی میں تمام مخلوق کی جانب سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں لفظ مخلوق اگرچہ انسان جن فرشتے ہر مخلوق کو شامل تھا لیکن پھر بھی لفظ "کافة" بڑھادیا تاکہ معلوم ہو کہ لفظ خلق اسے کامل علوم پر مبنی ہے اس سے کوئی مخلوق مستثنی نہیں۔ سب سے اختلاف صرف وہ ہے کہ جن و انس کے حق میں آپ کا ارسال اجماعاً ارسال تکلیف ہے کہ وہ فروع شریعت کے ساتھ مکلف ہیں اور فرشتوں کے حق میں بھی بعض کے نزدیک ارسال تکلیف ہے مگر فرشتوں کا مکلف ہونا جن و انس کی طرح نہیں بلکہ ان کو ایسے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے جو ان کے احوال کے موافق ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کا ارسال فرشتوں کے حق میں ارسال تشریف ہے کہ آپ کے رسول ہونے میں کوئی امتی ہونے کا شرف حاصل ہو گا جن و انس اور فرشتوں کے سوا باقی مخلوق کے حق میں آپ کا ارسال ارسال تشریف و رحمت ہے چنانچہ عارف باللہ شیخ احمد صدیقی اپنے مشہور کتاب "الشیخ جلال الدین" میں زیر آیت "وانی صرنا الیک نفراً من الجن و فرماتے ہیں اے اے خداوند یا شہد الغوامک قصہ صرنا الیک نفراً من الجن یعنی بہرہ و یا ان رسالت عامہ الی الناس والجن والملک فکافة و جمیع الخلق لیکن امر سال علیہ السلام والجن و البشر سال تکلیف اجماعاً و الامر سالہ بالملک فکافة قبلہ سال تکلیف بما یلیق بہم و قبلہ سال لتشریف و الامر سالہ لیساعداہم من الممونات الغیر العاقلات و الممونات ان سال تشریف و رحمت بلکہ حق یہ ہے کہ فرشتوں کے حق میں آپ کا ارسال صرف ارسال تشریف نہیں ارسال تکلیف بھی ہے۔ فروع شریعت کے ساتھ مکلف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں تاکہ وہ امرہ تکلیفی سے خواجہ ہو جائیں جن کی کراہی رسالت کے کسی باب میں محتاج نہ رہیں۔ بلکہ فرمان الہی کے تحت طاعت کرنے میں جن و انس کی طرح فرشتوں کو بھی آپ کی رسالت کی احتیاج ہے اہل آپ کی شان تو بہت رفیع و عالی ہے آپ کی منزلت ہرگز میں



[illegible]

(ظہور نبوت کے بعد) قسم اول میں نبوت کے بعد کی قید کا اس لئے اعتبار کیا گیا کہ قسم دوم کے مقابل ہے اور اس میں قبل نبوت کی قید رہی ہے اور پہلے جائے نبوت ظہور نبوت اس لئے کہا کہ فارغہ کی اس حیثیت سے نبوت کا ظہور شروع ہوئے۔ ورنہ نبوت تو اس واقعے سے آزاد ہوا۔ اہل بشریت عالم ازل میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اہل عالم ازل میں جن آدم سے پیشتر نبوت کا ملنا آپ کے خصوصیات سے ہے۔ (خصوصاً اثنی کبوتری السیوطی)

(آپ پر ایمان رکھتے ہوئے) یہ لفظ "مسلمان" کا ترجمہ ہے جو تعریف میں مذکور تھا۔ ہم نے ترجمہ میں یکے لفظاً اسلام لفظ ایمان کا اختیار کیا کہ ترجمہ کو حوالہ کیساتھ مطابقت ہے۔ اور اس بات پر تشریح ہو چکے ہیں کہ اسلام و ایمان ہم معنی ہیں۔ اس قید سے وہ شخص خلاص ہو گیا جسکو ظہور نبوت کے بعد نبوی ملاقات تو حاصل ہوئی مگر ایمان یا ایمان نہیں اگرچہ انتقال بیان پر ہوا ہو۔ اصحابہ جلیلہ اول میں ہے وینحج بقیدہ لا یمتہن من لقیہ کافراً ولو اسلم بعد خلاف اذا الم یجتمع بہ مرةً فی علی صیغہ بلاشہادہم قیصر کے فائدہ جو حالت کفر طاقی کہتے تھے پھر عید الم علیہ السلام کے وکلم کے وصال فرمائے کے بعد اسلام لائے۔ انہیں نہیں تدریس جب امر اوی شروع قریب النواوی میں ہے ومن رآہ کافراً فقط مسلم بعد مؤذنه کہ رسول قیصر فلا یمتہن



لہ یسے عاقل اس قید سے خارج نہیں اسلئے کہ اس کا اسلام مجرب ہے تو وہ حقیقت مسلم ہوا نیز صحابی ہونے کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ ورنہ  
 جن کی عمر کمیت پر پہنچا ہے وہ خارج ہوا نیز اس کے جیسے امام حسن اور سید الشہداء امام حسین اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم التقدید  
 والا تصحیح شرح عقد ما این صلاح میں ہے والصحیح ان البلوغ ليس شرطاً في جواز الصلوات والا لخرج بذلك  
 من اجمع العلماء على عدلهم في الصحابة كعبد الله بن الزبير والحسن والحسين رضي الله تعالى عنهم۔ رہا  
 صبی غیر عاقل تو جو کس کا اسلام معتبر نہیں اسلئے وہ حقیقت مسلم نہ ہوا۔ لہذا مسلم کہنے کی قید سے خارج ہو گیا نیز اگر حضرت  
 جیسے نبی بن معین و ابو نزر عہ و ابو حاتم وغیرہم کے نزدیک سن کمیز کو پختہ صحابی ہونے کے لئے شرط ہے اسی تقدید میں  
 فاما التمهيد فظاهر كلامهم اشتراطه كما هو موجود في كلام يحيى بن معين في الزرعة والى حاكم في  
 طائفة وابن عبد البر وغيرهم۔ لیکن محققین کے نزدیک صحابی ہونے کو واسطے سن کمیز کو پختہ نہیں۔ اس واسطے محمد بن  
 ابی بکر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے حضرات کو صحابی قرار کیا ہے۔ حالانکہ عید الصلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی وفات کے  
 وقت ان کی عمر تین ماہ کچھ دن کی تھی۔ کیونکہ سیدہ ام ولد امہ ذی القعدة سمرقند الوفا میں مکہ معظمہ کے داخلے سے پیشتر پیدا ہوئے تھے۔  
 فتح الباری جلد ہفتم میں ہے کہ انہ ہل بشرط في الراي ان يكون بحيث يحضر الصلاة او يكتفي بغيره خصوصاً  
 التوبة محل نظر وعمل من صنعت في الصحابة يدل على لثاني فانهم ذكره واحمد بن ابی بکر الصديق  
 وانما ولد قبل وفاة النبي صلى الله عليه وسلم بثلاثة اشهر واما حكمنا ثبت في الصحيح ان امه  
 اسماء بنت عميس ولدته في حجة الوداع قبل ان تزلزلوا مكة وذلك في اخر ذي القعدة  
 سنة عشر من الهجرة ومع ذلك فاختاريت هذا القريب من اسيل۔ اسی طرح تمام وہ اطفال جنات صحابی  
 داخل ہیں جن کا زمانہ شرف خوارگی میں حاضر خدمت کے لئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کے لئے کسی کو کھجور جاکر کھلائی۔  
 کسی کے کھجور میں لٹ بہن نکالا کسی کے سر پر دست مبارک بچھا۔ اس طرح انہیں نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ ایسے حضرات  
 کی حدیث میں ملے ہوئی مگر جن میں علامۃ ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی کھنوی قدس سرہ القوی ظفر الامانی فی  
 مختصر الجوزجانی میں فرماتے ہیں واختلفوا في الصغير الغير المسمى بعبد الله بن الحارث بن نوفل وعبد الله  
 بن ابی طلحة ولا نصارى وغيرها من حنكہ النبي صلى الله عليه وسلم ورماله ومحمد بن ابی بکر الصديق الذي  
 ولد في سمرقند الوداع قبل الوفاة النبوية بثلاثة اشهر فمنهم من لم يرد من الصحابة والمرجح هو ردوه  
 قديم نعم حديثهم مرسل لكنه مرسل مقبول ثبت في صحيحهم غير عاقل عند التحقق جماعت صحابہ میں اقل ہے تو بمنزل بدو عاقل داخل  
 ہو سکے گا۔ جبکہ شری حکم میں اس پر اتفاق حاصل ہے۔ دیکھئے اگر صبی غیر عاقل کی بیوی مشرک اسلام ہو جائے تو اس کے کافر الدین پر اسلام  
 پیش کرنا جائز ہے بلکہ اس کے عاقل ہونے تک انتظار کر کے عاقل ہونے کے بعد اگر وہ بھی مشرک باسلام ہو گیا تو فیہا حد توفیق کر دی جائے  
 گی۔ بخلاف بمنزل کہ اس کی بیوی اگر مشرک باسلام ہو جائے تو اسکے الدین پر اسلام پیش کرینگے انہیں سے اگر کسی نے بھی اسلام  
 قبول کر لیا تو بمنزل کو تبعاً مسلم قرار دیا جائے گا ورنہ حدت اس کی زوجیت میں رہے گی اور اگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا تو تفریق کر دی  
 جائے گی۔ چنانچہ اگر اس کی شہرت نور کا نوا رہے ہے وہو فی اول احوالہ کا جنسوں بل ادنی حال امنہ صحابہ کی جماعت میں  
 جب صبی غیر عاقل اور بمنزل کا داخل ہوتے ہو گیا تو مسکما کی قید میں نہ دونوں کو داخل رکھنے کے لئے یہ کہنا چاہئے گا کہ  
 تعریف بن مسلمان تمام ہے اصالة مسلم و تبعاً مسلم دونوں کو شامل ہے۔ یہ دونوں اگرچہ اصالة مسلم نہیں ہو سکے لیکن تبعاً مسلم

ص  
 بعض  
 احوال  
 میں  
 علم  
 میں  
 اسکی  
 کو  
 اعتبار  
 نہیں  
 ہے







مقصود ہے جن کے متعلق یہ دعویٰ ہو گیا کہ ان کا انتقال ایمان پر نہیں ہوا جیسے مذکور بالا ہر دو اشخاص ہیں یہ تعریف ایک مخصوص مائے کمال سے ہوئی، اسی واسطے حالت حیات میں صادق نہیں۔ اور جن حضرات نے کسی مخصوص مائے کمال کا اعتبار نہیں کیا انہوں نے یہ قید نہیں رکھی جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ انہوں نے اسی بخاری شریف میں باریں لفاظی صحابی کی تعریف فرمائی ہے من صحابہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں المسلمین وھو من اصحابہ، لیکن کفر پر انتقال کے بعد یہ تعریف بھی صادق نہ کہے گی کہ صحابی کا مسلمان مینا اس تعریف کی رو سے بھی مشروط ہے۔ چال جب تک اسلام پر قائم رہا صحابی کا اطلاق اس تعریف کے لحاظ سے درست تھا۔ مزید ہو کر وفات پائی جماعت صحابہ سے خارج ہو گیا اب صحابی کا اطلاق درست نہ رہا جیسے انسان جب تک ایمان پر قائم ہے توں تک اطلاق جائز گا۔ اولایان سے خارج ہونے کے بعد اس پر توں کا اطلاق نہ کریں گے۔ آمدیم بر مطلب بحمدہ تعالیٰ اب ظاہر ہوا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی قسم اول میں اخل میں آئے کہ انہوں نے بحالت ایمان نبوی طاعات کا شرف حاصل کیا اور ایمان پر وفات پائی جیسے کہ اسکی تفصیل اقبل میں گذرئی۔ علمائے کرام کی دوسری جماعت کہتی ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام سے پیشتر انتقال کر گئے تھے کہ صحابی کی تعریف میں مسلم ہونا ضروری ہے۔ بالاول غرضتے ہیں جیسے بحوالہ سراج۔ اور کمال النبوة کی مذکور بالا روایت میں ان کی جس تسبیح کا ذکر ہے اس میں احتمال بھی ہے کہ وہ تصدیق دعوت سے پیشتر ہی ہو لہذا یہ روایت مقام استدلال میں پیش کر کے قابل نہ رہی کہ اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال جواب سورۃ انفال کی مذکور آیات بازل ہونے کے بعد سے تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہا اور آپ غیر طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے یہاں تک کہ جب آیت فاصدع یحنا تو مورا عرض عن المشرکین کا نزول ہوا تو آپ نے علامہ طور پر دعوت شروع فرمادی پھر جب بتوں اور بت پرستوں کے متعلق یہ حکم بیان فرمایا کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ تو کفار مخالف پر کمر بستہ ہو گئے اور طبع طبع سے ایذا پہونچانے لگے کفار کی مخالفت اور ایذا رسالتی بعثت کے چوتھے سال میں پیش آئی۔ حدارج النبوة ۵۷ جلد دوم میں ہے تاسلہ سال حال ہر منوال بود و مامودا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفا مابین امویہ ویران ہر حضرت یحییٰ دعوت سے کہ وہ تانا نزل مشا میرت کریم فاصدع یحنا تو مورا عرض عن المشرکین قریش کی حضرت مشرک منی مشرک نہ آئے کہ حضرت عرض شد ہا لہ الشیان وکلمہ کہ وہ تانا نزل جہاد و کتہ گان الیشان نہ را ورا ہند بود ویران ہر سال چہا بود و حضرت ورقہ کی وفات بعثت کے چوتھے سال میں واقع ہوئی ہے۔ بہر طبع ۵۸ جلد اول میں ہے۔ ففی الامتاع ان ورقہ مات فی السنۃ الرابعۃ من المبعث اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ نے خیر دعوت کا زمانہ یقیناً پایا ہے بلکہ کیا تھا میں تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہے کے بعد جاری بھی ہو گیا تھا چنانچہ سیرت طیبی ۵۸ جلد اول میں ہے وفی کلام کتاب الخبیین فی الصحیحین ان الوسی تنایح فی حیاء ورقہ واندہ آمن بہ بلکہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ آپ علامہ دعوت کا زمانہ بھی پایا ہے چنانچہ اصحابہ کا سی مستحکم کہ وہ تین ایک مزل دربارت بسند حمید بخاری کہ وہ نہاد یوں بکا حضرت عرض فرماتے ہیں نہاد یہ مروی ہے کہ حضرت ورقہ اموقت تک حیات ہے جبکہ کفار کہ حضرت ملال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہو چکے ہیں گرم زمین میں اٹکرا کر اچھا

نہ حضرت ورقہ کی دعوت سے پہلے ہی انتقال فرمایا تھا

نہ حضرت ورقہ کی دعوت سے پہلے ہی انتقال فرمایا تھا



تھے تاکہ اسلام کو ترک کر کے مشرک ہو جائیں اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وہاں پہنچا تو ثابت قدم رہے کی تلقین فرماتے  
 علامۃ امین حجر اس کو فریاد کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہو کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال موت سے پیشتر نہیں ہوا  
 بلکہ موت کے بعد تک مدہ سہ ہے۔ پھر علامۃ موصوفی اس مسئلہ میں زبیر اور حدیث زبیر کے منقولہ الفاظ میں اس طرح تطبیق بیان فرمائی کہ  
 منقولہ الفاظ سے مراد یہ ہے کہ پھر حضرت ورقہ کو زیادہ زمانہ گزارا انتقال کر گئے یعنی اسلام کے مشہور ہو جانے اور جب ان کو حکم آئے سے پہلے انتقال کر گئے  
 بلکہ امام قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد آنے کے بعد انتقال ہو گیا۔ اور وہ واقعہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 چلے گئے تھے جب خبر پہنچی کہ جہاد کا حکم ہو گیا تو حضرت قدس میں حاضر ہوئے کی تکبیل پڑھے بلایں ختم و ججزا سے گزریں تھے۔ کہ  
 لوگوں نے قتل کر ڈالا اور کچھ ان کے پاس عقاسد لٹایا (قسط لانی ص ۶۷) بہر کیف چونکہ ان کی تصدیق حیات کے آخر تک ہی تھی  
 اور حیات علانیہ موت کے بعد تک تو انکی تصدیق دعوت کے بعد تک ہی رہی۔ احتمال بھی ساقط ہو گیا جو کمال النبوۃ کی مذکورہ روایت  
 ظاہر کر رہا تھا جیسا کہ ہم کہ دعوت کے بعد بھی انکی تصدیق باقی رہی تو وہ مسلم ہوئے اور جب مسلم ہوا درست ہو گیا تو صحابی ہونے میں کیا شبہ  
 ہو سکتا ہے۔ اسی مسئلے میں تیسری جلد ص ۱۸۷ جلد اول میں فرمایا و حیث ادرك الرسول الله فقد اسلم و مسيحين يكون  
 صحابا ايلا اور بخبر ابن ابي حبيب کی طرح حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بل فرست کر قرار دینا درست نہیں اسلئے کہ دونوں میں بعد از شہرت  
 ہے بخبر ابن ابي حبيب نے یوں تصدیق کی تھی کہ آپ مانا آئمہ میں معیوت ہوئے گئے اور نزول وحی سے پیشتر انتقال کر گئے اور حضرت ورقہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزول وحی کے بعد اس طرح تصدیق کی کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ لہذا مانہ دعوت کے بعد تک مدہ سہ ہے پھر یہ بخبر ابن ابي حبيب  
 کی طرح اہل قرآن سے کیے ہو سکتے ہیں اصحابہ کے قول مذکور پر اظہار تعجب کرتے تھے علامۃ برہان بقا ہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے  
 فرمایا ہذا من العجائب كيف يماثل من آمن بانه قد بعث بعد ما جاءه الوحي فالطبق عليه تعريف  
 الصحابي الذي ذكره في تخبته يعني آمن انه سيبعث ومات قبل ان يوحى اليه۔ بلکہ علامہ برہان ص ۱۸۷  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ورقہ کی وفات قبل دعوت کے قائل کارور کر کے فرماتے ہیں فقہو صحتی فی قطعا بل اول الصحابة  
 كما كان شيخنا شيخ الاسلام يعني البلقيني اقررا۔ یعنی حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صحابی ہیں بلکہ اول  
 صحابہ میں سے تھے شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اثبات ثلثہ زیر قافی جلد اول اور مقدمہ ابن صلاح  
 کی شیعہ القید ولا لیصاح ص ۳۶۹ میں مروی بخبر ابن ابي حبيب ان قال ان اول من آمن من الرجال ورقه بن نوفل یعنی کہنا  
 کہ جو پہلے ایمان لائے ورقہ بن نوفل ہیں وہیمان کنونا ظہر سحافہ مافی فیض البدر ص ۳۲  
 من قوله في ورقة (واقفوا على ايماننا حق) ان بعضا منهم عدوه في الصحابة رضي الله تعالى عنهم  
 نعم كونه من هذه الامة محل نزاع فانه توفي قبل ظهور نبوته) اما اول فلا في التردد في كونه  
 من هذه الامة مبني على الدلول من معنى الايمان به صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وان كان لايمان هو  
 التصديق بما جاء به النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالضرورة ولا لا يتحقق الا بعد الدعوة كما هو  
 واما تأنيدا فلان القول بوفاته قبل الدعوة خلاف التحقيق كما سمعت منا واما تأنيذا فلان وفاته  
 اذا كان قبل الدعوة لم يكن موثرا فلم يكن من هذه الامة جز ما حكيفنا للتردد فما جعله حلة للتردد  
 لا يصحح للعلية سؤال سبب پہلے ایمان کون لایا؟ اس میں روایات ہیں کہ حضرت ابن ابي حبيب اعظم البیاضین  
 تعالیٰ عنہ ان روایات میں تطبیق فرماتے فرمایا کہ اگر ان دونوں میں سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں



سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر وہ  
 غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔  
 (تذکرہ سیلابی ص ۱۷۱) پھر یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ورقہ ایمان لائے، جواب ان لوگوں  
 قولوں میں بھی تطبیق ممکن ہے اگرچہ وہ کسی کتاب میں لفظ سے نہیں گذری۔ وہ یہ کہ آزاد مردوں میں ایمان لانے والے وہ قسم کے ہیں ایک وہ جنہوں نے  
 اپنے ایمان کو لوگوں میں ظاہر کیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد  
 مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے باقی مئی میں کہ آپ سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنا ایمان ظاہر فرمادیا تھا جس سے عام طور پر  
 لوگ واقف ہو گئے تھے بخلاف حضرت ورقہ کہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ پس ولایت لمحاظ اظہار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کے لئے ہوئی۔ اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واسطے علی الاطلاق لیکن اس پر یہ مقام عمنان تحقیق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کا آزاد مردوں میں صدیق اعظم کو مطلقاً اقل قدر دنیا خالی از غفلت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

**قسم سوم** وہ حضرات ہیں جنہیں ظہور نبوت قبل نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور بعد نبوت سے پہلے ہی ملت ابراہیمی پر انتقال  
 کر گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل، آپ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور مشرہ و مشرہ میں حضرت سعید  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ آپ نے عامر بن ربیعہ سے کہا تھا کہ میں بنی قوم کے مخالف ہوں اور بنی قسطنطین کی اتباع پسند  
 ہے اور اے نبی کا انتقال ہے جو نبی اسمعیل سے مبعوث ہوں گے لیکن میرا ظن ہے کہ میں ان کا زمانہ پاسکوں گا میں ان پر ایمان لاتا  
 ہوں اور یہ ثابت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تہاوری طرقتی دورانہ ہو کہ ان ملاقات میں تشریف تو میرا سلام ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔  
 عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مشرف باسلام تھنے کے بعد میں نے اس واقعہ کو خدمت اقدس میں عرض کیا تو سید عالم صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں دیکھا کہ انار  
 کے ساتھ چل رہے تھے رت پرستی ترک کر کے دین حق کی تلاش میں شام جا رہے تھے۔ ہذا ام بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے  
 ہیں کہ آپ اس وقت شام میں تھے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو خدمت اقدس میں  
 حاضر ہوئے کمرانے سے چل پڑے۔ راستہ میں لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ اور بعض موضع میں لے گیا کہ بعثت سے پانچ سال قبل  
 وفات پائی جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور فاروق  
 نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے انکی مغفرت فرمادی اور ان پر رحم فرمایا اس لئے کہ  
 انہوں نے ملت ابراہیمی پر وفات پائی ہے (فتح الباری جلد ہفتم ص ۱۱۱) قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں بحالیت  
 اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا بعد از نزول اسلام سے پھر گئے لیکن نبوی حیات میں دوبارہ مشرف باسلام ہو گئے ایسے  
 حضرات کو دوبارہ مشرف باسلام تھنے کے بعد اگر نبوی ملاقات حاصل ہو گئی تو ان کے بعد بنی اختلاف نہیں اور اگر نبوی ملاقات  
 نصیب نہ ہوئی تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وہ اب بھی صحابی ہیں اسلئے کہ ان کے نزدیک مرتبہ کے حسنات اس وقت حاصل  
 ہوتے ہیں جبکہ ارتداد پر امر کی انتقال ہو لہذا صحابیت جو از قبیل اعمال حسنہ ہے صورت ہذا میں باقی رہی بلکہ ارتداد اور تجدد باسلام  
 اگرچہ نبوی حیات کے بعد ہوں شافعی مسلک پر زوال صحابیت کیلئے موجب نہیں تاوقتیکہ ارتداد پر انتقال نہ ہو۔ اب میں ہوتی ہیں جو  
 (۱) ارتداد اور تجدد باسلام دونوں حیات نبوی میں واقع ہوں (۲) دونوں نبوی حیات کے بعد (۳) ارتداد نبوی حیات میں اور تجدد  
 باسلام بعد حیات نبوی۔ ان تینوں صورتوں میں صحابیت قائل نہیں ہوتی اسلئے فتح الباری جلد ہفتم ص ۱۱۱ فرمایا فلو اس دی قہر

۱۱۱  
 صحابہ کرام  
 میں سے  
 حضرت  
 بلال

صحابہ کرام  
 قسم سوم



غادر الی الانصار لکن لم یزلنا بعد عودہ فالصحیح انہ معدودون فی الصحابة لا طباق المحدثین علی عدل  
 الا شعث بن قیس بن خویص متن وقع له ذلك واخر اجہم احاد بیہم فی التسنید اور احاد کا مسلک یہ ہے کہ  
 بخروا التذکرۃ بطلان بطلان ہے پس صحابیت جو از قبیل شرف اہل ہے وہ بھی باطل ہو گئی لیکن دوبارہ مشرف اسلام  
 ہوئیے وہ اہل حق انصافیں نیز بطلان سے پائیں حتیٰ کل آتے ہیں کہ ابان کی قضا اسکے ذمہ واجب نہیں نہ حق ثواب میں کہ از تاد سے قوت سے  
 ثواب پس نہیں ہوتا یا ان اعمال میں اگر کوئی ایسی عبادت بھی جس کا سبب اس وقت باقی ہے تو اس کے حصول کے واسطے جہاد  
 ہوگی سابق تفسیر کا عدم ہو گئی جیسے نماز ظہر ادا کر کے مرتد ہو گیا اور کئی ذلت ظہر باقی تھا کہ پھر اسلام لے آیا تو واجب ہے کہ دوبارہ ظہر کی  
 نماز ادا کرے اس ضمنی مسئلہ کے پیش نظر ہر صورت میں از تاد سے صحابیت نازل ہو کر جو تجدید اسلام داپس لگی مگر بدول ثواب  
 اور یہ حضرات پر ہوا ان کا اطلاق صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں جو صحابیت ظاہر نہیں سنے کہ عید کے واسطے اللہ تعالیٰ علیہ السلام  
 کئی نئی حیات حصول صحابیت کے لئے سبب تھی اور تجدید اسلام کے بعد ان کی حیات پانے کے باوجود جب شرف ملاقات حاصل نہ ہوا  
 جو بدول قوت ہو گئی جو اس وقت حصول صحابیت کے لئے ضروری تھی پس پہلی صورت میں صحابی کا اطلاق درست ہوگا درمختار کے  
 حاشیہ راد المختار جلد اول منہ میں صحابی کی مذکورہ تعریف کے بعد فرمایا ہذا اظاہر علی مذہب الشافعی من ان اللہ  
 لا یحیط عملہ ما لم یست علی المروۃ اعتمدنا فیہم الروۃ بحیط العمل والصحبۃ من اشرف الاعداد  
 لکنہم قالوا لہ بالانصار تعود اعمالہ مجرۃ عن الثواب ولذا لا یحب علیہ قضاء وہا سوی  
 عبادۃ بقی سببہا کا بخیر و صلواتہ صلاھا قاسم قد فاسلم فی وقتہا و علی ہذا افتد یقال تعد  
 صحبتہ مجرۃ عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تعد  
 صحبتہ ما لم یلقہ لبقاء سببہا فتا صل اہم پہلی صورت کی مثال عبداللہ بن سعد بن ابی سوح  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنہوں نے فتح مکہ سے پیشتر اسلام قبول کیا کہ ہجرت کی تھی اور کاتبہ جی کے منصب پر فائز تھے پھر مرتد ہو کر  
 کوفہ لپٹ گئے فتح مکہ میں جہان کے تسل کا حکم صادر ہوا تو بھاگ کر اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے  
 ان کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا جنگی خلفائے ختم ہو کر جب مکہ میں پہنچا ہو گیا تو آپ ہمراہ لیکر نئی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے  
 امان کی درخواست پیش کی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل مکوث کے بعد درخواست کو شرف قبولیت بخشا جب حضرت  
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے گئے تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس واسطے کیا تھا کہ تم میں سے کوئی انھیں  
 اس کی گردن مار دے ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میری جانب نگاہ سے اشارہ کیوں نہ فرمادیا تھا فرمایا کہ  
 کہ لے انکے مارنا میرا نہیں الغرض آیام فتح مکہ میں آپ جاہ شرف باسلام ہوئے ارباب کرم الدنہ اشہد ان قریش میں شمار  
 کئے جاتے ہیں اسی واسطے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے فتح مکہ کے روز مقرر ہوا اور شہر بھری میں مصر کے  
 قریب مقام افریقیہ آپ ہی کے ہاتھوں پر فتح ہوا مقام عسقلان میں قامت گزیں ہو گئے تھے بارگاہ الہی میں مالک  
 اے اللہ دنیا میں میرا آخری عمل نماز صبح ہو چنانچہ دعا مقبول ہوئی کہ تیرے بھائی میں صبح کی نماز ادا کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ  
 کے بعد سورہ والاعانۃ اور دوسری رکعت میں کوئی مادہ سورہ بڑی دس جانب اسلام پھیرنے کے بعد جب بائیں جانب سے  
 پھیرنے لگے تو جسم غامی سے روح پرواز کر گئی وہی وہی صورت کی مثال اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ ہیں یہ نہلا بھری میں اپنی قوم قبیلہ کنز کے ساتھ سواروں کیساتھ حاضر ہو کر شرف باسلام ہوئے تھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



کے وصال فرمانے کے بعد مرد ہوئے پھر خلافت صدیقی کے زمانہ میں گرفتار ہو کر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ ام فروقہ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلافت میں عراق پہنچ کر قادیسیہ قادیسیہ جلاوطن کیا گیا۔ وہاں کی جنگوں میں شرکت کی ایک جگہ پر آپ اور حضرت جبریل رضی اللہ عنہ کے آپ نے امامت کے لئے یہ کہتے ہوئے حضرت جبریل کو بڑھایا کہ مجھ سے ارادہ صادر ہو چکا ہے اور آپ صابر نہیں ہوا۔ لہذا آپ امامت کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور خود بقا کو کہہ رہے ہیں۔ میں مشکل گشتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصال سے پچاس سال بعد تریسٹھ سال کی عمر میں فوت پائی اور سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی کہ اسے کتاب جلد اول صفحہ ۲۸۵ و نیز تیسری صورت کی مثال مستما نہ ہو سکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**روکان یکتب الکتاب العبرانی الخ** **سوال** اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبرانی کتابت کرتے اور انجیل شریف کو عبرانی زبان میں ترجمہ کر کے لکھا کرتے تھے اور دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل شریف کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے چنانچہ اسی حدیث میں یونس اور معمر کی روایت میں لفظ ہے ویکتب میں الانجیل بالعربیۃ اور مسلم شریف میں ہے۔ فکان یکتب الکتاب العربی۔ پس بتایا جائے کہ کونسی بات صحیح ہے۔ **جواب** انجیل شریف عبرانی زبان میں تھی اور حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ تینوں زبانوں میں کتابت جانتے تھے کبھی انجیل شریف کو عبرانی زبان میں لکھتے اور کبھی عربی زبان میں اس لئے دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ کلام راویوں کا ہے کسی نے عبرانی کتابت کو ذکر کیا اور کسی نے عربی کتابت کو، اور قرآن کریم کی طرح چونکہ دوسری آسمانی کتابوں کا حفظ آسان نہ تھا اس لئے حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں انجیل شریف کی کتابت پر اختصار کیا (نہیں قادی جلد اول صفحہ ۲۸۵)

**فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ الخ** ام المؤمنین نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ورقہ کا ہوا و زادہ قرار دیا اس لئے کہ باعتراف سلسلہ نسب آپ کے والد ماجد اور حضرت ورقہ ایک مرتب میں پڑتے ہیں کیونکہ دونوں کے اثبات آپس میں حقیقی بھائی تھے آپ کے والد ماجد کے اثبات عبد مناف ہیں اور حضرت ورقہ کے عبد العزیٰ اور یہ دونوں قصی کے بیٹے تھے۔ **عبد بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی** راویوں کو کہا جائے کہ یہ از سالی کی وجہ سے حضرت ورقہ کو بخانا عم قرار دیکر آپ کو ہوا و زادہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ عرب اپنی گفتگو میں بڑے کو اترانا عم کے ساتھ خطاب کیا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عم میں بھی یہ محاورہ رہا ہے۔ چنانچہ چند سستان میں باب سے بڑے کو بتایا اور چھوٹے کو چچا کہا کرتے ہیں۔ حدیث زیر بحث کے الفاظ مذکورہ ہیں **الہلالین** سے پیشتر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں **فاخبروہ بالذی ہر ائی** محذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے اس لئے کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد پر حضرت ورقہ آپ سے یہ نہیں کہا۔ **قل یا ابن اخی** بلکہ **یا ابن اظف** استفسار کیا **یا ابن اخی** صاف انہی کے استفسار بتانا ہے کہ اس سے پہلے حضرت ورقہ کو آپ کی رویت کے متعلق اطلاع دی جا چکی ہے چہ تو انہوں نے استفسار کو رویت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور ابو نعیم نے بسند حسن و لا ائیل النبوة میں من حدیث کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔ **فانت بہ ورقہ ابن عمہا فاخبروہ بالذی** **سوال** تا موس اور جاسوس میں کیا فرق ہے **جواب** بعض راویان لغت نے فرمایا کہ ان میں نسبت برابر ہے۔ مگر خبر پر مطلع کو بخوانے کو ناموس اور موشی پر مطلع کرنے والے کو جاسوس کہتے ہیں لیکن چہوڑنے نسبت عمومی مخصوص مطلق ہے۔



اختیار کی کہ ناموس سر پہ طبع کرنے والے کو کہتے ہیں سرخبر ہوا سرخبر ہی مسلک صحیح ہے کما فی فتح الباری۔ اور خود امام بخاری  
 رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری جلد اول کتاب الا نبیاء صفحہ ۴۸۰ میں بایں الفاظ تفسیر فرمائی جو ناموس کے عموم کی جانب ناظر ہے  
 الثاموس صاحب السوال الذی یطلعه بہما لیسترا عن غیرہ۔ ثبوت اظہر بطلان ما قال فی ذیل الباع  
 صفحہ ۳۱ فی تفسیر الثاموس راہی مبلغ الخیر وهو صدق الجاسوس الا ان هذا التقصیر لا ینطبق کا علی  
 قول الجہود وکذا علی قول البعض اما علی قول الجہود وفظاھر لان النسبة بین الثاموس والجاسوس  
 عندہم العموم والخصوص مطلقا وھذا صرح بالتباین واما علی قول البعض فلان کل مبلغ الخیر لیس  
 ثاموسا عندہ کما انہ لا یسمی کل مبلغ الشرجا سو متباہل مبلغ السوال الخیر ثاموس ومبلغ السوال الشرجا  
 جاسوس وھذا اطلاق فی موصوف الخیر فوقع فی حصرۃ الضیور فتأمل بہ کیف یہاں پراس سے مراد جبریل  
 امین علیہ الصلوۃ والتسلیم ہیں۔ **سوال** عیسیٰ علیہ السلام تعالیٰ علیہ آلاء وکرم سے نسبت موسیٰ علیہ السلام حبشی علیہ السلام قریب  
 ہیں اور جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں  
 پھر حضور ورقہ نے ثاموس موسیٰ کیوں کہا ثاموس عیسیٰ کیوں نہیں کہا جبکہ ثاموس موسیٰ کہنے میں  
 یہاں پردہ و نکتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے تو ثاموس عیسیٰ کہنے میں محال نہیں ہو سکتے ایسا سب ثاموس عیسیٰ نہیں کہا  
 ثاموس موسیٰ کہا اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تو ریت شریف کی طرح آپ کی کتاب بھی احکام پر مشتمل ہوگی بخلاف عیسیٰ علیہ السلام  
 کہ آپ کی کتاب تخیل شریف احکام پر مشتمل نہیں تھی تو صرف فصلک اللہ امثال ہیں ۲۰ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں  
 فرعون اور اسکے ساتھی ہلاک ہوئے تھے اسی طرح آپ کے مقابلہ میں امت کا فرعون بنی ابوجہل اور اسکے ساتھی ہلاک ہوں گے چنانچہ جنگ  
 بدر پر ابوجہل مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کے درمیان ایسا مقابلہ پیش نہیں آیا۔  
**سوال** ان ہر دو نکتوں کا اعتبار اس وقت درست تھا جبکہ کسی روایت میں ثاموس عیسیٰ کا رد نہ ہوتا حالانکہ اسی واقعہ میں  
 زید بن یحیٰی کا نے بطریق عبد اللہ بن معاذ حضرت زہری سے ثاموس عیسیٰ روایت کیا ہے جو جواب صحیح  
 نہایت اسی ہے جس میں ہرق ثاموس موسیٰ وار ہے اور پیش کردہ روایت تباہی و جہاں بل اعتبار میں اس کے راوی عبد اللہ بن  
 معاذ ضعیف ہیں۔ یا ان ابو نعیم نے ہی لائل النبوة میں ایک روایت بسند حسن ذکر کی ہے کہ میں ثاموس عیسیٰ مذکور ہے لیکن  
 یہ روایت واقعہ بیک وقت سے متعلق نہیں بلکہ اس واقعہ سے پیشتر جب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ورقہ  
 کے پاس تنہا تشریف فرما ہو کر غاس حرا کا واقعہ خود بیان کیا تو اس وقت حضرت ورقہ نے ثاموس عیسیٰ کہا تھا اور اس کے  
 واقعہ اس وقت نصرانی تھے پھر جب محبوب خدا علیہ السلام تعالیٰ علیہ آلاء وکرم کو اپنے ہمراہ لیکر تشریف فرما ہوئے تھے اور واقعہ براہ راست نبوی  
 زبان سے سنا تو ثاموس موسیٰ کہا لیکن دو نکتوں کے پیش نظر میں کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ البتہ ایک روایت میں جو واقعہ  
 زید بن یحیٰی سے متعلق ہے دونوں نقطہ وارد تھے ہیں جسکو سیور حبلی جلد اول صفحہ ۲۸ میں بایں الفاظ نقل کیا ہے ولذا نقی علی  
 مثل ثاموس موسیٰ و عیسیٰ اب بھی دونوں حضرات کے ذکر کی مناسبت میں وہی مذکورہ بالا کتبے بیان کئے جائیں گے  
 مگر قدسے تفسیر کے ساتھ اندوہ یہ کہ موسیٰ ذکر کے نکتوں میں کسی کا مقابلہ موجود نہ ہوگا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر دو حضرات کے ذکر سے  
 اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جلال اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جمال آپ کو عطا کیا گیا چنانچہ ایسا ہی ہوا  
 فات گرامی صفات سے دونوں مقنون کا ظہور ہوتا اگر صفت جمال غالب تھی غرض وہ خدائے عز و جل میں مشرکین نے جب مسلسل جاری کی







الوادئ الخال فاذا حین التذاکب شیء یکنی فی المدرس لفاضل الربانی الطیب الحاذق مولانا الشیخ  
غلام برطانی صد ظلہ النورانی شیخ الحدیث فی المدرسۃ المسماة بمظہر اسلام الواقعة فی مسجد  
بی بی حمی فی بلدہ بویلی۔ **سوال** ہر دو جواب کے جب ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت پر واقع  
تھی تو اسے بہت زیر بحث اور سیوۃ ابن اسحق کی اس روایت میں تعارض ہو گیا جس سے آفتاب نم ہونے کی طرح ظاہر ہوتا ہے  
کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ دعوت پایا ہے اور اس وقت تک حیات میں ہے جبکہ کفار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کو مشرت باسلام ہونے کی بنا پر ایذا پہنچاتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت کے بعد اسلام لائے ہیں۔ اس میں  
کوئی اختلاف نہیں۔ اس روایت کے ہم مضمون ایک ایسا روایت ہے جس کو ہم حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی بحث  
کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور حسب فقہی ملامہ ابن حجر عسقلانی اس کی سند خبیثہ ہے۔ وہ بھی حدیث زیر بحث سے معارض ہو گئی  
جواب ان روایات میں تطبیق نہیں کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ مذکورہ میں واؤ برائے تزیین نہ برائے  
حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ مذکورہ میں کچھ الفاظ مقتدیہ ہیں جن کی تفسیر یہ ہوگی فقہ لغویہ  
ورقہ ان توفی ای قبل ان یشہدہ الاسلام دیوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجہاد۔ وفتر  
الوجی یعنی مقصورہ وی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آنیسے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وحی کا اناموقوت  
ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے پس اس تفسیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں  
شموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے  
نظر برائے الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا خالص اور عام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقعی قدس  
سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اسلئے ہمارے نزدیک جواب اول احسن ہے  
دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بعد کچھ کے حالات جو مذکورہ دی کو معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا  
تو یہ سمجھ کر اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے مملک کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر کر دیا۔ لہذا ان روایات  
میں جو مذکور ہوا کہ حیات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علاوہ ابن حجر  
عسقلانی قدس من سترۃ النورانی نے طریق اول اصابہ فی معرفۃ الصحابة میں ذکر فرمایا اور طبرانی دوم  
فتح الباری شیخ صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زیر بحث مذکورہ  
الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اس کے تسلیم پر مبنی ہے۔ یہ کہ کچھ دونوں طریقے نقل جواب بالجمع  
ہیں اور قبیل جواب بالترجیح نہیں علامہ ابو الدین ابو محمد محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے  
عمدۃ القاری شیخ صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیوۃ ابن اسحاق کی روایت  
حدیث زیر بحث کے معارض نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حدیث زیر بحث بخاری کی روایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت  
پر ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زیر بحث راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارفہ ممکن نہیں کیونکہ معارفہ کے  
واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق احناف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ پر ہے وہ کہ  
"روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے" اور علمائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال







کے لئے قرار دیا بھی صحیح نہیں آؤگا اس لئے کہ ہمیں کلام تحویل سند کو اسطے بالعموم واوکسا تھ کا کہ (ح) تحریر فرمایا کرتے ہیں۔ جو یہاں موجود نہیں۔ مجرد وادراکتفا نہیں کرتے۔ قانینا اسلے کہ بر تقدیر سلم یہ مقام تحویل سند کا عمل ہی نہیں کیونکہ حدیث واحد کی جب دو یا دو سند زیادہ سندیں ہوں تو اس وقت تحویل کی جانب تھیلج ہوا کرتی ہے۔ اور یہاں پر دو سندیں حدیث واحد کی نہیں بلکہ دو حدیثوں کی دو سندیں ہیں پھر تحویل کا کیا محل ہا۔ عہدۃ القاسری جلد اول صفحہ ۸۸ میں ہے۔ وکان تھم افلائی کان الحدیث اسناد ان ادا اکثر کتبوا عند لا تغال من اسناد ان الی اسناد ان لک مسعودی (ح) ای حرف الحاء وجماعی عن قاطعہ بطریق مافی فیض القاسری صفحہ ۳۴ میں قولہ فھذا تحویل لا تقلیق

(ابو سلمہ) فتح حروف ثلث۔ ان کا نام اسمعیل ہے یا عبد اللہ علامۃ ابن عبد البر نے فرمایا علماء نسب کے نزدیک اس سے یہی ہے یا گنت ہی نام ہے۔ طیلل لغد صحابی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیہ محترمہ ثناء صخرہ بنت اصبع کلبیہ کے بطن سے اکلوتے ہیں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن عاص کو مرنہ متورہ کا وال مقرر کیا تو اس نے انکو عہدہ قضا پر نامور کیا تھا۔ قاضی بھی ہیں بہتر سال کی عمر میں بمقام مدینہ متورہ ۹۵ھ ولید کے زمانہ حکومت میں وفات پائی۔

رجاء بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے صحابہ کرام سے ہیں جنہوں نے احادیث کو بکثرت نقل فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ سے ایک ہزار ایک سو چالیس احادیث کتابوں میں مروی ہیں۔ انہیں سے دوسو دس احادیث کو امام مسلم اور امام ابونعیم نے تحریر کیا ہے جن سے اٹھاون تعلق علیہ السلام سے ہیں کو صرف امام بخاری نے ادا دیکھ جو چھپس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ جب جنگ احد میں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے تو عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپکو یہ خورہ ثنا یا تھا کہ فرشتے ان کی نفس پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسکو اٹھایا گیا۔ مدینہ شریف میں عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روز جمعہ خطبہ فرمایا ہے تھے کہ تاجروں کا ایک فکر یا اور حسد ستوا اعلان کے لئے طبل بجا گیا۔ زمانہ سنی اور گزشتہ کا تھا۔ لوگ بائیں خیال خطبہ سے اٹھکر اس کو طبل چلے گئے کہ یہ کریمہ اجلاس ختم ہو جائیں وہ ہم نہ پاسکیں اس وقت مسجد شریف میں صرف بارہ آدمی رہ گئے ان میں ایک آپ بھی تھے اسی واقعہ پر آیت نازل ہوئی تھی۔ واذ اسر اؤ ویتخا سرة اولھوا الفصوا لیھما و ترکوا قاصدا۔ آپ کو دلت کہ یہ واقعہ اچانک موتی ہو چکا یا جسکو عارف باللہ علامہ عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی نے شواہد النبوة صفحہ ۸۳ و ۸۴ میں مفصل ذکر فرمایا اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے مدارج النبوة شریف میں اسکو برقرار رکھا وہ یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کہ میری جگہ کوئی جاں نثار دعوت کرتا قبول فرما کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں مدینہ کو فرمایا فلاں روز آئیے جب وہ دن آیا تو آپ شریف تھے۔ میں نے انکو مکان کے اندر فوکش کیونکہ آپ کے واسطے بکری کا ایک بچہ فوج کیا تاکہ بھون کر خدمت قدس میں پیش کیا جائے۔ میرے دو لڑکے تھے۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ آؤ ہمیں کھاؤں۔ ہمارے والد نے بکری کے بچہ کو کس طرح ذبح کیا ہے چھوٹے بھائی کو بانہ حکرون کچ کر ڈالا۔ ماں نے دیکھا کہ وہ بیڑا بھائی بھاگ کر حجت پر پہنچاؤ اس خوف سے کہ ان بچے آ رہی ہے فحبت سے کو دکر ہلاک ہو گیا۔ ماں نے اس جاں گوارہ حادثہ پر بائیں خیال مگر یہ دیکھا نہیں کی مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر قلب مبارک کو مدینہ پہنچے گا اور نہایت عزیز مسکن کیسا تھا دونوں بیٹوں کو گھر میں لجا کر ایک گوشہ نشین بنا کر اور بڑے کیل دھکے یا ادھکی کو خیر کی یہاں تک کہ حضرت جابر کو بھی اس حادثہ سے بخبر رکھا۔ اتفاقاً وہی کیسا تھا گوشت بھون کر حضرت جابر کو دیا کہ نوی خدمت میں پیش کریں۔ گوشت جب پیش کیا گیا حضرت جبریل حاضر تھے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جابر کو حکم دیکھنے کے لئے ان لوگوں کو

حدیث جابر بن عبد اللہ











استعمال ماس کی ہیئت کے لئے بھی اس پر واجب بندہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز فرمادی گئی ۴۱۔ یہ کہ تم غلاموں کو اسطے تعلیم نہ کرو مگر اس وقت  
لیجئے محبوب کی کمال غفلت ظاہر کرنے کے پیش نظر ان کے نام پاک کیساتھ نہ انہیں فرماتا بلکہ ان کے اوصاف اور عطا فرمودہ القاب کے ساتھ  
نماز فرمایا کرتا ہے جیسے یا اھذا النبیؐ یا اھذا الرسولؐ یا اھذا الخیرؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ  
یہ دیگر دنیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اسماء کیساتھ نماز فرمائی گئی جیسے یا اکرمؐ یا ابراہیمؑ یا موسیٰؑ یا داؤدؑ  
یا عیسیٰؑ یا آدمؑ یا ادمؑ یا ادریسؑ یا ابراہیمؑ یا اھذا النبیؐ یا اھذا الرسولؐ یا اھذا الخیرؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ یا اھذا المصلحؐ  
کے لئے یا ہشتاد کل کشتائی کے واسطے مذکور تو یا محمدؐ اور یا ابا القاسمؐ کہ کر نماز کرنا کہ ہمارے لئے یہ جائز نہیں بلکہ اگر  
تکرم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آواز نرم کے ساتھ متواضعانہ انداز سے کہیں تو اس سے بھی بڑی عزت و کرامت ہے یا رسول اللہؐ یا  
حبیب اللہؐ یا قاسمؐ یا مہدیؐ یا من دینہ عرش اللہؐ یا قاضی البلاءؐ یا شافع الخیالؐ یا غیث  
القاب کے ساتھ جو ہماری بارگاہ سے عطا ہوئے ہیں اور کسی ایسے نفاذ سے نہ کرنا جو منہ تعلیم ہو کہ زیادہ بارگاہ نبوت کے خلاف ہے  
اسی واسطے صحابہ کرام کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ماں باپ کو قربان کرنے کے بعد بول نہ کیا کرتے تھے۔ یا بنی اُمّیؑ یا  
یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ یا پرتوان ہیں اے اللہ کے رسول تعظیم و احترام کے لئے یہ زیارت لا تجعلاؤا عباد  
الرسولؐ میں کہہ کر عشاء بعض کہ بعضاً فرمایا کہ ان تقولوا یا محمدؐ بل قولوا یا نبی اللہؐ یا رسول اللہؐ  
فی لین و تواضع و خضوع و خضوع و خضوع اور اس کے عاشر صاوی میں سی امت کے تحت فرمایا ای ذلالتہ بعضی کا  
تناد وہ یا سحہ فتقولوا یا محمدؐ ولا یکتبہ فتقولوا یا ابا القاسمؐ بل فان وہ و خا طوبہ بالتعظیم  
یا التکرم و التوقیر یا رسول اللہؐ یا نبی اللہؐ یا امام المرسلینؑ یا رسول رب العالمینؑ  
یا خاتم النبیینؑ وغیریہ اس واسطے مفید من الایۃ انہ لا یجوز نداء النبی بغیر ما یفید  
التعظیم ولا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ۔ ترجمہ علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو ان کا نام نہ لکھو نہ کرنا اس فور سے کہو یا محمدؐ اور ان کی کنیت کیساتھ نہ کرنا اس طرح حکم کو یا ابا القاسمؐ  
بلکہ تعظیم و توقیر کے ساتھ بولنا کہ یا رسول اللہؐ یا نبی اللہؐ یا امام المرسلینؑ یا رسول رب العالمینؑ  
رسولوں کے پیشوا یا رسول رب العالمینؑ یا رسول اللہؐ یا نبی اللہؐ یا امام المرسلینؑ یا رسول رب العالمینؑ  
یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ سے نہ کرنا ہمارے نہیں جن سے تعظیم وغیرہ نہ ہوتی ہو نہ وہی حیات میں نہ وصال کے بعد نفسیر  
روح البیان شریف میں زیارت مذکور فرمایا۔ قَالَ ابواللیث فی تفسیرہ و فی الایۃ بیان توقیر معلم الخیر  
لَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مُعَلِّمَ الْخَیْرِ فَامَّا اللّٰہُ بِتَوْقِیْرِہِ وَتَعْظِیْمِہِ وَفِیْہِ مَعْرِفَۃُ  
حَقِّ الْاَسْتَاذِ وَفِیْہِ مَعْرِفَۃُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَتَرْجُوۃُ اِمَامِہِ ابواللیث قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ  
اس آیت میں تعلیم خیر دینے والے کی تعظیم کا بیان ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر کی تعلیم دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے  
زبردستی ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا یہ تعلیم خیر دینے والے کو ایسے الفاظ سے نہ کرنا چاہئے جو تعظیم و توقیر نہ ہو بلکہ اس میں اس کی  
حق شناسی اور اہل فضل کی چھان ہے قال فی حقائق البقی احترام الرسول من احترام اللہ و معرفتہ من  
معرفۃ اللہ و کلا دین فی متابعتہ من کلا دین مع اللہ۔ ترجمہ کتاب مستطاب حقائق بقی میں فرمایا کہ  
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام از قبیل احترام الہی ہے اور ان کی معرفت از قبیل معرفت الہی اور ان کی متابعت میں

و اس کا نام نہ لکھو نہ کرنا اس فور سے کہو یا محمدؐ اور ان کی کنیت کیساتھ نہ کرنا اس طرح حکم کو یا ابا القاسمؐ



ادب اختیار کرنا از قبیل ادب الہی ہے۔ وَفِي الشَّارِحِ لِلْعَمِيَّةِ يُقْبَلُ إِلَى الْعَظِيمِ الْمَشْتَرِكُ فَإِنَّ الشَّيْخَ فِي قَوْمِهِ كَالْبُحْرِ  
 فِي أَمْتِهِ أَيْ عَضَمُوا حِمْلَهُ الشَّيْخُ فِي الْعُظَابِ وَاحْضَلُوا فِي خِدْمَتِهِمْ الْأَدَبَ وَعَلَقُوا عَدَّتَهُمْ عَلَى  
 صِرَاطِ آتِ الْهَيْبَةِ وَالْوَقْدِ الرَّاحِ تَرْجِمَهُ۔ اور کتاب خطاب الناصب لاسلام النجمیہ میں ہے کہ اس بیت میں پیرانِ طریقت کی  
 تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ پیرانہ مریدین میں ایسے ہی ہونے چاہئے جیسے نبی اپنی امت میں مگر نبی کی طرح پیرانِ طریقت بھی اپنے  
 اپنے مریدین کی کشتی کے مٹاؤں ہوتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ نبی کی طرح خطاب میں پیرانِ طریقت کی بھی تعظیم کرو کہ جن الفاظ سے خطاب  
 کیا جائے وہ بختِ تعظیم میں ڈھبے ہوئے ہوں۔ ان کی خدمت میں صاحبِ محو رکھو اور ان کی فرماں برداری خوف اور توقیر ہی کے ساتھ کیا کرو  
 مگر ان کی جنابت اور ذی نیلہ اولیٰ خالی از خطر نہیں۔ روزِ مرہ کا مشاہدہ ہے کہ پیرانِ طریقت اور بندگانِ خاص کے حق میں حراماں نصیبِ طرح  
 طرح سے بدی کر دیتے ہیں چکر ٹوٹی تعالیٰ نے انہیں قتل کا پہاڑ بنایا ہے اس لئے کہ نبی کی جانب مصلحتات نہیں فرماتے۔  
 مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدی انسان کوئے دیتی ہے۔ سلوک کے اعلیٰ مقامات سے گزرا کر آئندہ کے لئے باب کشود اور اسباب  
 گردی ہے کہ روئے زمین پر کوئی کھولنے والا دستیاب نہیں ہوتا اور وہی مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ لطائف اشرفی جلد اول  
 صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ محبوبِ یوسف الی محمد دم سید اشرف جہا انگیر سید انی قدس سے سوزا الہیاتی جرنی کہ  
 پاک کچھو چھو قدر خلیق فیس آباد میں ہے آپ کے ایک مرید پیر علی نامی تھے جنکو سنو کہ میں بڑا اشتغال تھا اگرچہ مقام نور کا خواہ  
 تک نہ پہنچے تھے مگر میری مالی مقامات اور بندگان پر غیور ہو چکا تھا ایک مرتبہ اس کو نبی کے ادبی صادر ہوئی جنکو کسی شخص نے خود  
 کے گوش گزار کر دیا۔ فرمایا کہ اس غافراؤ کہ یہ تیری طرف سے اسکو ہوں سے باہر کرو۔ پیر علی کو جب اس نے بلا ہٹکی کی اطلاع ہوئی۔  
 تو بعض خدام کے ذریعہ حصولِ معافی کیواسطے بے انتہا کوشش ہوئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر وہاں سے سفر کر کے خود دم صلیب  
 سید علی قدس سرہ کی خدمت میں ہوا۔ اپنے حالات عرض کئے صبرِ قدس سے کچھ فرمایا کہ میں دروازہ کو فرزند  
 سید اشرف تھا مگر تم نے بند کر دیا ہے میں اسکو نہیں کھول سکتا اس کے بعد دروازہ پر بھرے مگر میں پر کامیابی نصیب ہوئی۔ نویت یافتہ  
 رسیہ کر دھواؤ گداز امر اہل طے کر کے اور تکالیف شاد برداشت کئے شیخ نجم الدین اصغر ہانی قدس سے سوزا کی خدمت میں  
 کرمعل حاضر ہوئے اور دست دراز تک امور خدمت انجام دیتے رہے۔ شیخ نے ان کی کشود کار کے لئے سعیِ طبع مبذول کرنے میں کوئی دقیقہ  
 فرو گذاشت نہ کیا مگر آخر میں یہی فرمایا کہ اے نامراد جس دروازے کو برادرِ سید اشرف جہا انگیر نے مسدود کر دیا ہے اس سے نہیں کھل سکتا  
 بلکہ آج کل کے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو ان کے مقابل آکر کھڑا ہو سکے۔ ایسا وقت کسی امر و زور دہنے میں نیست +  
 کہ پہلو پر زند باوی ہو تو قہر + تیار و سر براوردن بھوت + کس زور کند آں جہا انگیر۔ بلکہ بزرگانِ طریقت کی خدمت میں  
 بے ادبی کرنے کے باعث کبھی ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ محققہ الاسرار شریف میں ہے کہ شہر دمشق کے اندر شہرہ میں  
 علامہ ابو سعید عبد اللہ بن ہبہ اللہ تمیمی شافعی نے میانِ بکر اور حوائی کے عالم میں تفسیلِ علم کے لئے سفر کیا  
 میں بغداد پہنچا ابن السقا میرے شریک تھے جس سے صالحین کی زیارت ہمارا معمول تھا اس نے ملنے میں بغداد کے اندر ایک صاحب  
 کی شہرت تھی ان کو غوث کہا جاتا تھا ان کی بیات شہر و تھی کہ جب چاہتے لوگوں کے سامنے آجاتے اور جب چاہتے لگا ہوں سے  
 چہرہ ہوا جاتے چنانچہ ایک مرتبہ ان کی زیارت کو وسطِ میل وہ ابن السقا اور شیخ عبد القادر جیلانی (ان کا بھی عالم شباب تھا)  
 روزِ جمعہ راستے میں ابن السقا نے کہا کہ میں وہی ایسا سوال کروں گا جس کا جواب نہ ملے سکے اور میں نے یہ کہا کہ میں ایک سوال کروں  
 دیکھوں گا کہ جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ اور شیخ عبد القادر جیلانی نے کہا معاذ اللہ کہ میں ان سے کوئی سوال کروں مگر سامنے پر



ان کے یہاں کی برکات کا متذوق رہوں گا۔ یہاں تک کہ تم میں انکی جائے قیام پہنچنے لگو وہیں نظریہ ہے۔ کچھ ہی دفعہ کے بعد تم نے دیکھا کہ ہلکے سانس سے بیٹھے ہیں ابن السقا کی طرف غصہ کیا کہ کچھ اور فرمایا کہ اے ابن السقا تیری خرابی جو مجھ سے ایسا سول کرنا چاہتا ہے جس کی میں جواب دے سکوں تیرا سوال بیٹھا افسوس کا جواب یہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر دھکا دے رہی ہے پھر میری طرف نگاہ کر کے فرمایا کہ عبد اللہ تم ایک مسئلہ دریافت کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ تھا اہل اس کا جواب یہ ہے۔ دنیا پر ٹوٹ پھوٹ پھوٹ گئی یہاں تک کہ کافروں کی ٹوٹ ڈھونڈنا آگے یہ نتیجہ ہے اس امر کو کہ تیرے الفاظ میں جس ادب پر تھا پھر شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف نظر فرمائی اولیٰ قرب کیسے ان کا احترام کیا اور فرمایا اے عبد القادر میں تمہارے جواب میں جس اور بادشاہ رسول کی خوشنودی حاصل کی میں دیکھتا ہوں کہ بغداد میں عمر پر عظیم الشان جماعت کے سامنے تم کہتے ہو قدس مطلق لا تخلیٰ ترابہ قبیحہ کل فی قرین اللہ ترجمہ میرا قسم اللہ کے ہر دن کی گردن پر ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اولیائے وقت نے قصبہ آگرہ میں ٹھکانا اس کے بعد راؤہ غوث ہماری نظروں سے غائب ہو گئے پھر تم نے کبھی ان کو نہیں دیکھا۔ علاوہ صد کو اس فرقہ میں کہ تمہارے متعلق حضرت غوث کا قول حجت جو کہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی امارت قرب الیٰ علیٰ علیہ السلام وہ آج دور میں نے ان کی طرف متوجہ کیا اور ایک مرتبہ برسرِ مشرف فرمایا قدس مطلق لا تخلیٰ ترابہ قبیحہ کل فی قرین اللہ اولیائے وقت نے آپ کے فضل و کمال کی اعتراف کیا اور میں یہاں پر بادشاہ مشرقی شہنشاہ سلطان فی الدین شہید نے جبراً بلکہ اوقات کا متعلق بتلایا جس سے میری قیام کی طرف متوجہ کیا اور ابن السقا علوم شریعت کی تحصیل میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ اپنے معاصر صاحب فنی ہو گیا۔ منظرہ میں ایسا کمال حاصل کیا کہ تمام علوم میں اپنے مقابل کو زیر کر لیا۔ قدرت نے نعمان صبیح کے ساتھ ساتھ شکل حسین بھی عطا فرمائی تھی۔ بدویرہ خلیفہ وقت نے اپنے مقرران خاص میں ان کی کتب جمعیت شامی قاضی کبیر ترمذی بادشاہ روم کے پاس بھیجا بادشاہ روم نے ان کو صاف مذکورہ کتب سے متفق ہونے کی وجہ سے بہت پسند کیا اور بادلوں کو جمع کر کے منظرہ کر لیا ابن السقا نے تمام پادشہوں کو شکست فاش دی جس کے سبب ہم بخود جو گئے کسی سے تہا بہ نہ پڑا اس وقت بادشاہ کے میں ابن السقا کی عظمت پہنچ گئی۔ اتفاقاً کہ وہ شاہزادی کو دیکھ کر بھولنے والی مشاعرے دیکھا جو حسن یا رعدیت چل گئی ہاں انھوں نے عاصیہ بھی پڑھ لی۔ قلب دیاب پہ گریا بادشاہ سے ان کو اس کی کبیرہ عقیدت میں یہ یا جلنے۔ بادشاہ نے کہا باں شرط کہ فرمائی ہو جاؤ کہ تم نے شرط منظور کی اور فرمائی ہو گی اب ابن السقا کو غوث کا قول یاد آیا اور سمجھا کہ ان کی جناب میں بے ادبی کرنے کے ہی باعث ایمان سے باہر دعویٰ ہے اہم مفصلاً۔ تعویذ باللہ من فلان فی اسرار محمد اجمعنا میں المتدینین فی حضورہ آؤینا یا ایاک کلھم اجمعین۔

بشیر الغامی

بشیر الغامی

(وردیات حکمت) فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اس میت کو بحیرہ تحریر کی فرضیت کے ثبوت میں شب فرمایا جو کہ طریقہ استدلال تک بعض شامیوں کی رسائی نہ ہو سکی اس لئے دینے الفاظ میں علمائے اذات پر عرض کر گئے اور ایک نے یہ نتیجہ استغاثی بحث کر کے نکال دیا کہ یہی عقیدہ کی نظریہ ہر طریقہ استدلال کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس سے بغیر تعالیٰ تمام مشکوک ادب کا فوراً جو جائز گئے۔ لغت عرب میں الفاظ کبیر معنی تعظیم اور کبیرہ کے معنی میں ہے۔ برتدہ یعنی اہل تحریر استدلال یوں کی جائے گی کہ آیت مذکورہ میں فکیتر صیغہ امر تکبیر یعنی تعظیم سے ماخوذ ہے لیکن مامور بطلقاً تعظیم نہیں بلکہ وہ تعظیم جو بحیرہ تحریر کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے بحیرہ تحریر مراد تھی۔ پراہل تغیر متفق ہیں درس مراد پر اجماع بھی مفق ہو چکا ہے صراحتی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی صفحہ ۱۱ میں ہے یہ شرط بالکتاب؟ قال اللہ تعالیٰ ویراک فکیتر اجمع المقسمون علی ان المراد بہ تکبیراً لا فتتاح وعلیہ انعقد الاجماع



تکبیر تحریر صحت اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد بفضل نماز شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر  
 اس کا ایک فرقہ ہوا۔ جلد اول صفحہ ۱۳۰ پر۔ قال الذکر الذی تعقبہ الصلوة بلا فصل ہو تکبیر  
 اکبر فتتاح۔ پس آیت سے بطریق مسطور تحریر یعنی ذکر و ذکر کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر کی۔ البتہ تحریر تحریر کا اس  
 فرد مخصوص کے ساتھ ادا کرنا واجب۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ اور یہ وجہ پرست  
 سے مستفاد ہوئے ہیں کہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر اللہ اکبر کہہ کر  
 کہہ کر عظیم خداوندی پر دلالت کہتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی نہ مامور بہ تکبیر یعنی تعظیم تھی جو ان الفاظ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں  
 وجہ پرستی الزمہ ہو کر وہ مخصوص لفظ سے قطعاً عاجز ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مسلک کی دلیل بیان کرتے ہوئے  
 یہ فرمایا انہما ان التکبیر هو التعظیم لفظاً وهو حاصل بمرام ام ابیہام قدس سرہ نے اس دلیل کو حقیقی  
 مسلک کی وضاحت فتح القدیر میں اس طرح بیان فرمائی کہ قولہ ان التکبیر ای المذکور فی قولہ تعالیٰ ورتبک  
 فکبر وقولہ علیہ الصلوة والسلام وتحريمها التکبیر بمعناه التعظیم وهو ايضا المذکور فیما  
 بر دى مالک اول الحديث وهو المراءى بتکبیر کا فتتاح فکان المطلوب لفظ النص التعظیم وهو  
 اعم من خصوص اللہ اکبر وغيرہ ولا اجمال فیہ والثابت بالخبر اللفظ المخصوص فیجب  
 العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسہ ترکہ کما قلنا فی القراءة مع الفاتحة وفي الركوع والتسبیح  
 مع التعذیل کن فی الکافی وهذا یفید وجوبہ ظاهراً وهو مقتضى المواظبة التي لم یفتقر  
 یاترک فیستغنی ان یقول علی هذا اور بقدر معنی وہ تقریر استدلال اس طرح کی جائیگی کہ فکیر صیغہ امر تکبیر معنی  
 اللہ اکبر لغت سے مشتق ہے تو اللہ اکبر کہنا مامور بہ ہوا اور واجب کیلئے آتا ہے لہذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا۔  
 چونکہ امر فکیر کہنا ایک جزو ہو گیا باعث قطع ہے اور قطع کے مامور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ نظر برائے اللہ اکبر  
 کہنا فرض ہوا واللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بحر تحریر میں پر نہیں تو ثابت ہوا کہ حکم تحریر کیواسطے ہے۔ ورنہ نص معقل  
 ہو جائیگی۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ وقت تحریر خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔ لیکن اجماع معتقد ہو چکا ہے کہ امر فکیر  
 کے بعد سے مراد تکبیر تحریر ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب مراد تکبیر تحریر ہے بجا لانا ہوا جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے  
 پس تقریر نہایت بھی تکبیر تحریر ہے کی فرضیت ثابت ہوئی۔ سوال یہاں پر تکبیر کو معنی اللہ اکبر لغت قرار دینا درست  
 نہیں بلکہ بایں معنی تکبیر کا اشتقاق جملہ اللہ اکبر سے ہو گا جس کو علماء نے صرف قصی سے تعبیر کرتے ہیں اور جن مصادر  
 میں قصی ہوئے وہ متعدی نہیں آتے ہیں بلکہ لازم آتے ہیں عادیہاں پر فکیر کا مفعول ہے نہ اس کا۔ ذکر ہے بدرجہا اسکو تکبیر  
 معنی اللہ اکبر لغت سے مشتق قرار دینا درست نہیں جواب بیشک جن مصادر میں قصی ہوئے وہ لازم ہی ہوتے ہیں لیکن  
 جن میں مصدر متعدی کے معنی کی تفسیر کر لی جائے تو متعدی ہو جاتے ہیں جیسے قلبیۃ جملہ تفسیر لغت سے مشتق اور لازم ہو  
 مگر معنی اجابہ کی تفسیر کر نیے متعدی ہو جاتا ہے چنانچہ اس چیز کے پیش نظر حریری نے اپنے خطبہ میں بایں معنی تلبیۃ کو اس  
 قول میں متعدی استعمال کیا ہے قلبیت و عودۃ تلبیۃ المطبیح۔ پس یہاں پر بھی کہا جائیگا کہ تکبیر معنی تعظیم کو مستغن ہے  
 اسی سطر مفعول پر کا مقتضی ہو گیا۔ سوال بروقت نزول آیت مذکورہ نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیر تحریر کے حکم فرضیت کیا  
 حاجت رہی۔ جواب ممکن ہے کہ اس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز افعال ادا فرماتے ہیں تو اس میں تکبیر تحریر بھی



حکم دیا گیا ہو (تفسیر کیسے) **أقول** قرآن کریم میں بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول متاخر ہے اور ان کے حکم کا نفاذ مقدم تھا۔ جیسے  
آیۃ الوضو کہ یہ بالاجماع مدنی ہے اور اس کا حکم پہلے ہی مل کر میں نماز کے ساتھ تقریباً آدھی طرح آیۃ الجمعة کے مدنی ہے حالانکہ  
حکم نماز جمعہ کا نفاذ ہجرت سے پیشتر ہو چکا تھا اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول مقدم اور حکم کا نفاذ متاخر ہے جیسے سورۃ مزمل شریف  
میں **وَأَتُوا الزَّكَاةَ** کہ یہ آیت مکہ مکرمہ کے حکم پر نازل ہوئی اور یہ سورہہ میں ہوائے (انقلاب شریف) نظر میں ان کے کہ آیت و ربک فکبر  
کھوئی نزول مقدم اور حکم پر عمل کرنا متاخر ہو۔ **قال** فی فیض الباری صفحہ ۳۳۲ و ربک فکبر استدل بالتحفۃ ان مطلق  
الذکر المشعر بالقطیم کفی للدخول فی الصلوۃ لان قوله کبر معناه اعظم فالما موریہ ہو مطلق القطیم  
بای صیغۃ کان لا خصوص صیغۃ (الله اکبر) سیمتا اذا ورد فی سیاق الصلوۃ کما فی قوله  
تعالیٰ **وذكر اسم ربه** فصلی **فالسباق** سیاق الصلوۃ والظاهر من الذکر هو الذي للشرع  
فی الصلوۃ فهذا دليل واضح على أن الضروری هو مطلق الذکر کما قلنا واجاب عنه ابن المنیر وهو  
سریک **وقال** ان الاضافه فی ذکر اسم ربه للعهد فالمراد هو الصیغۃ المعهونه ای  
الله اکبر وهو کما ترى نداء من بعيد نعم لك ان تقول ان کبر ليس تفعلیلا من کبر  
المجرد بل هو قصر من جملة الله اکبر کبیر وکلل من قوله **سُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**  
فان لا يكون التكبير معناه العظيم مطلقا بل يكون معناه هو القول بالله اکبر ولا يثبت  
ما ارادته التحفۃ رحمه الله تعالیٰ **اه** **أقول** فی تقریر وجوب **أما** **أقول** لان تقریر الاستدلال  
هذا غیر تام ما لم تضمن اليه قضیه الاجماع کما مر فی تقریرنا فان المأمور به على تقدير عدم التضمن هو  
مطلق العظيم سواء كان بالاعتقاد او بالقول وعلى الثاني اعم من ان يكون قبل الصلوۃ مع الفصل  
بينهما او بلا فصل وفيها اوجع لرفع عنها خصوصية العظيم الذي يكون بالقول قبل الصلوۃ  
بلا فصل وهو تكبيره ففتح واذا كان المأمور به عاما والعام لا يستلزم الخاص بعينه فلم يلزم كون  
خصوص العظيم مأمورا به حتى يثبت المدعى فلو يتم التقریر **وأما** ثانيا فلان قوله **سُبْحَانَ اللَّهِ** او  
فی سیاق الصلوۃ ان كان ضمیر الفاعل فيه راجعا الى مطلق العظيم الذي هو مأمور به فی قوله  
تعالیٰ **و ربک فکبر** فمع انه لم يرد فی سیاق الصلوۃ فان الصلوۃ لا ذکر لها قبله ولا بعده  
لو سلم ويرد فيها لا يفيد ايضا كون المأمور به قبل الصلوۃ بلا فصل فضلا عن العظيم  
القولی الذي قبل الصلوۃ بلا فصل حتى يتم التقریر **أما** ثالثا فلان قوله **کما** فی قوله تعالیٰ **وذكر**  
اسم ربه فصلی **لم** انتقال الى آیه أخرى لا ثبات المدعى وهو دليل واضح على التخصيص عن اثبات  
المدعى بالآیه الأولى **وأما** **أ** **بما** فلان قوله آخر ولا يثبت ما ارادته التحفۃ رحمه الله  
تعالیٰ **ص** مبنى على عدم الظن بطريق استدلال التحفۃ رضي الله تعالى عنهم فان مطلقهم وهو  
تعبير لا افتتاح الذي عبر عنه هذا بطلق الذکر ثابت قطعا بضم قضیه الاجماع على نقل  
كون معنى التكبير هو القول بالله اکبر ايضا كما سلفنا فلا تغفل ثم قال فی فیض الباری  
ثم ههنا تفتيش ولفظی تمهید مقدمه وهو ان الحق لا جعلوا اکبر قصرا من الله اکبر

وذكر على غير ما في نسخة البخاری



مثل سبيل وجعلوها من واحد وهو عندى خطأ للفرق الجلى بينهما لأن كـ ترفع فيفيد معنى  
 بنفسه بخلاف حوقل وسبيل فإنه لا معنى له في نفسه فوجب أن يجعل قصراً من الجملة بخلاف  
 كبر فإنه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه ولا ضرورة فيه إلى أخذ من الجملة والوجه فيه عند  
 أنه مأخوذ من جزء الجملة أى من كبر في قول الله أعبر ولايس مأخوذ من الجملة كعبر بـ  
 وصر عن وطلب (بالأثر ودية) بخلاف حوقل فإنه مأخوذ من مجموع جملة لأحول ولا قوة إلا  
 بالله ولا بد وأن التفرع الفرق بينهما فالأولى أن يفرق في التسمية أيضاً يسمى مثل سبيل فما يكون  
 منحوا من الجملة ويسمى مثل كبر وسبيل قصراً لكونه مأخوذاً من جزءها فإن سمع مأخوذاً من جنان  
 في قوله سبحانه الله فأخطأوا إنما هو ممن سمي لأخذ من مجموع الجملة قصراً مع أنه ينبغي أن يسمى  
 بالتحث وهذا إما لقصرتهم أعلم أنه لا بد في التفصيل من ذكر المفعول بخلاف التحث فإن المفعول  
 يدخل في نفس مفهومه فيحتاج إلى به بخلاف سبيل فإنه صار لأثره واستغنى بمفعول في  
 معناه عن ذكر مفعول آخر وإن قد علمت أن القصص ما يكون مأخوذاً عن جزء الجملة لا من  
 مجموع الجملة لم يبق دليل في قوله كبر على خصوص الصيغة وصار معناه مطلق التعظيم  
 أقول فيه نظرون وجوه أمّا أولاً فلأن قوله أن النحاة جعلوا (كبر) قصراً بقول القائل  
 من غرضه كانت تعدى وزعماء آله أياً أيها الشاقي أن كاساً قد أذلها - أن النحاة لا يجتهدون من التصور  
 فالتعبارة عن اشتقاق اللفظ من المركب الاختصار للحكاية وهو من مباحثها ٢  
 التصور بفتح كـ لا يخفى على من اتقى السمع وهو شهيد وأمّا ثانياً فلأن قوله بخلاف  
 وسبيل فإنه لا معنى له في نفسه ما قد اتراد به أن كلاماً منه لفظ مهمل غير موضوع  
 في لغة العرب بمعنى سوى القول بالأحول ولا قوة إلا بالله وسبحان الله كما يستفاد من التقابل  
 حيث قال في مقابلتهما بخلاف كبر فإنه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه فهو خطأ فاش عن  
 قصور النظر في اللغة فإن اتراد باب اللغة ذكر والعائتين المأثرتين معاً في حوقل كما يأتى بمعنى  
 قال لأحول ولا قوة إلا بالله كذلك يأتى بمعنى مشى فاعياً وبمعنى ض - وصار ميسراً بمعنى  
 اعتمد بيدياً على خصرة إذا مشى ويقال للشيخ المسن حوقل وللنصارى صرة الطويلة الضحى حوقلة  
 وليس كـ إلا اختصار الطويل حاقول ولم يأت في نظراً من المادة إلا آخرى فعل بل جاءت اسماء  
 جامدة يقال سبيل كقطر للضمهم من الضب والبغير ويقال جارية سبيلة أى طويلة  
 جسيمة هذا في القاموس وغيره فعلى هذا أصار فرقة الجلى خيراً بل هباءً منثوراً أمّا ثالثاً  
 فلأن قوله ولا ضرورة فيه إلى أخذ من الجملة أى معنى على قلة الفهم فإن استعمال العرب  
 لفظ التكدير بمعنى القول بالله أعبر به ما هو الذى وعاهم إلى اعتبار أخذ من الجملة  
 لا من جزئها وهذا الدعى هو الأصل في باب الاعتبار ولا بأس عليك أن تصيه بالضرورة  
 بعد ما وضعه الامروان كذا تسمية بالمنااسبة ولو اعتبر أخذ من جزء الجملة على من عماد



فحينئذ لو كان معناه هو القول بالله أحب لكانت هذه المناسبة وإن لم يلزم فيه محذور كالـ  
 علقى ولا شغى إذ هذا لا اعتبار اصطلاح منك ولا مشاحة في الاصطلاح فلما ان تصطليح على  
 تسمية النهار بالليل والليل بالنهار فمن يمنعك وإن كان معناه هو القول بالله فقط  
 القول بأكثر فقط وغير ذلك فهذا أمرك وضع جديد ملحق بجديد فلم يبق الكلام معك  
 لأن الكلام ههنا لم يكن في لغتك بل في لغة العرب أن القرآن العزيز نزل بلغتهم حينئذ  
 تعالى بلسان عربي مبين ولا يسلان كشميرى ولا يكون يبدى مهين وأما سراً أبعاً فلان  
 قوله كثر تراباً ومترعاً ومليئاً كان المراد به التأييد لاخذ كثر من جزء الجملة كما هو  
 الوجه عند بلغة أخرى فهو في خيز البطلان لأن التأييد إنما يسمى أن كانت هذه الألفاظ  
 متاخوة ومن اجزاء الجملة ليست كذلك فإن "مترعاً" مأخوذ من "جرى" و"مترعاً" من "رعى"  
 ومليئاً من "لبأ" وهذه المأخذ ليست اجزاء الجملة كما لا يخفى على أعيان أن المراد به تأييد لاخذ  
 من جزء الجملة بل لا بد من تأييد عدم الأخذ من الجملة كما أن هذه الألفاظ ليس كل واحد منها مأخوذ من اللفظة فهو  
 ليس قائم لما أدتكم جزماً لأن الأخذ من جزء الجملة وعدم الأخذ من الجملة بينهما عموم  
 وخصوص مطلقاً ولول خاص والثاني عام مؤيداً لعلانه كلاً ما تحقق الأخذ من جزء الجملة  
 تحقق عدم الأخذ من الجملة وليس كلاً ما تحقق عدم الأخذ من الجملة تحقق الأخذ من جزء  
 الجملة لأن عدم الأخذ من الجملة كما يتحقق حين الأخذ من جزء الجملة كذلك يتحقق  
 عند عدم الأخذ من جزء الجملة والسوفية أن الشبهة لا تستلزم الموجبة وأدعك أن  
 الأول خاصاً والثاني عاماً والمؤيد للعامة لا يجب أن يكون مؤيداً للخاص فلم يكن ذلك  
 القول مؤيداً لما أدتكم جزماً وأما سراً وخصاً بل تسويد النقرطاس واضاعة لئو  
 فيما لا يعنى وأما سراً فلان قوله فالحظاء اسماً فهو ممنهى لاخذ من مجموع الجملة  
 قصراً بما في ما سبق وهو قوله فإلا ولما ان يفرق في التسمية وما تحقق وهو قوله مع أنه  
 يأتي في ذلك لأن تسمية القبيلتين قصراً إذا كانت خطأ على نزعها كان التقريبي في  
 التسمية صواباً لا أولى وإن كان التقريبي أولى لم تكن التسمية خطأ والحق أن الخطأ كل الخطأ  
 من هذا إلا من الذي من سموا القبيلتين قصراً عما أبهناك عليه بالبيان الشافى فما مضى ولا  
 حق ولا قوة إلا بالله وأما سراً فلان قوله ثم أعلم أنه لا بد في التعجيل من ذكر  
 المفعول بخلاف النعت ليس على زيدن التعبير لأن التقابل على نزعها بين النعت والنعت  
 لا بين التعجيل والنعت كما نقوه به ههنا فحق العبارة أن يقول في القصير يدل قوله في  
 التعجيل وأما سراً أبعاً فلان ما في هذا القول من الضابط مروي ودة على صوابها أن  
 النقل والاستعمال كلاهما يكذبانها واليهما المرجع في هذا الباب عند أولى النهي قال  
 في القاموس كثر تكبيراً أو عتاراً أي العسر مشدد قال الله أكبر وأشهر جعله كبيراً



وسمیع کمنع سُبْحًا نَافِیًا سَمِیْعًا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَقَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ النَّصْرِ فَسَمِعُوا فِي خَاشِعَةٍ الصَّادِی  
 عَلَى الْجَلَالِینِ اِیْ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَفِي كِتَابِ الْقُلُوبِ مِنَ الْخَاضِعِ سَبْحُونَ بِنِ وَبِزَمَلٍ صَلَوَاتُ عَشْرِ اَوْ  
 تَحْمِیْدُونَ عَشْرًا وَتَعْبِیْرُونَ عَشْرًا اَهْذَا اَوْ اِنَّمَا اجْتَمَعَ عَلَى اخْتِرَاعِ هَذِهِ الضَّابِطَةِ الظَّاهِرَةِ الْبَاطِلَةِ  
 لَا تَشْکُلُ عَلَيْهِ فِعْلُ الْمَفْعُولِ بِهِ فِي الْآیَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْعَنْوَانِ وَلَمْ يَتَذَكَّرُوا اسْلَفَنَا مِنْ  
 اَصْرِ الْمُتَقْبِلِمْ وَلَا احْتِقَاقِ الْجَلَا ص مِنْ اَشْکَالِ سَبِيلًا وَهَذَا اجْزَاءُ اسْمَاءِ الْاَدَبِ وَمِنْ لَمْ  
 یَتَذَكَّرْ فِي حَضْرَةِ الْاَسْلَافِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا لَاجِبِیْدًا - وَاقَامَ اَمَّا فُلَانٌ قَوْلُهُ "وَإِذْ قَدْ عَلِمْتُ  
 خُصُوصًا فَوْقَ الْقُصُورِ وَبِزَادَةِ نَعْمَةٍ فِي الطُّبُورِ اِیْ یُظْهِرُ مِنْهُ ظُهُورُ الْاَخْفَاءِ فِيهِ اَصْلًا اَنْ  
 التَّعْبِیْرُ حِینَ الْقَصْرِ الْمَرْعُومِ یَصِیرُ مَعْنَاهُ التَّعْظِیْمُ وَالتَّعْظِیْمُ كَانَ مَعْنَى لُغَوِیًّا لِلتَّحْکِیْمِ وَبِزَمَنٍ  
 الْقَصْرِ کَمَا عَرَفْتَ سَابِقًا فَلَمْ یُکُنِ الْقَصْرُ مَقِیدَ الْمَعْنَى سِوَاهُ فَصَاصِرٌ بِلَا طَائِلَ کَمَا لَا یَخْفَى عَلَى الْعَاقِلِ  
 وَانْ كَانَ مَعْنَى التَّحْکِیْمِ حِینَ الْقَصْرِ الْمَرْعُومِ اِیْضًا هُوَ الْقَوْلُ بِاللَّهِ اَکْبَرُ فَلَا شَکَّ فِي بَقَاءِ الدَّلِیْلِ  
 عَلَى خُصُوصِ الْمَصْنُوعَةِ غَیْرِ مَقِیدِ بَوَاقِ دُونَ وَقْتُ لَکِنْ بِشَرَطِ الْاَخْفَاءِ مِنْ قَبْلِ قَضِیَةِ الْاَجْمَاعِ  
 وَالْاَصْنَافِ الْآیَةِ الْکَرِیْمَةِ بِرُفْهَاتِ الْمَسْلُکِ الْحَقِیْقِیِّ کَمَا اُیْمِنْتُهُ سَابِقًا بِالْوَجْهِ الْاَلَنِیْقِ وَاللَّهُ وَفِی  
 التَّوْفِیْقِ وَهُوَ بِالْهَدَايَةِ حَقِیْقٌ وَقَدْ بَقِيَ الْخَبَايَا فِي نِزْوَانِ الْمَقَامِ وَالْوَقْتُ اَعَزُّ مِنْ تَوْحِیْنِ  
 هَذَا الْکَلَامِ -

(وَتِيَابَكَ فَطَهَّرَ) تِيَابٌ ثَوْبٌ اَكْبَرُ اَوْ طَهَّرَ تَطْهِيرٌ مَعْنَى شَيْءٌ يَسْتَعْمَلُ فِي تَطْهِيرِ شَيْءٍ  
 جَارٍ اَحْتِمَالٌ هُنَا (۱) يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى مَرَادُهُمْ (۲) يَكُ ثَوْبٌ مَعْنَى حَقِيقِي حَقِيقِي اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى  
 (۳) يَكُ ثَوْبٌ مَعْنَى تَجَازِي مَعْنَى اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى حَقِيقِي حَقِيقِي مَعْنَى مَرَادُهُمْ اَوَّلُ اَحْتِمَالٌ بِرَأْيِ  
 حَاصِلِ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ اَلسَّلَامُ كَوْنًا سَمَتْ سَعْدٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى  
 اَوَّلُ تَقْرِیْرٍ كِي جَانِبِي كِي عِلْمُ الْاَرَبِ تَمَامِ اَوَقَاتِ كَوْنًا سَمَتْ سَعْدٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی  
 تَمَازُكٌ وَكُورٌ كَلَسَ اَجْمَاعًا كِي تَحْزِیْرٌ مَرَادِي لِي هِيَ اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 مَرَادُهُمْ كِي جَانِبِي تَمَازُكٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 فَرْضٌ هِيَ اَللّٰهُ تَعَالٰی تَمَازُكٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 مَرَادُهُمْ كِي جَانِبِي اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 اَحْتِمَالٌ دَوِّمٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 فَرَمَ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 اَحْتِمَالٌ دَوِّمٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ  
 دَوِّمٌ يَكُ ثَوْبٌ اَوْ تَطْهِيرٌ مَعْنَى اَللّٰهُ تَعَالٰی اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ بَعْدَ الْفَصْلِ وَاقَعَ فِي سَبْقِ سَبَاقِ اَسْكَتَ



اس قول پر مبنی ہے احتمال سوم پر لفظ ثیاب بمعنی جسد ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ مشرکین بروقت استعمال نہ کیا تھا بلکہ  
کہتے تھے آپ ان کی عادت سے اجتناب فرمیں اور بروقت استعمال اپنے بدن کو کما حقہ پاک کرنے میں اہل عرب لفظ ثیاب کو بمعنی "جسد"  
استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر عنترة نے یہاں یہی معنی استعمال کیا ہے۔ شعر فشکت بالرمح کما صم ثیابہ  
لیس الکومب علی الفتاح محرم۔ یعنی طعن جسد کا بالرمح کما صم حتی بلغ الی العظم۔ احتمال چہارم یہ لفظ  
ثیاب اگر بمعنی نفس ہوگا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو مذہب و اخلاق جیسے خود بینی، تکبر، ریا، عجب شکنی وغیرہ سے پاک رکھیں۔  
اہل عرب ایسے شخص کو طاهر الثیاب کہا کرتے ہیں جو بے عفت سے متصف نہ ہو۔ یہ معنی اسی بخاور سے ماخوذ ہیں۔ ایک شخص نے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وثیاب فطرہ کے معنی دریافت کئے فرمایا "الّا تلبسها علی معصیۃ  
ولا علی غدر" یہ تفصیل بھی اسی قبیل سے ہے خواجہ حسن بھوی اور امام قرطبی قدس سرہما نے ہاں الفاظ تفسیر  
فرمائی "وخلقک فحسب" یعنی اپنے اخلاق کو اتھاڑ کے حضرت امام مجاہد اور ابن زید رحمہما اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا "وعملاک فاصبر" یعنی اپنے عمل کو درست رکھے۔ اہل عرب کو ثیاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ خبیث العمل لئلا  
کدان محامدہ میں خبیث الثیاب کہا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے یختر المرء فی ثوبہ یعنی عمل الصالح والطالح اور  
عجل بن عریف بخوی قدس سرہ نے فرمایا "وذاک فطرہ" یعنی اپنی بیویوں کو بذریعہ عطف و تادیب پاک رکھے گا۔  
اور بعض حضرات نے فرمایا "وذاک فطرہ" معنی اپنے دین کو پاک رکھے گا۔ اہل عرب یہ بھی ثیاب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔  
ایک روایت میں ہے کہ آیت الناس علیہم ثیاب منها صا یبلغ الندی ومنہا صا وذن ذاک وسیلت ہما بن  
المخاطب وعلیہ اعتراض یجرہ قالوا یا رسول اللہ فما اول ذاک قال الدن یعنی عسیلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے دیکھا۔ بعض کے کپڑے چھائی تھلکہ بعض کے اس سے نیچے اور بعض  
خطاب کو دیکھا کہ اتنا دیر تہمت نہ پہنے ہوئے ہیں جو زمین سے لگے ہوئے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اس خواب کی تعبیر کیا ہوئی؟  
فرمایا دین علامتہ حضرت سعید بن جبیر قدس سرہ نے فرمایا "وَقَلْبُکَ وَدِیْنُکَ فَطَرُ" یعنی اپنے قلب و دین  
نیت کو پاک رکھے گا۔ امام قاضی عبد اللہ بیضاوی نے فرمایا "او فطرہون قائل للنبوة" یعنی یا مراد یہ ہے کہ پرشاک  
توت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے گا جو اس کے لئے زیبا نہیں جیسے کینہ تنگ لی، قلت صبر اس آیت میں توت علیہ کے استعمال  
کی طرف اشارہ ہے اور سابق آیت میں توت نظر کے استعمال کی طرف اشارہ تھا انکشاف کلا نس مشرق میں ہے کہ شیخ  
ابو الحسن شاذلی قدس سرہ کا خواب میں عسیلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف تھے۔ فرمایا اپنے کپڑے  
میں کھیل سے پاک رکھو تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر مانس میں محفوظ رہو گے۔ عرض کیا میرے کپڑے کیا ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں  
پانچ خلعتیں پہنائی ہیں (۱) خلعت محبت (۲) خلعت معرفت (۳) خلعت توحید (۴) خلعت ایمان (۵) خلعت اسلام (۶)  
اللہ تعالیٰ سے کہ کتابچہ امیر ہر چیز آسان ہو جاتی ہے اور جس کو معرفت الہی حاصل ہوتی ہے اسکی نظر میں ہر چیز آسان  
ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ادا کرتا ہے تو کچھ کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر چیز سے خوف نہتا  
ہے اور جو اسلام کیساتھ متصف ہو تب اس سے مصیبت صاف نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو غرض الہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے  
اور اس کی غرض خواہی کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس آیت "وذاک فطرہ" کا  
ایمانت سے درویش لطف نزلہ الہی خلقنا من صفات روحانی و ازاد کثرت شہوت و درہ تا پیا کزگی شوی مشہور



ان تمام معانی میں لفظ "شیاب" مجاہد ہے اور اسی طرح لفظ تطہیر بمعنی غسل ثانی اور نماز کے ملاوٹوں میں سے یہاں پر ملاوٹوں کو مذکور و متفق ہے۔  
 جاموں، احوالات کے مذکورہ بالا اکثر و بیشتر معانی ذکر کر کے عارف، بالکلیہ الشیخ احمد صاوی قدس سرہ اپنے ماسیہ جلالہ میں  
 میں فرماتے ہیں: "وَأَكْثَرُ مَا لَحِقَ بِهَذَا الْمَعْنَى لَعْنَةُ آيَةِ وَثِيَابِكَ فَطَهَّرَ فِيهَا بِهَذَا الْمَعْنَى مُرَادُ هَذَا مَعْنَى هَذَا لَيْسَ كُنْ  
 احتمال اول کی پہلی صورت درج ترین ہے اسلئے کہ لفظ ثياب اور لفظ تطہیر اور امر تینوں میں سے ہر دو میں اپنے حقیقی معنی پر مدہ ہے یہاں  
 اور ان کے ماسوا میں بدین صورت حقیقت سے عین لازم آتا ہے ماسی اسلئے فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ معنی اختیار فرمائے اور  
 بحالت نماز طہارت ثوب کی فرضیت کا ثبات امر آیت سے فرمایا۔ چنانچہ علامۃ الشیخ ابراہیم حلبی قدس سرہ غنیۃ شیعہ  
 صنیۃ ۱۴۵ میں فرماتے ہیں: "وَفَرْضِيَّةُ طَهَارَةِ الثَّوْبِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهَذَا حَقِيقَةُ التَّطَهُّرِ  
 وَبِإِلْدَادِضَاحِ أَلِ امْرَأَةِ الصَّالِوَةِ لِيَصْنَعَنَّ الْأَمْرَ عَلَى حَقِيقَتِهِ لِيَصْنَعَنَّ مَا قِيلَ: إِنَّ الْمُرَادَ بِهَذَا حَقِيقَةُ التَّطَهُّرِ  
 الْحَقِيقَةُ مِنْ غَيْرِ صُورَةٍ أَوْ عِلَامَةٍ مَطْحُوطَةٍ قَدْ سَمِعْتُمْ سَوْنَةً مِنْ خَلْقِهَا مِنْهَا فِي هَذَا الْمَعْنَى مِنْ غَيْرِ صُورَةٍ أَوْ  
 أَظْهَرَ وَأَسْرَعَ قَرَارًا (قوله: وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ) فَانْظُرُوا أَنَّ الْمُرَادَ ثِيَابَكَ الْمَلْبُوسَةَ فِي الصَّلَاةِ وَ  
 تَطَهَّرَ بِهَا مِنَ الْغَنَاسَةِ وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ وَأَسْرَعَ الْقَاسِمِ رَاهِ  
**وَالرَّجَزُ فَالْجَزْ** "رجز" کی سزا پر ضرر اور کسو و ہونے آئے ہیں لیکن قرآن پاک کی روایت حضرت جبریل علیہ السلام نے یہاں  
 ہندوستان میں بالعموم رائج ہے اس میں بخراں آیت کے ہر جگہ "س" کو کسب پر لگایا ہے اور اس لفظ کے چند معنی بیان کئے گئے  
 ہیں۔ (۱) اہتمام (۲) عبادت اہتمام (۳) معصیت (۴) مشرک (۵) پلیدی (۶) عذاب (۷) شیطان "فالجز" جھوٹ  
 مشتق ہے جو بھی معنی "قطع" آتا ہے جیسے جھوٹا معنی قطعہ (ضد وصلہ) اس کا مصدر "جھوٹا" بھی آتا ہے اور بھی معنی  
 ہذا کی کن یعنی برائے جھوٹا جیسے جھوٹا فی نومہ اور وضو نہ یعنی سوئے میں برائیا یا باری میں برائیا اس کا مصدر "جھوٹا" بھی آتا ہے اور  
 بھی معنی جھوٹا اس سے بالذات جھوٹا اس کو کہتے ہیں جبکہ ایک کنارہ اور ٹکے کے پر اور دوسرا کرشن باغ میں جیسے جھوٹا البعیر  
 یعنی شہدہ بالہجاس اور اس کا مصدر "جھوٹا" بھی آتا ہے اور بھی معنی ترک آتا ہے جیسے جھوٹا بمعنی ترک اس کا مصدر  
 بھی جھوٹا آتا ہے یہاں پر جھوٹا اسی معنی میں ہے اور "رجز" کے تمام معنی مراد ہو سکتے ہیں لیکن اول معنی کو اس لئے ارجحیت  
 حاصل ہے کہ نفسیر جلالین میں ان میں کو ذکر فرمایا جس حسب شہادت امام سیوطی علیہ الرحمۃ راجح ترین اقول مذکور ہیں  
 سوال اول معنی کا الٹ ہونا ذکر نہ کتب لغت میں ان کا ذکر تک نہیں چاہئے قاضی میں انکو ذکر نہیں کیا دیگر معانی ذکر کئے ہیں  
 عبادت ہے الرجز بالکسر وضم الغنص وعبادة الاصلانم والعذاب والشراء اھ اسی واسطے "رجز" کی تفسیر  
 میں جلالین کے قول "فَصِيْرَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَافٍ وَأَنَّ بِرَعْلَامَةِ الشَّيْخِ سَلِيمَانَ جَلَّ قَدْسُ مِنْ سَوْدِ  
 لے اپنے خاشیۃ فتوحات العہد میں مستند کرتے ہوئے فرمایا علی حدیث مضاف ای بعبادة الاوقات  
 یعنی "رجز" کی تفسیر اوقات کے ساتھ تقدیر مضاف پر ہے اسلئے کہ لغت میں عبادة اوقات کو ایکنہ معانی میں شمار کیا گیا ہے خود اوقات  
 ایکنہ معنی نہیں پھر استدلال کے بعد استشہاد میں وہی مذکورہ بالا عبارت قاضی میں نقل فرمائی نیز تقدیر مضاف پر ایک قرینہ ہے کہ اگر  
 تقدیر نہ مانی جائے تو مفرد "رجز" کی تفسیر بعید جمع "اوقات" ہوگی جو درست نہیں۔ چونکہ "رجز" کے معنی لغت میں تمام نہیں بلکہ بعض ہیں  
 اسی واسطے بخاری کتاب التفسیر میں حدیث زیر بحث کے آخر میں جب ابوسلمہ راوی نے "رجز" کی تفسیر اوقات کے ساتھ کی تو توجہ الہامی  
 شروح بخاری میں علامۃ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ الرذائی نے اس پر فرمایا وَهُوَ تَقْسِيرُ مَعْنَى اِي هَجْرًا مَبْنًى الرِّجْزِ



ای العذاب وہی کہ اذقان ۱۰ یعنی سرجر کی تفسیر اذقان کے ساتھ قطعی تفسیر نہیں کردہ تو لفظ مرادوں سے ہوتی ہے بلکہ تفسیر باعتبار معنی ہے کیونکہ "سرجر" کے معنی لغت میں عذاب ہیں اور آیت میں عذاب بالحدیث ہے کہ سرجر سے بیشتر اسباب معصات مقتضیہ اور معنی میں کہ اسباب عذاب سے دور رہنے کا اذقان بھی چونکہ سبب عذاب بنے ہیں اسلئے اذقان کیساتھ تفسیر کر دی گئی علیہذا مہملہ وح کی طرح قاضی بیضاوی اور علامۃ ابوالسعود اور علامۃ ابوالبرکات نسفی اولیامام سراسری وغیرہ مفسرین نے بھی اہل آیت میں "سرجر" کی تفسیر عذاب کے ساتھ فرمائی ہے بلکہ بعض نے تو اسی پر افساد کر دیا ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ارجحیت اس تفسیر کو حاصل ہے۔ اسی واسطے خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ابوسلمہ کی تفسیر کے بعد آیت زیر بحث کو ترجمۃ الباب فرمایا دیکر اس کے ساتھ تفسیر فرمادی کہ ترجمۃ الباب میں بایں الفاظ ذکر فرمایا۔ باب قولہ والرحمن فاہجر یحالی الرحمن والرحمن العذاب ۱۱ جواب میں کہ اہل آیت کا قاموس میں کہ نہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لغت میں لفظ "سرجر" بایں معنی نہ ہو بلکہ لغت کے مؤلفین میں سے کسی نے لفظ کے جملہ حوالی ذکر کر رکھا دعویٰ نہیں کیا کہ کوئی ذی عقل ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ بشریت سہو و لسیان سے پاک نہیں ہے موقوف حق فی علم علیہ کی خدمت سے کون سا معصیت پھر قطع نظر اس سے جب کہ اگر تصریح فرماتے ہیں تو بمقتضائے لغت مقدم علی النافی ہجر تسلیم کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری اور علامۃ القاسمی شریح بخاری میں ہے و بروی عن عیباہد و الحسن بالضم اسم العزم و الکسر اسم العذاب ۱۲ یعنی عیباہد و حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے جو تابعین سے ہیں کہ "سرجر" بالضم کے معنی صتم اور "رحمن" بالکسر کے معنی عذاب ہیں۔ اسی طرح تابعین میں سے ابو العالیقہ اور سراج بن اسلم میں سے نقل ہیں علامۃ القاری رحمہ اللہ و ابو العالیقہ والروح بالضم الصنم و الکسر الخیاسۃ و اللعصبۃ و عن الضحاک الشریک و عن ابن کبیر ان الشیطان اھ یعنی ابو العالیقہ والروح سے منقول ہے کہ "سرجر" بالضم کے معنی صتم ہیں و بالکسر معنی بھڑکنا اور عصیت و اللعصبۃ سے اس کے معنی ترک فعل ہونے کا ہے ابن کبیر ان الشیطان اھ علی حفظ المصل بن کثیر مشقی قدس سرہ نے فرمایا کہ اذقان میں سے عذوبۃ اور قنطاریہ اور عبد الرحمن ابن زید نے بھی "سرجر" کے معنی اسی آیت پر اذقان بتائے ہیں۔ حقا کہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی تفسیر بطریق علی ابن ابی طلحہ منقول ہوئی بلکہ خود عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام نے "سرجر" کی تفسیر میں دل معنی بلفظ "اذقان" ذکر فرمائے اسی واسطے اول معنی کو ارجحیت حاصل ہوئی چونکہ لفظ "سرجر" اسم جنس ہے جس کی دلالت قابل ذکر سبب پر ہوتی ہے اسلئے لفظ جمع "اذقان" کے ساتھ تفسیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہذا سوال "سرجر" کے مذکورہ بالا معانی میں سے کسی معنی کی ارجحیت اس پر متفرع ہے کہ یہاں پر اس کا مراد ہونا صحیح ہو حالانکہ کسی معنی کا مراد ہونا درست نہیں اسلئے کہ "سرجر" کے جو معنی بھی مراد لئے جائیں امت میں سے ترک کر دینے کا حکم ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپس میں کیا تھا نصف سے جب ہی ترک کا حکم دیا گیا مثلاً اگر "سرجر" کے معنی عباد و اعصاب مراد لئے جائیں تو آیت کا ترجمہ ہو گا کہ "توں کی عبادت ترک کر دیجئے" اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم ترک آپ عباد و اعصاب نہ کرتے۔ اسی واسطے ترک کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح "سرجر" کے معنی اگر معصیت مراد ہوں تو آیت کا ترجمہ ہو گا کہ "معصیت ترک کر دیجئے" اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ معصیت کے ساتھ مصفت تھے حالانکہ آپ سے صغیر و گناہ بھی صادر نہیں ہوا چہ جائیکہ عبادت و اعصاب کیونکہ انہما کے کلام علی بنینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل موت اھ بعد موت تمام صغیر و گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے کسی گناہ کا صدور ممکن نہیں کہتا ہوتا۔ اسی طرح باقی معانی پر بھی محذور لازم آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ معانی میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ اب بیشک امام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اسلئے کہ "فاہجر" میں مراد و امت کو واسطہ ہے اب آیت کے



کے معنی یہ ہوں گے کہ سچ: "معنی اصنام وغیرہ کے ترک پر مدامت کیجئے یعنی جس طرح ایک ان سے علوہ ہے آئندہ بھی بطریق میں جیسے اقول اور اصولاً اور اصولاً تمام اقسام کی بات میں مدامت کیواسے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْمُشَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ**۔ وَقَالَ مُوسَى لَا تَجْعَلْهُنَّ لِي غُرْبًا وَلِي خُلْفًا وَفِي قَوْلِهِ وَأَصْلُهُ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِطَوَايِاتِ** ان پانچوں آیات میں ہر جگہ پہلی آیت سے قصور مناسبت ہے چنانچہ پہلی دو آیتوں میں مناسبت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اہل عرب میں سقہ صاحب کوئی شخص اپنی قوم کو دشمن کے غزوہ ڈرانا تو کچھ ہے آثار کر لینا تو اسے نکارتا جندی اگر کسیا تو ہر کسی اختیار کرے اہل عرب کی اندازہ نجف میں تاکید مقصود ہوتی تھی نظر میں ہر اس شخص کو نذایہ عورتوں کا کہا جائے لگا جو بدن پرستی انداز و تحریف میں پوری کوشش میں کرے اسی معنی کے پیش نظر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **إِنَّا لَنَذِيرُ الْعُرْيَانَ** یعنی میں انداز میں اہل کوشش کو نکالتا ہوں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ذکر کردہ دستوں کے پیش نظر خلع ثیاب کو معنی انداز کے ساتھ مناسبت ہے اور اول مقدم ہے اور ثانی مؤخر اسی واسطے حکم انداز سے پیشتر **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اور **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ** کے بجائے **يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ** کے ساتھ ذرا فراموشی جس سے مراد ی کا لاسرین و تار ہونا ثابت ہوتا ہے پھر فرمایا: **قُم** یعنی اپنی خواہش سے کھڑے ہو جاؤ اس سے خلع ثیاب مفہوم ہوا کہ عاودہ جب خواہش سے اٹھتے تھے اور سے ہوتے تھے کو اتار دیا جاتا ہے اسکے بعد حکم انداز ارشاد ہوا: **فَاذْهَبْ** یعنی پھر لوگوں کو ایمان نہ لائے پھر غلبہ کی کا ذکر مشافہہ سوال اس آیت میں انداز کا تشافہ فرمایا پیشتر کو ذکر نہیں کیا حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت انداز اور پیشتر دونوں ہیں آپ تیری ہی اہل حدیث بھی جو اب چونکہ بروقت نزول آیت مذکورہ مسلمان اقل قلیل تھے اور کفار کی اکثریت تھی اسلئے ان کی اکثریت کے پیش نظر انداز برکت کیا گیا اور آیت **وَمَنْ جَاءَكَ فَصَبِّرْ** میں نہ لگا کر کہے کیونکہ اس سے نہ ان کی تکریم و تحریم مراد آئے لہذا اسکو اپنے ماقبل انداز سے یہ مناسبت ہوئی کہ انداز میں تخلیہ کے واسطے ہوتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو گندے عقائد اور قالب کو بوسے افعال کے استحباب سے خالی کر لیا جائے اور غماز تخلیہ کے لئے ہوتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ قلب کے پاکیزہ عقائد سے اور قالب کو اعمال صالحہ کے راستہ کریں اور ظاہر ہے کہ تخلیہ آراستہ کی پختہ تخلیہ صفائی مقدم ہو کر آتی ہے کہ جب تک مکان سے پہلے کو کرکٹ صاف نہ کر دیا جائے اسکو درست نہیں کیا کرتے ایسا واسطے یہاں پر انداز میں کے بعد ناز کا ذکر فرمایا۔ اور آیت **وَيَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقَ** کے لئے مناسبت ہے کہ ناز کی ایک شرط طہارت لباس کا اس میں ذکر ہے اور ایک شرط "تحریم" کا اس میں اور آیت **وَالرَّجُلُ فَاهِجٌ** کو اپنے ماقبل سے یہ مناسبت ہو کر اس میں مہم دو ان باطل کا بیان ہے اور ماقبل میں موجود حق و باطل قرآن کریم میں اسی مناسبت کے پیش نظر مومنین کے بعد کفار کا ذکر ہوا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**قَالَ فِي فَيْضِ الْقَاسِرِيِّ وَالرَّجُلُ فَاهِجٌ** قالوا ای الاصل نام فاجہر قلت وعلى هذا لا يبيح له تعلق بمسألة الصلوة الا ان يقال معنا استمر على جهرك الاصل نام عند الصلوة وغیرها ویحییون لطلوب هجرت من الاصل هو واد الهی ان لا نفس الفعل كما قررنا فی قوله تعالیٰ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا** ولا ولی ان يجعل اشارته الى طهارة المكان كما ان جملة الاولى اشارته الى طهارة الثیاب في تعلق الجملة بالصلوة وينسب النظم اقول فيه كلام من وجوه اما اولاً فلا نه حصر لاسر بات هذه الآية بما قبلها حصين الاول بقوله الا ان يقال والثاني بقوله والا ولی عندی لا فرق بينهما حتى يجعل الثاني الى فا لا ولی غیر الاول فان تعلق الجملة بالصلوة



وانساق التطهر جعل حصولهما واجباً ولویة فلا بد ان يتفرع على الوجه الثاني من الاول والحال انه  
كما يتفرع على الوجه الثاني كذلك على الاول فيجوز ان لم يبق الفرق بينهما بالاولیة صحیحاً فلو لم یصح  
تهدیه بالاولیة بکلمة الا ان يقال المشعرة بالضعف والتعبیر عن الثاني بالاولیة (واما ثانیاً)  
فلان قوله فلا ولی ان يجعل اشارة الى طهارة المكان نداء من بعيد كيف لا مناسبة بين هجران  
الربین یعنی لا وفان و بین طهارة المكان حتى يصح جعل حد هذا اشارة الى الآخر نعم لو كان الرجز  
بمعنى الغدر لم يكن له وجه وان لم یس فلیس اذ لم یثبت طهارة المكان بمأقال فنقول ان فرضیة  
طهارة المكان فی الصلوة بل وطهارة البدن ایضاً ثابتة بقوله تعالى وثیابك فطهر قال فی التیسمة  
وان اوجب تطهیر الثوب وجب تطهیر البدن ولکن بالاولیة لانها الزم للصلوة منه اذ لا  
تتفك عنهما وقد تنفك عن الثوب اذ لم یوجد وعلى ذلك انعقد اجتماع الامة من غیر مخالف  
واما ثالثاً فلان قوله كما ان جملة الاشارة الى طهارة الثیاب منی على عدم التمییز  
بین الاشارة والصراحة كيف لا وقوله تعالى وثیابك فطهر صحیح في ايجاب تطهیر الثیاب لا  
اشارة عند اولیة الباب الاحسن في ارتباط هذه الآية العصرية بما قبلها مما قلناه فاعمل  
ولا تعجل

بُخَارِي

تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَقَاتَبَهُ هِلَالُ بْنُ سَرَادٍ عَنِ الرَّهْزِيِّ  
متابع کی بجای بن کثیر کی جہاد بن یوسف اور ابو صالح نے اور متابعت کی حلیل بن سراد کی جہاد بن سرادی سے  
وَقَالَ يُوسُفُ وَمَعْمَرُ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ  
ابو یوسف اور معمر نے (بجائے قواد) ابو برة +

بُخَارِي

اصول حدیث کی اصطلاح میں اعتباراً متابعیت شاہدینوں غفلوں کا مفہوم جدا گانہ ہے جب کسی حدیث کی قضا  
میں ایک راوی کے متفرق ہونے کا گمان ہو تو اس حدیث کے موافق دوسرے راوی کے روایت کرنے کو "متابعیت" کہتے ہیں جس  
پر پہلی حدیث کو تعویث پہنچتی ہے پہلے راوی کی حدیث کو اصل اور دوسرے کی حدیث کو متابع کہا جاتا ہے بشرطیکہ دونوں  
ایک صحابی سے مروی ہوں ورنہ اسکو شاہد کہتے ہیں اور بعض نے کہا اگر دوسری حدیث پہلی کے ساتھ لفظاً موافقت کرتی  
ہے تو اسکو متابع کہیں گے اور اگر صرف معنی موافقت کرتی ہے تو اسکو شاہد کہتے ہیں خواہ دونوں یک صحابی سے نقل  
ہوں یا دوسرے بہر کیف متابع اور شاہد دریافت کرنے کے لئے جامع و مسانید اور اجزا میں طرق حدیث سے اعتبار  
کہلاتا ہے اگر حدیث کے لئے متابع اور شاہد دستیاب ہو گیا تو فیہا ورنہ اس حدیث کو فرد کہتے ہیں متابعت کیونکہ  
جاء فیہ من فردی ہیں (۱) متابع بالفتح یعنی پہلا راوی (۲) متابع بالکسر یعنی دوسرا راوی (۳) متابعت عنہ یعنی وہ شیخ



جس سے دونوں راویوں نے روایت کی (۴) متابع علیہ یعنی پہلی حدیث ایک حدیث کو سن کر کہنے بعد میں کراہت متابع کا ذکر فرمایا کرتے ہیں جس سے متابع علیہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث سابق ہے اور متابع بالکسر مراد مذکور ہوتا ہے جیسے یہاں پر عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح اور ہلال بن سراق اور اگر متابع عنہ بھی مذکور ہے تو متابع یا تابع کا پتہ یا ساقی قل یا غیر کا کہ سند سابق میں دیکھ لیا جائے جو راوی متابع عنہ سے روایت کر رہا ہے وہی متابع ہے جیسے یہاں دو متابعین ہیں عن الزہری فرمایا جو متابع عنہ ہے سند سابق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہ ہری سے روایت کرنے والے عقیل ہیں اپنی متابع بنے۔ اور اگر متابع عنہ مذکور نہیں جیسے پہلی متابعت میں تو اس وقت متابع کا پتہ دشوار ہوتا ہے وہی لوگ جانتے ہیں جن کو روایت کے طبقات اور ان کے مراتب پر کامل گاہی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی حضرات نے بتایا کہ پہلی متابعتیں عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح نے لیث سے روایت کی ہے میں یحییٰ بن بکیر کی متابعت کی ہے تو یحییٰ بن بکیر اور متابع ہوتے اور لیث متابع عنہ۔ ان دونوں متابعت سے پیشتر دو حدیثیں مذکور ہیں (۱) حدیث (۱) اور ابوہریرہ بن قتیبہ رضی اللہ عنہما (۲) حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی روایت میں دونوں متابع یحییٰ بن بکیر اور حضرت عقیل شریک ہیں ابواسطام کا دی طبر از حدیث پہلی حدیث کی سند میں مذکور کرتے کے بعد دوسری حدیث کی سند میں مذکور نہیں کیا تھا اور واقعاً طیفہ ذکر کر کے غیر شریک ہوا تا بیان فرماتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ باقی ماوراء دو روایتوں میں شریک ہیں۔ اس انوار بیان سے غالباً مقصود بھی ہے کہ اس کے بعد متابعت ذکر کرنے سے ناظرین یہ سمجھیں کہ متابعت دونوں حدیثوں میں وار ہے ایک کیساتھ مخصوص نہیں اسلئے کہ دوسری حدیث کی پوری سند مستقل طور پر ذکر کر کے متابعت بیان کرتے تو صرف دوسری حدیث میں متابعت کا درود مفہوم ہوتا۔ کیونکہ دوسروں ہی جہاں آ رہا ہے کہ جس حدیث کے بعد یا افضل متابعت ذکر کی جاتی ہے اسی حدیث میں متابعت کے درود کا بیان کرنا مقصود ہو اگر تاہم اب بھمد کا تعالیٰ ثابت ہو گیا کرتے دونوں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں چنانچہ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت بابت حدیث اول خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب التفسیر میں سور کا آخر فقہ کے بیان میں اور کتاب الانبیاء زیر مقدمہ موسیٰ علیہ السلام میں بطور اختصار ذکر کیا ہے اور انکی متابعت بابت حدیث دوم کو سورہ یس کا آیت الحمد للہ شریک ہیں کہ فرمایا ہے باقی وہی ابوصالح اور ہلال بن سراق کی متابعت تو اس کے متعلق خلاصہ ابن حجر وغیرہ شریک بخاری نے تحریر فرمایا ہے کہ اول کو یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور دوسری کو حلی علیہ الرحمۃ نے زہریات میں ذکر کیا ہے اگر یعقوب بن سفیان کی تاریخ اور زہریات میں ان دونوں حضرات کی متابعت دونوں حدیثوں میں مذکور ہے تو ہماری خیال صحیح ہے کہ یہ دونوں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اول امام بخاری علیہ الرحمۃ کے انوار بیان دیکھیں کہ کس بھی مقصود تھا اس قدر پر دونوں متابعت کا متابع علیہ دونوں حدیثوں میں وارد نہ ہو بلکہ اول حدیث کے تحت دونوں متابعت کا درود دوسری حدیث کیساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اور دونوں متابعت کا "متابع علیہ" صرف دوسری حدیث ہوئی ہوگی بہر حال دونوں متابعت ایک مرتبہ کی نہیں بلکہ اول قاصد ہے اور متابعت نامہ لکھتے ہیں اول سند ہے اور بعد کے قاصد ہے اور متابعت قاصد لکھتے ہیں اور میان سند سے جو اس بیان سے متابعت کی جائیں طویل ہوئیں تو قاصد و ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اور وہ متابع عنہ کے ذکر کرنے اور نہ لکھنے کے اعتبار سے عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح کی متابعت نامہ ہے کیونکہ اول سند سے ہے لیکن اس میں متابع عنہ مذکور نہیں اور ہلال بن سراق کی متابعت ناقصہ ہے مگر اس میں متابع عنہ مذکور ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان جہاں قیام کو یہاں پر جس ترتیب جمع فرمایا کہ متابعت نامہ کہ جو متابعت شرافت حاصل تھی اسے















قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ شب میں بکثرت گروہ قاری کو ایسے اکٹھوں کی بیانی کی گزروں ہو گئی تھی۔ آپؐ نے ان ایک مرغ تھا جس کی اذان سے رات کو اٹھ بیٹھتے تھے۔ ایک شب میل سے اذان نہیں دی جس کی وجہ سے اکٹھ دھکل سکی اور صبح ہو گئی۔ اس شعب کی ہمار تھا جس نے اسے اذکار اور پیدائش کی گہرا داشت نہ فرما سکے اور عالم جلال میں زبان سے یہ کلمات نکل گئے۔ حالہ قطع اللہ صوفیہ مرغ کو کیا ہوا کہ اذان نہیں دی۔ اللہ اس کی آواز کو قطع کر دے۔ اس کے بعد اس مرغ کی آواز سننے میں نہیں آئی۔ والدہ محترمہ کہنے لگی کہ فرمایا کہ آئندہ کسی چیز کے حق میں بردعہ نہ کرنا۔ والدہ محترمہ کی اطاعت کبھی نظر انداز نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بچہ نے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ والدہ محترمہ نے حکم دیا کہ کسی سے جھڑکا نہ ہو اور جھڑکا نہ اسان تو کل کے خلاف تھا تو جب کشمکش آگئی لیکن حسن تدبیر سے ایک ایسا راستہ نکالا جس پر چل کر زبان تو کل بھی باقی رہے اور والدہ محترمہ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے۔ وہ یہ کہ بچہ اپنے والد کے پاس تشریف لگے اور اس کے سامنے وہ ہاتھ پھیلا دیا جس میں بچہ نے کاٹا تھا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں زیادہ عبادت گزار کون ہے فرمایا وہ مرکب معاصی جو اپنے گناہوں کو جب کبھی یاد کرے تو اپنے نیک اعمال کو ان کے مقابلہ میں حیرت کھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوف الہی کا ملل اس وقت ہوتا ہے جب تمہارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور حق کو طاعت الہی کو کہتے ہیں تو جس نے طاعت الہی کی وہ فلاح ہے اور جس نے طاعت الہی نہیں کی وہ فاکر ہیں اگرچہ بکثرت تسبیح پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔ حجاج بن یوسف ظالم نے آپ کو شہید ۹۹ھ میں شہید کیا تھا۔

تیسرے شریف مقام واسط میں ہے عمر شریف خیا نوے سال ہوئی۔ گمنا ف مولاۃ الجنان

واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جب آپؐ گھر قار ہو کر چلے تو راستے میں بن نیک ایچانے والے سپاہی نے دیکھا کہ دن میں روزہ رکھتا اور رات میں نوافل پڑھتے ہیں۔ سپاہی اس سے متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے یقین ہے کہ میں نے آپ کو ایسے شخص کے پاس لے جا رہا ہوں جو آپ کو قتل کر ڈالے گا لہذا میں آپ کو بچھوڑتا ہوں جہاں مرضی ہو چلے جائے۔ آپ نے فرمایا حجاج کو معلوم ہوا جیسا کہ کہنے لگے کہ قاتل کر لیا تھا پھر تھوڑے دن میں آپ کو قتل نہ کرانے اسلئے مجھے لے ہی چلو۔ جب حجاج کے پاس پہنچے تو فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم کو قتل ہی کیا جائیگا کیونکہ میں نے اذہر سے دو ساتھیوں نے بہت قتل دے چھوڑا اور محسوس کی تو بارگاہ الہی میں شہادت کا سوال کیا تھا اور بہت دُعا قبول کا پیرا ہونا دُعا کے مقبول ہونے کی علامت ہے چنانچہ میرے دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہو گئی اور میں مشغول ہوں پھر حجاج بولا تمہارا کیا نام ہے آپ نے فرمایا سعید بن جبیر بولا بلکہ شقی بن کبیر آپ نے فرمایا والدہ نے اس نام کا سعید موسوم کیا تھا۔ لیکن میں سعید ہوں یا شقی اسکو اللہ خوب جانتا ہے بولا نہیں تم شقی ہو آپ نے فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہی ہے بولا خبر دیکھا تھا توئی بنا کو آپس میں مارنے والی لگ کی شکل میں تبدیل کر کے سزا دیں گا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یقین ہو تا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو تمہارے غیر کو معبود بناتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا برگزیدہ نبی گزشتہ اور آئندہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ بولا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: ثانی اشہد انی عہد فی الغارہ آپ کا قتل نہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دین کو عزت بخشی افران کے بعد لوگوں کو جمع کر دیا۔ بولا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلوق کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا فاروق بن علقم میں منتخب اللہ تعالیٰ نے جن دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو قوت دیا پسند فرمایا تھا اور ایک بھی نیکے بولا تو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: جیش العسیر کے معنی ہیں کی کفالت آپ کی امتیازی شان تھی بیرون و صحنہ کو خریدنے کے بعد وقف کر کے جنتی مکان آپ ہی نے خریدنا اور ظلم قتل ہو کر آپ کو شہادت بھی نصیب ہوئی۔ بولا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے وہی اسلام لائے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین ساجزادی ان کے نکاح میں آئیں۔ بولا تو معاویہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے











مجھے حدیث پہنچی ہے کہ جس نے ایک نماز قضا کرکے کر دی تو یہ وقت ملاقات اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا (صفت الصفوة وغیرہ)  
**(وكان مما يحل له)** اس کلام کے معنی میں شاذ ہیں بخاری مختلف ہیں ورواج اختلاف ایک اشکال کا وجود ہے جس کے  
 دفع کرنے میں کلام مختلف ہو گئے **اشکال** کی تفسیر ہے کہ قریبہ جملہ سابقہ میں کا تبار اس طرف ہوتا ہے کہ "کان" میں ضمیر اس کا  
 مرجع اسم رسالت ہے اور جب اسم رسالت مرجع قرار پائے گا تو وہ مباحی اشکال کا حل درست نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مقایسہ خاص مصدر بدلہ  
 جس ابتداء سے ہے تو جب اصل عبارت ہو تو "وكان" میں خود ایک الشفتین ہیں یعنی ابتداء کا مدخل بھی فعل متعدی کا ہی ہوتا ہے۔  
 جیسے سورت میں البصيرة الى الحفرة لکھی ایسے فعل کا بدلہ ہوتا ہے جو خود متعدی نہیں مگر متعدی کہ اسلئے اصل جو جیسے خبر جت مری  
 الد اس کے ثمری خود متعدی نہیں اسلئے کہ اس سے ایک قدم نکالنے پر تحقق ہوا ہے لیکن اس پر متعدی افعال متفرع ہوتے ہیں جیسے یہاں  
 وغیرہ اس میں کو ابتداء غیر اتصالیہ کہتے ہیں جو کہ فقرہ زیر بحث میں "وكان" قسم کا فعل نہیں اسلئے یہاں پر من بایں معنی نہ ہوا اور کبھی ہوتا  
 ابتداء کا مدخل ایسی چیز ہوتی ہے جس سے کسی کا مفصل میرا معتبر ہو جیسے قرآن کریم میں انذ من سليمان اور عافيه میں علامه  
 ابن عاصم بلکہ کہ کاقل فخذ الفاعل اس میں کو ابتداء اتصالیہ کہتے ہیں فقرہ زیر بحث میں یہ من بھی نہیں ہو سکتا وہ معنی ہے  
 کہ آپ لیوں کی فیک سے ناشی تو مفصل تھے جن کا درست نہ ہونا انظر من الشمس وراين من الناس ہے علامہ کو متانی قدس سرہ قدس سرہ  
 نے مشج بخاری میں اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ کان کی ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت نہیں بلکہ ما قبل پر فعل "يعالج" کا مصدر علاج  
 ہے اب مری یہ ہوں گے کہ آپ کا علاج یعنی وجہان شدت لیوں کی تحریک سے ناشی عافیا خاصا موصول ہو گا یعنی مری ہے تو معنی ہے کہ آپ  
 ان دونوں میں سے تھے جو لیوں کو حرکت دیتے ہیں پہلی صورت میں من ابتداء اتصالیہ ہے یا تعلیلیہ اور دوسری صورت میں تعضیبات  
 ان دونوں صورتوں میں خبر کا فعل درست ہے اور معنوی حیثیت سے بھی کوئی خیار نہیں پہلی صورت پر علامہ ابن حجر مصلیٰ نے اعتراض  
 کیا کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وجہان شدت لیوں کی تحریک سے حاصل ہوا حالانکہ جملہ سابقہ دالالت کرشمہ کہ لیوں کی تحریک سے پیش نفس  
 نزول دہی سے شدت محسوس فرماتے تھے تو یہ جواب درست نہ ہوا اس اعتراض کا جواب علامہ مری نے دیا کہ وجہان شدت اگرچہ پیش  
 حاصل تھا مگر تاخیر لیوں کی تحریک ہی سے ہو گیا کہ وہ اس پر اپنی ہے بلکہ دلی اس پر بند ہے تحریک واقع ہوا اسی اسلئے اس نے کہا کہ  
 وجہان شدت بعد نزول قرآنی لیوں کی تحریک سے ناشی تھا اس سے ظاہر ہوا کہ کان کی ضمیر اسم کا مرجع مطلقاً "علاج" یعنی وجہان شدت  
 نہیں تھی کہ اگر اس واقعہ کو وہ تو تحریک سے پہلے حاصل ہے بلکہ علاج یعنی وجہان شدت بعد نزول قرآنی مرجع ہے دوسری  
 صورت پر مری نے اعتراض نہیں کیا مگر اتم المعروف کے نزدیک محسوس ہے کہ وجہان ضرورت مجاز اختیار کرنا جائز نہیں اور جب پہلی صورت  
 سے اشکال منقذ ہو گیا تھا اسکی کما ضرورت دہی پھر علامہ مری نے فقرہ زیر بحث کی دو تاویلیں حد ذکر کیں (۱) ایک کان کی ضمیر اسم کا مرجع  
 "علاج" یعنی وجہان شدت ہے اور مری نے تعلیل ماحول کی کا مقصد یہ ہے کہ وجہان شدت کے دو سبب تھے اول نزول قرآنی  
 جس کو پہلے جملہ میں بیان کیا ہے بعد وہم لیوں کی تحریک جس کو اس جملہ میں بیان کیا (۲) برکت کان معنی "وجہان"  
 یہاں سے جو معنی ظہر آتا ہے اور حقائق کی ضمیر اسم کا مرجع وہی "علاج" ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ وجہان شدت بعد نزول  
 قرآنی لیوں کی تحریک سے ظاہر ہوا اس تاویل اور علامہ کو مانی کی پہلی صورت کا حاصل ایک ہو گیا ہے کہ کان وہاں سے  
 کھینچا جان محسوس ہوتی ہے مگر وجہان ان سے اگرچہ صحیح ہو گیا لیکن اس کی جائزہ تک کا تبار نہیں ہوتا جس سے کلام کی سلامت بروج  
 ہو کر معنوی تصدیق کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے صحیح تر جواب ہے جو بعض دوسرے اکابر نے افادہ فرمایا کہ کان کی ضمیر اسم کا مرجع اسم  
 رسالت ہی ہے جیسا کہ کلام سے متبادر ہوتا ہے اور مصفاً ایسے معنی تھا ہے اہل عرب انظم و نردونوں میں بایں معنی استعمال کرتے ہیں

تفسیر

من

تفسیر

تفسیر



چنانچہ اگر مشاعر کتاب سے قرآن اُلْمَا الْقُرْآنُ اُکْبَشُ صَدِیْقَهُ عَلٰی وَجْهِهِ یُلْقِی السَّانَ مِنْ الْقَلَمِ عَنِ رِیْثِ  
ہم منہ سے کہ تم پر یہ اوقات ایسی ضرب لگتے ہیں جس سے وہ زبان منہ سے باہر نکال دیتا ہے خود حدیث میں بھی یہاں جملہ معنی نہ پتہ  
آئی ہے جیسے حضرت براہ بن عازب کی حدیث ہے کُنَّا اِذَا اَصْلَحْنَا خَلَعْنَا النَّسِیَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا مِیْثَاقُ اَنْ  
تَكُوْنُ عَنْ مِیْنِهِ یعنی ہم جب منہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا قصد کرتے تو بکثرت یہ چاہا کرتے تھے کہ ہاں دامن جان بھر دے  
سہرا بن جندب میں ہے۔ کَانَ سَمُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى النَّسِیَّ مِمَّا یَقُوْلُ اِلَیْهَا اَبَہ  
مَنْ رَأَى مِنْکُمْ سَمُوْلًا لِّیْنِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْصِیْ کَیْ نَازِیْرُہُ جَلِیْکَ تَوْبَسَا اَوْقَاتِ اِیْنِیْ اَصْحَابَکَ فَرَمَاتَ لَکَ کَرَمِیْ  
مکس نے خواب بکھا ہے۔ اور ہائے علامت بھی اپنے کلام میں ملتا ہے بمعنی سر بھما "استعمال کیا ہے چنانچہ امام الخوافی علامہ سیوطی  
طبرانی تصنیف "الاحتساب" میں فرماتے ہیں اَعْلَمُوْا اَنْہُمْ مِمَّا یُحْدِثُوْنَ فَوْنٌ یہاں پر مٹا ہے بمعنی سر مٹاتا ہے۔ الغرض  
اس پر ایک تقریر چمارت میں سلامت اور مٹی میں جزالت پیدا ہو جائے گی اور معنی کلام یہ ہوں گے کہ حضور پُر نور بکثرت لب لباب  
کو حرکت دیا کرتے تھے یعنی جبریل امین علیہ السلوۃ والتسلیم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جِبْصِیْ کی طرح حکم کرتے تو آپ ان کی حرکت  
پر مٹے جاتے تاکہ یاد ہو جائے اور قبول نہ جائے یہاں سے ارشاد بانی ہُوْلَا اَنْہُمْ اَوْکَلُ النَّاسِ اَنْ تَحْجَلَ بِہِ اِلٰی شَعْرَانِ عَلَیْہِمَا  
بِیْنَانُ لَکُمَا تَہَاکُوتُ کی طبری میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت دینا دیکھنا اسکا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہاں منہ پر ہے تو جب ہم اسے  
چرخہ کیسے مسوقت اس پر پڑھنے کی ابتدا کو پھر مشکل کی بار کیوں کا ظاہر فرمانا ہوتا ہے و مٹے ہے دیکھئے اس معنی پر ارشاد دینی کیا  
صاف صاف اور خوب چسپاں ہو رہا ہے **المسوال** نہیں نہیں بلکہ ارشاد دینی کسی جواب پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں  
حضور کا لبوں کو حرکت دینا مذکور ہے اور ارشاد دینی میں زبان کی حرکت سے منع کیا گیا تو ارشاد دینی کیسے منطبق ہوا۔ ہاں ارشاد  
دینی میں اگر لبوں کو حرکت دینے سے منع کیا گیا ہوتا تو انطباق بالکل صحیح تھا جواب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیزوں میں سے ایک کے  
ذکر پر کثرت کر کے دوسری کو مقدم کر دیا کرتے ہیں اھل صحافی کے یہاں اسکو احتفاء کہا جاتا ہے جیسے آیت وَحَجَّلَ الْکُتُبُ  
مَنْ اَبْدَلَ تَقِیْمُکَ مَا تَحْتَہِ "میں" الحزب پر التکاثر کے والہوں کو اس کے بعد مقدم کر دیا اسی واسطے کہتے ہیں کہ آیات قرآنیہ کثرت  
ہے، ماقبل سے فقرہ زیر بحث بھی ہے کہ شفقتیہ پر التکاثر کے اسکے بعد ولسان مفقود کیا۔ چنانچہ مکتوبہ التفسیر کی  
روایت بطریق جریڈ میں دونوں کا ذکر ہے اور اسکا الفاظ یہ ہیں فَکَانَ مِمَّا یُحْرَکُ لِسَانُہُ وَشَفَقَیْہُ اور قرآن کریم میں  
لسان پر التکاثر اسلئے فرمایا کہ لفظ میں اصل وہی ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ پورا پورا تطابق ظاہر ہو گیا۔ فقال ابن عباس سے  
فَانزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی نَحْمَہُ مَقْرَضٌ مَّکْرَہٌ قَائِمٌ سَاحَہٌ جِیْسَ اس شعر میں سے وَکَلَّہُ فَعَلِمَ لَمْ یَقْعُہُ  
اَنْ سُوْفَ یَلٰقِیْ کُلَّ مَآقِدٍ سَآءٌ کہ اَعْلَمُ اَوْ اَنْ سُوْفَ کے درمیان فَعَلِمَ الممر سے یَقْعُہُ جملہ مخرضہ فاکہ  
ہے یہاں اس جملہ مخرضہ سے مقصود یہ ہے کہ مخالف کے سامنے لبوں کی حرکت کا نقشہ علی طور پر کھینچ کر دیا جائے تاکہ مزید وضاحت  
حاصل ہو کہ کون کونسی طرف پر گھٹنے سے کر کے دکھائیے میں زیادہ انکشاف ہوا کرتا ہے۔ اسکو تعلیم یا الفعل اور اسکو تعلیم  
بالقول کہتے ہیں۔ یہاں پر صرف دو راویوں نے لبوں کی حرکت مثلاً ہرانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سعید بن جبیر  
کو اور انہوں نے موسیٰ بن عائشہ وغیرہ کو جس سے حرکت کی تسلسل قائم ہو گیا۔ اسی واسطے حدیث ہذا کو مسلسل  
بتحریک الشفۃ کے ساتھ مؤخر کیا جاتا ہے جیسے اس حدیث کو جس کے راویوں نے بروقت روایت صحابہ کیا تھا۔ مسلسل  
بالصفا کہتے ہیں مگر حدیث زیر بحث کے جملہ راویوں میں چونکہ اس حرکت کی تسلسل باقی نہیں رہا اسلئے غیر متصل ہے۔ جو یہ تسلسل



مصدقاً کو حاصل ہوئے ہیں (۱) غلطی لاوی (۲) اتصال میں جس سے تدریس کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ **سوال** مسجد بن حبیب  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرکت نہ رہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حرکت دیتے دیکھا تھا مگر ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ اس میں کوئی حرکت نہ رہے۔ انہوں نے جو یہ صورت فرمائی کہ اس میں کوئی حرکت نہ رہے۔  
حرکت دیتا ہوں جیسے حضورؐ کو حرکت دیتے تھے۔ **جواب** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یوں فرماتے تو یہ مفہوم ہوتا کہ ہر وقت  
نزول وحی حضورؐ کو حرکت دیتے دیکھا تھا اور یہ درست نہیں کیونکہ سورہ قیامت میں کی بیانات ہیں بالاتفاق ملے ہیں اور امام بخاری  
علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو بدل (۱) الوسی میں کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا کہ یہ واقعہ نزول وحی کے ابتدائی زمانہ کا ہے جبکہ ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد ازاں بھی نہ ہوئے تھے اسلئے کہ ان کی علامات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے۔ پھر حضورؐ کی تحریک کا علم انہیں کیونکر ہوا۔  
اس میں احتمال ہے کہ کسی ایسے صحابی نے خبر دی جنہوں نے بروقت نزول وحی حضورؐ کو حرکت دیتے دیکھا تھا یا اس واقعہ کے بعد  
خود حضورؐ پر نور علیہ السلام نے خبر دی تھی اور بروقت اخبار اس حرکت کو مشاہدہ کر دیا تھا یہی احتمال مانع ہے۔ لیکن  
ابو داؤد طیحا السی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسند میں اسکی تصریح بیان فرمائی ہے

**رفأقول الله تعالى لا تحرك به لیساً ذاك لتعجل به** اس کے مانند سورہ طہ پر  
کی یہ آیت ہے **وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ** ترجمہ اور قرآن میں جلدی نہ کر جب تک اسکی  
وحی تمہیں پوری نہ ہو۔ اور یہ قول الامامان دونوں آیتوں کی شان نزول بھی ایک ہے جو حدیث زیر بحث میں مذکور ہوئی **سوال** اگر  
دونوں کا مفہوم اور شان نزول متحد تسلیم کر لیا جائے تو ہر دو میں کیا حتم لازم آئیگی۔ وہ یہ کہ ان میں سے جب پہلے ایک آیت کا نزول  
ہو جاتا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے مخالفت کی گئی تو اب دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ اپنے اس حکم کی تعمیل کی ادا ان کے  
ساتھ پڑھنا ترک کر دیا (۲) یہ کہ تعمیل نہیں کی اور باوجود مخالفت حسب معمول پڑھتے رہے۔ ہر تقدیر اول احتمال جیسے اس پر عمل کیا ادا ان  
ساتھ پڑھنے سے روک گئے تو دوسری آیت کا شان نزول یہ نہ رہا اور نہ دونوں کا مفہوم ایک ہوا کہ جب اپنے ان کیساتھ پڑھنا ترک فرمایا تو  
پھر ساتھ پڑھنے کی مخالفت کا کیا عمل ہے اور ہر تقدیر احتمال دوم لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل رسولؐ نہ کریں جو بدیہی البطالان ہے۔  
کیونکہ حکم خداوندی کی تعمیل نہ کرنا معصیت ہے اور رسولؐ سے معصیت کا صدور ممکن نہیں کہ رسولؐ معصوم ہوا کرتے ہیں **جواب** اقل  
ان آیتوں میں لا تعجل اور لا تحرك دونوں حصے ہی نہیں اور نہ ہی اگرچہ حقیقتاً تحریم کیواسطے ہوا کرتی ہے جیسے امر واجب کے لیسکن  
مما زادہ سرے معانی میں بھی مستعمل ہوئی ہے۔ **دعا** کے واسطے جیسے **لَا تُؤْخَذُ قُلُوبُنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا** بیان عاقبت کے  
واسطے جیسے **لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ عَاظِمُنَا** یا اس کے لئے جیسے **لَا تَعْتَذِرُوا لِيَوْمِ تَحْيَرُوكُمْ** تحریر کے لئے جیسے **لَا تَمْنُنَ عَلَىٰ يَدَيْكَ**  
**إِنَّمَا هِيَ كَلِمَاتٌ يُضَاهِيهَا** تو اس کے لئے جیسے **إِصْبِرْ وَلَا تَهْزَنْ** یا **إِصْبِرْ وَلَا تَهْزَنْ** یا **إِصْبِرْ وَلَا تَهْزَنْ** یا **إِصْبِرْ وَلَا تَهْزَنْ**  
کے واسطے جیسے **لَا تَأْخُذْ بِالْحَيَاةِ فَإِنَّهَا تَلْكُ** اس کے واسطے جیسے **لَا تَسْأَلْنَا عَنْ أَشْيَا وَأَنْ نُبْدِلَ كَلِمَةً**  
اس سے مخاطب کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے کہ وہ نبویؐ سے متفرق نہ ہو اگر وہ اسے مخاطب کو اختیار ہے کہ وہ بچے یا نہ بچے اگر نہ بچے تو متکلم کی  
جائزہ اسکی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا جیسے اصل ارشاد میں نبویؐ سے منفعت کے حصول کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے۔ اگر مخاطب کی  
منفعت حاصل ہے تو کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروقت نزول وحی حضرت جبریلؑ میں علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے جس سے تکلیف محسوس ہوتی تھی مولیٰ تعالیٰ نے جلد سورہ طہ شریف کی آیت **وَلَا تَعْجَلْ**  
نازل کر کے اس سے بھی فرمائی۔ لیکن یہ بھی چونکہ ارشاد ہی تھا کہ وہ پڑھتے رہیں اگرچہ مشقت سے دوچار ہوتا پڑھتا تھا مگر مواخذہ پڑھنے میں

نہ ہوا کہ اسکی رہنمائی







تفسیر القاسمی

جلالین کے قول **وَاللّٰهُ لَعَلَّ الْغَاثِيَةَ** پر حاشیہ مادی میں فرمایا ای وہی المقترنة علی آخر الفعل فلیست عطف باعانة  
لاستحالة الاخر اض علی الله تعالیٰ فی الافعال واکا حکام۔ **اقول** راقم الحروف اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہا کہ  
یہاں پر لام برائے تینوں بھی ہو سکتا ہے کیونکہ لام تینوں کی قیام میں ہے۔ اور وہ کہ مفعول کو قائل سے متنازع کرے اور یہ ہمیشہ ظرف لغو  
ہوا کرتا ہے اور یہ اپنے فعل تعجبیہ و لام تفصیل کے بعد واقع ہوتا ہے جو حب یا بغض پر دلالت کوں جیسے مَا احْبَبْتُ لَزِيدٍ مجھے زید  
کیسا محبوب ہے۔ مَا ابْغَضْتُ لَزِيدٍ مجھے زید کیسا مبغوض ہے۔ اور تَرْيَدُ احْبَبْتُ لِيْ زَيْدٌ مجھے محبوب تر ہے اور تَرْيَدُ ابْغَضْتُ  
لِيْ زَيْدٌ مجھے مبغوض تر ہے۔ اس لام کا مدخل مفعول ہوتا ہے مادی اگرچہ اسے لام الیٰ ذکر کریں تو مفہوم برعکس ہو جائیگا کیونکہ الیٰ بھی تینوں  
کے واسطے آتا ہے مگر اس کا مدخل قائل ہوا کرتا ہے (۱۲) وہ کہ مدخل کی قابلیت کو بیان کرے جو مفعولیت کیساتھ متعلق ہو جیسے تَرْيَدُ لَزِيدٍ  
میں (۱۳) وہ کہ مدخل کی مفعولیت کو بیان کرے جو قابلیت کیساتھ متعلق ہو جیسے سَقَى الزَيْدُ لِيْ زَيْدٌ لام ظرف مستقر ہو کہ مبتدا محذوف  
الذاتی کی خبر ہو اگرچہ نہیں (معنی اللیب) اور لام کا لام ان تینوں قسموں میں سے کوئی بھی نہیں پھر تینوں کی واسطے کیسے ہو سکتا ہے  
(وقرآنہ) کی تفسیر میں وقفہ فرما کر اس بات کی جانبداری لیا کہ لفظ قرآن آیت میں کتاب الہی کا منہ نہیں بلکہ مصدر یعنی قرأت  
ہے جسکی اصناف مفعول کی طرف ہوتے ہیں۔ یہ آیت کا محرف الہی کی تعلیل ہے جسکے معنی لفظ "ان" سے استفادہ ہے اس ماہی کا نام کے  
مائل معنی ہیں مجھے کیا دیکھنے کی جلدی میں قرآن کو جبریل کے ساتھ ساتھ نہڑتے جائیے اسلئے کہ اسلئے آپ کے سینہ پاک میں محفوظ کر کے رہا  
میرا کہ ہر جانی کرنا ہلے دے رہا ہے آپ شفقت کیوں برداشت کرتے ہیں

**فَاَنْ اَقْرَأَنَاهُ فَاتَّبَعَ قَرَأَنَهُ** عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "فاتبع" کی تفسیر میں **فَ تَشْتَقِعُ**  
**وَأَصْبَحْتَ** فرمایا یہ لفظ ابتداء کے معنی موضوع کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر بالمراہبہ اور مقصود یہ ہے کہ جب ہم ہوا اسطہ جبریل قرآنی وحی کو  
پڑھیں تو اسوقت آپ کو وحی کیساتھ کلن لگا کر سنیں **سَمِعَ** سوال تفسیر میں **سَمِعَ** باب افعال سے کہیں اختیار فرمایا "سمع"  
مجرد سے کیوں استعمال نہیں کیا جواب کبھی مخاطب کی زیادتی یعنی زیادت ہدالات کیا کرتی ہے اور یہاں مقصود یہ تھا کہ آپ جبریل کی  
قرأت کو تو یہ کیساتھ سنیں اس واسطے تفسیر میں استعمال اختیار کیا گیا اسلئے معنی میں بالقصد تشناب بخلاف سماع جو مجرد ہے کہ اس کے  
معنی میں مستند خواہ بالقصد ہو یا بالقصد نہ ہو اس واسطے سماع پر آیت مجرہ سننے سے مجرد واجب ہو جاتا ہے خواہ سننے کا قصد کرے  
یا نہ کرے۔ اور باب افعال سے **أَصْبَحْتَ** اور افعال سے **أَنْصَبْتَ** اور مجرد سے **نَصَبْتَ** اگرچہ ہم معنی ہیں مگر اول کو اکثر استعمال  
ہونے کی وجہ سے اختیار فرمایا۔ **السَمْعُ** انصاف کے معنی میں استعمال اسلئے کہ دونوں اہل تہذیب تفسیر کی ہر جگہ جہاد میں ہے  
۱۔ انصاف السمعوت واکا استعمال پھر اسی پر اکتفا کیوں نہیں کیا جواب **فَ تَشْتَقِعُ** کے بعد انصاف ذکر کرنے میں  
تفصیل بہ التعمیم ہوئی جس سے استعمال کا ذکر کرنا چاہیے اسکی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ **سَمِعَ** قرآنی وحی فرشتے کے توسط سے  
کیوں بھی گئی جواب میں بحث کاخذ قرآن بالواسطہ امت کے حق میں مشتہ ہو جائے اور افراد امت اسی مشت کے ماتحت امین اور  
رہانت دار اصحاب علم سے قرآن کی تفصیل کیا کریں کیونکہ قرآن یا کسی علم کو انسانہ حاصل کرنے میں جو انکشافات حاصل ہوتے ہیں وہ کتاب  
پر اکتفا کر نیسے میسر نہیں آسکتے اس واسطے کہ کتاب پر کثرت کیلئے والا فلاح یا سب نہیں ہوتا **السَمْعُ** حدیث زبرکث اور قرأت الباب میں  
مطابقت کیونکر ہوگی۔ جواب آپ اس طور پر کہ آیت مذکورہ میں قرآن کریم کی کیفیت متعین و تلقین بیان کی گئی جس پر حدیث زبرکث مشتمل  
ہے پس اس حدیث میں قرآن کریم کی صفت کیفیت متعین و تلقین مذکور ہوئی اور حدیث سابق میں موصوفہ قرآن کریم مذکور ہے تو حدیث  
زبرکث میں اس حدیث سابق کیساتھ مناسب چھٹی کدہ موصوفہ پر مشتمل ہے اور یہ صفت پر اس واسطے حدیث زبرکث کو موقوف ذکر کیا

تفسیر القاسمی

تفسیر القاسمی



موصفت کا مرتبہ و صوف کے مرتبہ سے متفرق کرنا ہے۔ پس یہ حدیث سابق حدیث کی ساتھ مناسب ہوئی اور سابق ترجمہ الباب کے ساتھ مناسب تھی تو بالوسطہ سابق یہ بھی ترجمہ الباب کے ساتھ مناسب ہو گئی، اس لئے کہ مناسب شے کا مناسب شے کا مناسب ہوتا ہے۔

**(ثمان علیہا بیانہ)** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیانہ کی تفسیر الفاظ مختلف منقول ہوئی ہے۔ جس پر اپنے ابو عوانہ نے اس روایت میں موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل کر کے ان تقریبات اور کتاب التفسیر میں سرسریل نے انہیں سے نقل کر کے کہا: ان نبینہ علی لسانک اور جبریل نے بھی ان سے یہی الفاظ نقل کئے صرف اتنا فرق ہے کہ انہوں نے بجائے "علی لسانک" اپنی روایت میں "لسانک" نقل کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں تفسیریں بالآخر پہلی تفسیر کے ہم معنی ہیں کیونکہ بظاہر ان سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ بیان سے مراد قرآن کریم کا زبان پر جاری فرمان دینا ہے جس کا حاصل قرأت ہے جو تفسیر اول کا مدلول ہے۔ اب اس میں جو کچھ ہر تفسیر میں اگرچہ الفاظ مختلف ہیں مگر حاصل سب کا ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ میان قرآن سے مراد قرأت قرآن ہے۔ اور فاتح کی مذکورہ تفسیر فاسمیع و انصت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترتیب معانی کا اقتضایہ یہ ہے کہ بیان سے قرأت مراد لی جائے نہ کہ میان معانی جو بیان کی تفسیر ثانی ہے۔ ورنہ ترتیب معانی فوت ہو جائیگی۔ جب ثابت ہو کہ تفسیر میں معنوی اختلاف نہیں اور مضمون اسی امر پر دلالت کرتی ہیں کہ بیان سے مراد قرأت ہے تو کہنا باطل ہوگا کہ حدیث زیر بحث کے راوی سے نقل تفسیر میں ہم واقع ہوا ہے اور وہ یہ کہ ان تقریبات کو بیانہ کی تفسیر میں نقل کر کے حالانکہ قرآن کی تفسیر اللہ بیانہ کی تفسیر نہیں بلکہ اس کی تفسیر ان نبینہ علی لسانک ہے۔ باطل ہے بلکہ راوی کی جانب وہم کی نسبت مومن تکمیلی جیکر ان دونوں تفسیریں میں معنوی اختلاف ہوتا۔ حالانکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دونوں میں نقلی اختلاف ہے۔ معنوی نہیں۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے نسبت وہم کی طرح درست ہو سکتی ہے۔ غالباً اس قائل نے کتاب التفسیر میں سرسریل کی نقل کردہ تفسیر "ان نبینہ علی لسانک" کو تین معانی پر محمول کیا تو خلاف ظاہر ہے کیونکہ اس محل میں ضمیر منصوب پیشتر تقدیر مضاف "معانی" کی طرف احتیاج ہوگا اور تقدیر مضاف اصل ہے۔ پھر اسی پر نہیں بلکہ اس مقصود کی ادائیگی ایک اور تقدیر کی جانب محتاج ہے کیونکہ تین معانی زبان پر نہیں مطلق الفاظ ممکن نہیں تو اب تقدیر عبارت یہ ہوگی: ان نبینہ معانیہ علی لسانک بالالفاظ۔ بخلاف اس صورت کے جس کا اس تفسیر کو ظاہر ہے جو تقدیر اول کے ہم معنی قرار دیا جائے کہ اس کی تقدیر کی طرف احتیاج نہیں ہوتی اور فاتح کی تفسیر مذکور سے بھی مناسب باقی رہتی ہے جو کہ ہم اور بیان کر چکے ہیں۔ ویسا قرار ناظر بطلان مافی فیض الباری ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ قال: قد وقع ههنا سوء ترتيب من الراوى قد عدل ان تقرأه في تفسيره بيانه وهو وهم منه لان تفسير لقوله وقرأه لا لقوله بيانه فنقل تفسير هذا الى هذا وليشهد له ما أخرجه البخاري في التفسير ص ۳۳۳

۲ متناوستاند و فیہ قرآنہ ای ان تقرأه و بیانہ ای ان نبینہ علی لسانک و هذا واضح فالمراد خلافت الی المناویلات ام۔ اقول وذلك لا تنفقاء التباين بين التفسيرين معنی كما فصلناه في الشرح ولا مستشاهان بروایة اسوامیل لا یثبت ما ادعاه من سوء الترتیب كما لا یغنی علی الناظر اللیبیب بل ہی بظاہر ہا بعضی روایۃ الی عوانہ و ذلك لانها تشید الی ان البیان فی قولہ تعالیٰ بیانہ بمعنی التبيين كالسلامہ بمعنی التسلیم و مضاف الی المفعول وهو القرآن بعین القرآن علی اللسان عباساً عن اجراء علیہ وهو المعنی بالقرأة فرجعت ههنا ان الروایتان الی معنی واحد وهو خلاف ما قصدی لہ هذا القائل

لا بد علیہ  
بعض لہذا  
۱۳  
راوی اولیٰ اللہ شامہ التفسیر  
جو ہندی

اور بعض مفسرین نے بیان کی تفسیر میں معانی کے ساتھ قرآنی اس تقدیر پر فاتح قرآن کی تفسیر فاسمیع و انصت نہ ہوگی بلکہ فاتح قرآنہ بقرآن تک ہوگی جس کا مطلب ہو کہ جب جبریل وحی کی قرأت کریں تو قرأت میں کئی ابتداء کیجئے۔ یا اس طرح کہ آپ کی قرأت



اُن کی قرأت کے تالیخ ہوسکتا تھا نہ ہو۔ اس تفسیر کے پیش نظر آیت زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک اصولی مسئلہ پر استدلال فرما با وہ  
یہ کہ وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت کی اکثریت جو اُن کی طرف گئی اور آیت زیر بحث کو دلیل قرار دیا ہے  
لفظ "فہم" واضح ہے جو اپنے مابعد کی توافقی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ نظر ہواں آیت زیر بحث سے یہ بات صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گویا کہ وقت خطا  
سے تاخیر بیان جائز ہے۔ البتہ وقت حاجت سے تاخیر بیان کیجئے نزدیک درست نہیں۔ اصول فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے  
معمول علمائے اصول تصریح فرماتے ہیں کہ لفظ "علی" واجب کے لئے آتا ہے۔ اور وہ ان آیات میں دو جگہ مذکور ہے (۱) اِنَّ  
عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنُہٗ (۲) اور (۳) اِنَّہٗ عَلَيْنَا بَيَانُہٗ میں تو کیا نبوی سینہ میں قرآن کو محفوظ کر کے زبان پر جاری کرنا اور قرآن  
کی باتوں کو حضور پر نور پر ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا جو اُن کے واجب و محض پر ہوا تھا۔ اور دونوں معنی کے اعتبار سے استفادہ  
پر کوئی چیز واجب نہیں (۱) اس فعل کو کہتے ہیں جب کہ تاکلیف معنی عہدت ہو یا اس معنی کوئی چیز اسلئے واجب نہیں ہو سکتی کہ اس پر کوئی حاکم نہیں  
جو عہد کر سکے وہ خود سب پر حاکم ہے (۲) اس فعل کو کہتے ہیں جبکہ صدور لازم ہو۔ یا اس معنی اسلئے واجب نہیں کہ وہ فاعل متنازع ہے  
فاعل بالانکار نہیں۔ یا اس فعلی یہاں یہاں معنی عہدت کے لئے ہے اور یہ عہدت پر بنائے وعدہ ہے اور اس کے وعدہ میں مختلف  
نہیں ہوتا اس لئے وہ ایسا ضرور فرماتے گا

**سر لفظ آیات** حدیث زیر بحث میں مذکورہ آیات کو اپنے ماقبل سے بظاہر مناسبت نہیں کیونکہ ماقبل میں احوال قیامت  
کا ذکر ہے اور ان میں قرآن کریم کی کیفیت تکلف و تلقین بیان کی گئی ہے۔ اس واسطے مواضع نے کہا کہ یہ قرآن تغیر و تبدل سے محفوظ  
نہیں اگر موجودہ ترتیب منجانب اللہ ہوتی تو ان آیات اور ان کے ماقبل میں مناسبت کا فقدان نہ ہوتا۔ لیکن مواضع نے کہا کہ قول اُن کے  
دیگر اقوال کی طرح ظاہر البطلان ہے۔ آؤ گلاس لئے کہ خود قرآن کریم کے مواضع ہے مولیٰ تعالیٰ اور فرماتا ہے وَاقِفَا لِحُكْمِ  
نُزُلِنَا الَّذِیْ حُكْرًا ذَا لَکَ الْمُحْفَظُونَ ترجمہ بیگ ہنئے تاکا رہے یہ قرآن اللہ میثاق ہم خود اس کے نگہبان ہیں کہ تغیر و تبدل  
اور زیادتی دیکھی ہے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ عام چین و انس اور ساری خلق کے مقدر میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی  
یا تغیر و تبدل کر سکے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسلئے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی کی ہے دوسری کسی  
کتاب کو یہ بات مستثنیٰ نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ آیات کی باہمی مناسبت کا انکشاف تاریک قلوب پر نہیں ہوتا اس لئے قلب پاکیزگی  
درا کر اسے سے جمال مشاہدہ قرآن نقاب اُن کا ہر بخش ایدہ کردار الملک ایمان را باید غالی از خوف علمائے اہل سنت جن کو  
مولیٰ تعالیٰ نے طہارت قلب سے سرفراز فرمایا انہوں نے مناسبت کی متحدہ وجہ بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض کو تفسیر کیوں  
جیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر بقصد اختصار لکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ آیات الہی سے اعراض و آیات الہی کی جانب ملامت  
دونوں میں تقابل ہے اور تضاد و وجہ مناسبت میں محدود۔ سابقہ آیات اعراض کو متضمن ہیں کیونکہ ان میں ایسے مسائل کا ذکر ہے  
جو آیات الہی سے قیامت اور مشرک شکر کا ذکر اور قرآن سے اعراض کرنے والا ہے اور ان آیات میں کامل مسان جان ایمان اپنے  
محبوب کا ذکر فرمایا ہے جو آیات الہی سے قرآن کی جانب بروقت نزول مبادت فرماتے تھے۔ **س باعی**

اللہ کی مسرت بقدم شان ہیں + ان سے انہیں انسان وہ انسان ہیں +

قرآن تو ایمان جاتا ہے + انہیں + ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں +

(وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)



# بخاری

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُسَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي نَوْسٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِمْ فِي رَمَضَانَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فِي رَمَضَانَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ لَهُمْ الْقُرْآنَ

بشیر القاسمی



ساتھ نشست یہی ہے نہ ہاں سے ساتھ بیٹھ کر کیا کروں تم مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کرتے ہو سزاوارتہ شرفاً جو ملے بہرہ بہت سے لوگوں سے قدیم مزید قریب الہی کا سبب ہوگا مگر لوگوں سے ایسے بھاگنا جیسے شیر سے اور اپنے دین کو مضبوط بنانے دینا تو سلامت اور بے نقص اجاب ہے اس بنا پر عتاب کیا کہ آپ اٹھو نہ ڈھونڈ کر دو سے شہر والوں کی بار بار فرماتے ہیں اور اپنے اہل شہر کو محروم رکھتے ہیں۔

فرمایا میں اصحاب فضل اور رباب صدق کو پچانتا ہوں جنہوں نے حسن طلب کے ساتھ علم حدیث کی تکمیل میں اپنے عزیز اوقات صرف کئے جس کی وجہ سے اپنے لئے حاصل معاش کا انتظام نہ کر سکے نظریہ میں یہ ضرورت مند ہیں پس اگر ہم ایسے حضرات کو نظر انداز کر دیں تو ان کا حلیم نتائج ہو جائے گا اور اگر ان کی خدمت کریں تو وہ اُمت محمدیہ کے واسطے علم کی نشر و اشاعت کرتے رہیں گے جس سے میرے نزدیک بعد نبوت کوئی چیز فضائل نہیں۔ **قدوة الاولیاء** حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ آپؐ سوال کیا گیا: **مَنْ النَّاسُ** یعنی آدمی کون ہیں فرمایا: **علماء**۔ **احصاء غزالی** فرماتے ہیں کہ جو عالم نہ ہو احصاء **ابن الجبار** نے اسے آدمی شمار نہیں کیا اسلئے کہ انسان اور جو اپنے میں علم ہی کا فرق ہے۔ انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اس کا شرف ہے اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اوٹ اس سے زیادہ طاقت دے نہ بڑے جتنے کے سبب کہ باطنی کا جتن اس سے بڑا ہے نہ بیادہی کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادری نہ خودا کی وجہ سے کہ بیل کا بیٹ اس سے بڑا ہے زمین کی غرض سے کہ چڑیا جو سب سے ذلیل ہے یا بے اس سے زیادہ جتنی کی قوت رکھتا ہے آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اس سے اس کا شرف ہے: آپ سے پھر سوال کیا کہ **مَنْ الصُّلَحَاءُ** کوئی نیک بادستہ ہیں فرمایا: **یہاں** پھر سوال کیا **مَنْ السُّقَطَاءُ** کہنے کوں ہیں فرمایا: جو اپنے دین کو فروغ معاش بنالیں۔ آپ نے فرمایا: **گستاخی کو محبوب** کھوتا کہ شہرت ناپسندیدہ ہو جائے۔ مگر گستاخی کی محبت کا اظہار نہ کر دو نہ نفس میں ترقی پیدا ہوگا جو منافی مقصود ہے کیونکہ وہی نہ خود ستائی ہو نیکی کا باعث نافی نہ بدعت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل دیہات کی برہمنش کے واسطے کتنا مہترہ ہم کام ہے کہ کوئی کام اسکے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ بھارتی سیل اللہ کو بھی بہتر نہ حاصل نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ: کا واپس کر دینا جس کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہو میرے نزدیک چھ لاکھ روپے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ **ابو وہب** کہتے ہیں کہ آپ ایک نابینا کے پاس سے گئے اس نے سوال کیا کہ میرے واسطے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر دیجئے کہ میری بینائی واپس آئے آپ نے دعا کی اسی وقت میرے سامنے وہ بینا ہو گیا جس بن عرفہ سے آپ نے فرمایا کہ ملک شام کے اندر میں نے ایک قلم بطور عاریت لیا تھا مگر اس کا واپس کرنا بھول گیا جب مقام محمود پہنچا تو دیکھا کہ وہ قلم میرے ساتھ ہے فوراً واپس ہو کر شام پہنچا اور قلم ملک کے حوالہ کر دیا قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے تو بار اوقات میرے دل میں ایک خیال گزرتا اور میں دل ہی دل میں کہتا کہ ان کو میری وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی کہ لوگوں میں اس قدر شہرہ ہو گئے۔ اگر یہ نماز پڑھتے ہیں تو ہم بھی پڑھتے ہیں۔ اور یہ دعا رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں یہ یہ کہتے ہیں تو ہم بھی کہتے ہیں یا حج کرتے ہیں تو ہم بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا تم سفر میں گھر کا اندازت کا کھانا کھا رہے تھے کچھ نہ کھا کھا کھا ایک ساتھی روکش کر نیکی عرض سے چراغ لیکر باہر گئے اور تھوڑی سی دیر میں چراغ روشن کر لائے میں نے دیکھا کہ اتنی دیر میں کچھ چھو اور اور دیریں بلکہ شکوں سے تہو بھی اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اسی خیریت کی بنا پر ان کو میری فضیلت ہے غالباً چراغ مٹ گئے تھے چھوٹا انداز ہوا تو نہیں تھا مگر آگنی جس کے خوف سے اسے شکوں میں ترتر ہو گئے۔ آپ نے کہ مغلہ حاضر ہو کر چاہا نہ نرم پر پہنچے اور اب زمرہ لیکر وہ بیٹھ گئے اور ان کا وہ انجیل میں عرض کیا۔ اے اللہ تیرے محبوب کا یا ارشاد مجھ تک پہنچا کہ اب زمرہ میرا مقصد کے لئے مفید ہے جس کے لئے بیجا جائے۔ میں اس کو قیامت کی نشانی کہا اسلئے جتا ہوں۔ یہ عرض کر کے اس کو نوش فرمایا (صدقة الصفوة وغیرہ)

(ح) ایک حدیث کی جب ویسا دو سے زیادہ اسناد ہوں تو پہلی اسناد کے بعد دوسری اسناد سے پیشتر **شرح** لکھا کرتے ہیں

وہ اس حدیث میں اسناد ہے

وہ اس حدیث میں اسناد ہے

وہ اس حدیث میں اسناد ہے



جو خط میں پہلے منقوہ اور لفظ میں مقصورہ ہوتی ہے۔ برہنہ بختاریہ قول سے ماخوذ ہے اس لئے کہ ایک اسناد سے دوسری اسناد کی جانب حدیث کے قول ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس بخاری جب اس تک پہنچے تو "ح" کہہ کر بعد کی قرأت میں مشغول ہو جائے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حال بین الشیعتین میں معنی "حق" سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ دو اسنادوں کے درمیان حائل ہوتی ہے بخاری جب اس تک پہنچے تو کسی چیز کا لفظ کا تکرار کر کے یہ روایت میں داخل نہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ لفظ "الحمد" کی جانب اشارہ ہے، چنانچہ تمام اہل مغرب اس تک پہنچ کر لفظ "الحمد" لیتے کہہ کر رہتے ہیں۔ اور علماء حدیث کی ایک جماعت نے بجا "ح" لفظ "صحیح" کو تکرار فرمایا جس سے سہولت ہے کہ "ح" لفظ "صحیح" کی جانب اشارہ ہے اور یہاں پر اس کا لکھنا اس لئے اچھا ہے تاکہ کسی کو یہ نہ ہو کہ اسناد اول کا متن سناٹا ہو گیا ہے۔

۱۰۰ "یونس" کا تفسیر مضائقہ ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو دو شیوخ "محمد بن ابی بکر" سے روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود بن مبارک کے صرف ایک شیخ "یونس" کو ذکر کیا اور بشری نے دو شیخ یونس اور معمر ذکر کئے۔ مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ معمر کی روایت "یونس" کی روایت کیساتھ لفظی موافقت نہیں رکھتی۔ اسی واسطے "مشغلہ" نہیں کہا کہ "مشغل" اس روایت کو کہتے ہیں جو دوسری روایت کیساتھ لفظی موافق ہو، بلکہ معمر کی روایت "یونس" کی روایت کیساتھ معنی موافق ہے اسی لئے (مخووض) فرمایا کیونکہ مخوض کا اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جو دوسری روایت کیساتھ صرف معنوی موافقت رکھتی ہو۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ مخوض کا تعلق صرف معمر سے ہے۔

(أَجْوَدُ النَّاسِ) اسم تفضیل مشتق از جو ہے جس کے معنی ہیں اعطاء صابغین یمن یعنی یعنی سب چیز مناسب شخص کو دینا ہی معنی تفاوت کے ہیں۔ تو أجود الناس کے معنی تھے تمام لوگوں سے سبھی بڑے اعلیٰ و افضل کا حسن شرف نفس اور اعتدال مزاج پر مبنی ہے اور آپ کا نفس پاک تمام نفوس سے اشرف اور آپ کا مزاج الطوبیٰ تمام مزاجوں سے زیادہ معتدل تھا اس لئے فردوسی چہار آپ کا فعل احسن الافعال ہو۔ اور آپ کا خلق احسن الاخلاق۔ اسی واسطے آپ أجود الناس بھی ہوئے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جو دفرمائے والا ہے پھر تمام انسانوں سے سبھی بڑے ہیں پھر میرے بعد وہ شخص جو علم وین تحصیل کر کے اس کو بھائیائے سب تمام مخلوق سے زیادہ جو دفرمائے والے ہیں لیکن یہاں پر أجود الناس اس لئے فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور سب پر نسبت اشرف المخلوقات آپ أجود ہیں تو بظاہر غیر شرف و جود اعلیٰ ہوئے۔ تو ثابت ہوا کہ آپ از صروف أجود الناس بلکہ أجود المخلوق ہیں۔ اور وہ بھی ایسے کہ دنیا و آخرت آپ کے خواں جو د کا کیا مگر اس واسطے امام بوصیری قدس سرہ القوی عرض کرتے ہیں شعر: فَإِنَّ مِنْ أَجْوَدِ الدُّنْيَا وَصْفِهَا وَ مِنْ أَجْوَدِهَا عَلَمُ التَّوْحِيدِ وَالْقَلَمُ اور الملقب بحدیث: حاضرة مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ لے اپنے انوکھے انداز میں یوں عرض کیا ہے: "ہاں کیا جو حکم پر بشرطی تیرا ہے نہیں سنائی نہیں گئے دلائل و اسانے ملے ہیں حلقہ کہ ہے قندہ تیرا نامے کھلے ہیں تمہارے وہ ہر ذرہ تیرا نہیں تو مالک کی ہر گز کہ: "نیک عجیب یعنی جو د و محب میں سے کسی کو نہ سمجھاں"۔ انہیں تفسیر کے ذکر کو یہ دلیل شعر کے دوسرے مصرعے سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ سائل سے "نہیں" نہ فرماتے تھے جہاں کہ ایک روایت سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ وہ یہ کہ ایک جماعت نے حاضر ہوا کہ سواری طلب کی تو جواباً ارشاد فرمایا تھا: وَاللّٰهُ لَا أَحْمَلُکُمْ۔ "تھیں تم کو سواروں کا جو جواب بیشک عادت کر گیا ہے معنی کہ سائل جو چیز طلب کرتا تھا فرماتے اور اگر وہ چیز نہ ہوتی تو سواروں اختیار فرماتے یا سواروں کے ساتھ دل جوئی کر کے معذرت فرما دیتے تھے۔ اور کبھی فرماتے کہ فرض ہے کہ کام چلاؤ اور اس کی ہائے دگر

بشریح صحیح البخاری



عطا فرماتے سے مراحۃ النکاح کہنے کی عادت نہ تھی باقی نبی پیش کر رہا دامت جیسے عمر بھر کے دو ایک واقعات تو وہ ان قبیل نوادر میں جن کا استثنائاً عادت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی نظریہ کے ماتحت فرزدق شاعر نے بھی کلمہ النکاح کہتے ہوئے نصحت میں بے شعر عرض کیا۔  
 ما قال الا في تشهد ولا تشهد كانت لان فموجس كاذبى ترجس شعره ہو سکتا ہے۔  
 سے نہ وقت کا بیزبان مہارکش ہرگز نہ مگر یا تشهد ان لا الله الا الله اور یا اللہ سے پاک کر کے واقع کے مطابق اس مضمون کو محبت بھری زبان سے سُنانا چاہتے ہیں تو آئیے اور عظمتِ قدرِ شکر کا یا ایمان افروز شعر جموم جموم کر پڑھ لیتے۔  
 دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ ملنی دل وہاں نہیں کہہ کیا ہے وہ جہاں انہیں مراگ انہیں گراں نہیں اس جگہ سے ثابت ہوا کہ نبی جو تمام مخلوق کے جوہر سے ازید تھا اور جو دو سجا پر بغیر قید وقت تخصیص بھی حاصل ہوئی۔

(اجود ما یحکون) اجود بالرفع اسم مکان ہے اور اسکی خبر جو با محذوف ہے اور باز قبیل "خطب صاب کون" کا صیغہ قائم ہے جہاں پر بوجہ قائم مقام خبر کا حذف وجوبی ہوتا ہے۔ اور ما مصدر ہے اور حاصل نہ محذوف ہے۔ اور فی سر مضان حاصل مقدر کا ظرف مستقر ہے جو حاصل خیر محذوف کی ضمیر سے حال ہے۔ اور محبین یلقاہ خبر بیل حاصل مقدر کی ضمیر سے حال ہے تو دونوں حال متداخل ہیں یکا کان میں ضمیر ستر اسکا اسم ہے جو کل مرجع اسم رسالت یا اسم کان ضمیر شان ہے اور اجود بوجہ ابتداء مرفوع ہے۔ اور فی سر مضان اس کی خبر اور خبر کا اکثر روایات میں اجود مرفوع آیا ہے جسکی وجہ یہ ہیں۔ اور رفع کی تائید چودھویں باب فی باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ کہ اس میں اجود سے پیشتر کان نہیں۔ اور بعض روایات میں اجود منصوب آیا ہے اسلئے کہ قبر کان ہے اور کان میں ضمیر اسم رسالت کی طرف عائشہ کا اسم ہے۔ اب اجود کے مضان الیہ ما میں دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ مصدر ہے جو (۲) یہ کہ نکرہ موصوفہ۔ پہلے احتمال پر لازم آئے گا کذا کی خبر مصدر واقع ہو جائے جو جائز نہیں۔ دوسرے احتمال کے لئے عربیت کوئی حشرہ نہیں۔ اس احتمال پر بھی یحکون نام ہوگا۔ جیسے کہ رفع کی دونوں وجوہ پر نام ہے۔ "فی (مضان) اور محبین" دونوں کان کے ظرف لغوی ہوں گے۔ اس جملے سے ثابت ہوا کہ نبوی جو در نسبت دیگر اوقات ماہ رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ اور یہی معلوم ہوا کہ شہرہ رمضان کو طوطی عرف سر مضان کہنا بھی درست ہے۔ اور ماہ رمضان المبارک میں جو دو سجا کی زیادت ہونا چاہئے

(وكان یلقاه) الی قولہ من الریح الیہ سلمۃ کان میں ضمیر اسم راجع بیوہ جبریل ہے یا بیوہ اسم رسالت مگر قول القرآن سابق محبین یلقاہ خبر بیل راجع ہے القرآن یدار میں کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اعدیل اس میں اعدا اس سلسلے سے ماضی ہے جسکے معنی ہیں کسی چیز کو ایک کا دوسرے پر پڑنا اسی کو ہماری زبان میں وہ کہتے ہیں اور کبھی صد اس سلسلے معنی درنگب زوب آتے ہے کہتے ہیں داس میں الذی ذوب یعنی اقرار تھا۔ اور کبھی صد اس سلسلے یعنی مجرور اس و در اس سلسلے آتا ہے جس کے معنی ہیں سرعت کے ساتھ پڑنا اور اس اس ذیل سلسلے کے ہم معنی ہے اسی طرح قدر میں بھی گرامر میں جملہ بھی ہے اور قدر میں کبھی معنی (النعجی) اور کبھی معنی (الحا) لازم و متعدی دونوں بنا ہے لیکن اسکا مفعول ہاوس ہے۔ قرآنی دوسری حکمت بھی تھی کہ وہ حکم طریقہ پر آپ کو محفوظ ہو سکے تاکہ وعدہ الہی سنقر نہ قلہ متعلق پورا ہو جائے اور فید اس میں قابلے عطف اس کا بعد یلقاہ پر موقوف ہے۔ اس جملہ سے ثابت ہوا۔ کہ بر نسبت دن و شب کی نسبت نبی جو دو اور زیادہ ہوتا تھا۔ کیونکہ اب زیادت جو کہ میں بسبب جمع ہو گئے (۱) رمضان کہ موسم خیر



ہے کہ اگر اس میں سے ہندو پہنچائی کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس ملاقات جبریل کہ کھانہ لین کی ملاقات مزید نعمت کا باعث بنتی ہے۔  
 خصوصاً جبکہ وہ ملاقات کرنے والے کا صدر رب الغلیس ہوں۔ کیونکہ اس ملاقات میں آپ کے مقامات کی ترقی اور علوم میں اضافہ ہوتا تھا۔  
 جس کے شکریہ میں جو زیادہ فرماتے تھے۔ (اسی صدر اس سے قرآن کفریہ حقائق و معارف پر اطلاع کے لئے مسبب اور جو وہ غیر مکرر لفظی  
 کے ساتھ مشفق ہونے کے واسطے باعث اور ترقی بالائے ترقی کے واسطے موجب اسی لئے صدر اس سے قرآن آنشکر بالائے تشکر  
 کی مقتضی ہے کہ لائن شکوہ کا اثر پیدا نہ کرے۔ نظریات نبوی جو شپ مضامین میں بے پایاں ہو جاتا تھا عرض و اشارت  
 فقیر راقم الحسنت سے بلا زمان سلطان کو رساندائیں و عساراج کہ لشکر یا و شاہی زلف مران گوارا اس بیان سے  
 ہر سہ جہوں کا حسن ترتیب آشکار ہو کر یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ہر جملہ بالبدین نسبت ماقبل تخصیص پائی جاتی ہے اور وہ بھی علی  
 سبیل ترقی۔ کیونکہ اولا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام انسانوں کے جو پر مطلقاً نبوی جو کی افزونی بیان  
 کی اصطلاحاً ترقی کرتے ہوئے آپ کو جو پر خود آپ کے رمضان جو کی فراوانی اور ثلثاً آپ کے رمضان جو پر خود آپ کے رمضان شنبہ  
 جو کی زیادت بیان فرمائی تہم نیز حدیث حرا ذکر کر چکے ہیں کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتدا و اہل رمضان المبارک  
 یوم دوشنبہ میں ہوئی تھی۔ جملہ زیر بحث ہیں اس ابتدائی نزول کی کیفیت کی جا نہایت اہم ہے جسکے پیش نظر حدیث زیر بحث اور  
 ترجمہ الباب میں مطابقت نمایاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جلد میں یہ صراحت مذکور ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان  
 کی ہر شب میں حاضر ہو کر ایک مرتبہ قرآن پاک کا ذکر کیا کرتے تھے تو قرآنی ذکر کے لئے بارہ مہینوں میں رمضان کا انتخاب اسی مناسبت  
 سے ہوا کہ زمین پر قرآنی نزول کی ابتدا اس مہینے میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں خود قرآن کریم سے بھی یہ بات ثابت ہے چنانچہ فرمادہا۔  
 ”شَهِدَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ جب ثابت ہوا کہ وحی قرآنی کے نزول کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی تھی تو  
 اس سے ابتدائی نزول کی کیفیت بھی ظاہر ہو گئی جو ترجمہ الباب ہے یہ کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتدا اس حال میں ہوئی  
 کہ وقت نزول وحی ماہ رمضان تھا۔ جیسے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کا یکساں نزول بھی اس مہینے میں ہوا ہے اور وہ  
 اس طریقے پر کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام لوح محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمان دنیا پر پہنچے اور وہاں پر فرشتوں کو اطا  
 کیا یا فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے موافق اپنے صحیفوں میں لکھ کر بیت العزت میں رکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے بحسب  
 جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضا و حکمت جتنا جتنا منقول الہی ہوا خدمت نبوی میں پیش کرتے رہے  
 یہاں تک کہ یہ نزول تیس سال کی مدت میں پورا ہوا۔ اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصہ پر قرآن کا اطلاق ہوتا  
 کیونکہ تین سال نزول وحی موقوف رہا کہ جب شروع ہوا تو ہر رمضان میں سابقین نازل شدہ سورت و آیات کا ذکر کیا جاتا تھا جو  
 یقیناً بعض قرآن میں ہیں اور اس جملے میں ان پر قرآن کا اطلاق کیا گیا پس معلوم ہوا کہ بعض قرآن پر قرآن کا اطلاق درست ہے۔  
 حصہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت ملاقات اہل علم جو دو سخاوت میں انزال الشراپ عیدہ چیز ہے اور صالحین کی زیادت اور اسکی عکس  
 لائق ہے جبکہ تکرار مذکورہ نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں تلاوت قرآن کی کثرت مستحب ہے اور یہ تمام اذکار سے  
 افضل ہے کیونکہ اگر کوئی اذکار اس سے افضل اذکار پہنچا کر اس سے مقصود یہ تھا کہ حفظ مستحکم ہو جائے جو اب حفظ مستحکم تھا  
 رمضان میں قرآنی قدر اس لئے نہ تھا کہ وہ افضل اذکار پہنچا کر اس سے مقصود یہ تھا کہ حفظ مستحکم ہو جائے جو اب حفظ مستحکم تھا  
 اور نہ مستحکم کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر سال رمضان شروع کی ہر شب میں ذکر کیا جائے۔ پھر سال و قات سے پہلے رمضان میں دو مرتبہ  
 ذکر کیوں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ ایک فضل سے چند مقصود ہو سکتے ہیں چنانچہ یہاں پر مستحکم حفظ کے ساتھ ساتھ یہ مقصود بھی











وَنَسِيبَ وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ لَيُعَذِّبُنَا فِي نَسِيبِ قَوْمِهَا وَمَنَا لُتُكْ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِثْلَكُمْ هَذَا

مالی نسب ہیں۔ اور رسول بھی اس طرح خدا قوم کے اعلیٰ نسب میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ یہ بات تم میں سے کسی نے  
الْقَوْلِ قَدْ كُفِّرَتْ اَنْ لَا قُلْتُ اَوْ كَانَ اَخَذَ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ قَبْلَهُ لَقُلْتُ مَرْجُلٌ يَا لَيْسَ بِقَوْلِ الْقَبْلِ

ان سے پہلے بھی قرآن مجید بتا کر انہیں۔ میں نے دل میں کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوئی تو میں کہہ جا کر شخص پہلے کی ہوئی بات کے نیچے  
قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ صِدِّيقٍ قَدْ كَرِهْتَ أَنْ لَا تَقُولَ قُلُوبُكَ مِنْ آيَاتِهِ

پڑھتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی وارث اعلیٰ درجے کا تو تم نے بیان کیا کہ نہیں، پس میں نے دل میں کہا کہ اگر ان کے

مَنْ مِّلَكَ قُلْتُ رَجُلٌ يُطَلِّبُ مِلْكَ ابْنَيْهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَعَهُوْنَ بِالْعَدْبِ قَبْلَ

باب دواجم کئی بادشاہ بھی ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ شخص اپنا آبیانی ملک چاہتے ہیں اللہ ہی ہے تم سے سوال کیا تھا کہ تم ان کو لوگوں پر بحث و بحث کے ساتھ  
 اَنْ تَقُولَ مَا قَالْ فَذَكَرْتُ اَنْ لَا فَقَدْ اَعْرَفْتُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُبَيِّنُ لِيْذَرَ الْعَدَبَ عَلٰى النَّاسِ

وَيَعُذُّ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَفَ النَّاسِ لِيَتَّبِعُوهُ أَمْضِعُفًا وَهُمْ ذَكَرْتُ أَنْ تَضَعُفًا

[illegible]

اِنْبِغَوْا وَفَعَلُوا اَبْنَاءَ اَلرَّسُولِ وَكَانَ لَكَ اِيْلَیْهِمْ ذِكْرٌ اَلَّذِیْنَ اَتَتْ اَسْمَٰءُ بَنَاتُ اَبْنِیْكَ

ہیں۔ اللہ ایسے ہی شاہینِ ایمان ہے یہاں تک کہ کامل پہنچائے۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا ان میں سے کوئی ان کے دین کو بڑا جھگڑا حل ہونے کے بعد

ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے والدین نے کہا کہ ایمان خیر ہے لیکن اس کی تعلیم اور تربیت ضروری ہے۔

[illegible]

فَذَكَرْتُ أَنِّي فِي مَرْلَمٍ إِنَّ لِعِبَادِ اللَّهِ وَلَا تَسِرُوا بِهِ سُبُحًا وَيَذْهَبُ عَنْ عِبَادَةِ  
ہیں تو مجھے یہاں کیا کہ وہ تم کو یہ حکم کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ اور تم کو بہت پرستی سے متشکر کرتے ہیں۔

اَلَا وَتَنْزِيلًا مِّنْ رَبِّكَ بِالْقَوْلِ وَالْقَوْلُ بِالْقَدْرِ وَالْقَدْرُ بِالْقَوْلِ اِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَمَا يَكُنْ

مَوْضِعٌ قَدْ مَحَىٰ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتَ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمَّا كُنْ أَطَقَ أَنَّهُ مِنْكُمْ

فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّي أَخْلَصْتُ إِلَيْهِ لَتَجَسَّمْتُ لِقَائِهِ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ عَنْ

میں سے ہوں مجھے تو کاش مجھے یقین ہو جاتا کہ ان تک پہنچ جاؤں گا تو مشت برداشت کر کے اُن کی ملاقات حاصل کرتا اور اُن کے

پاکس ہوتا تو اُن کے پیر دھوتا دیتا



قَدْ مَنِيَهُ ثُمَّ دَعَا بَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَحْتَثُّ بِمَعَ رَحْمَةِ الْكَلْبِ  
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ منگایا جو حضورؐ نے ہدایت و ہدایت کے شہر بصری کے امیر  
 اِلَى عَظِيمٍ بَصْرَى قَدْ قَعَهُ عَظِيمٌ بَصْرَى اِلَى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَادْفَقَ فِيهِ يَسْمِعُ لِلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 کو بھیجا تھا اور میرے اُس کو ہرقل کے پاس پہنچا دیا تھا پھر اُس کو پڑھا تو اُس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع جو نہایت ہرقل  
 مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ اِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى اَمَّا بَعْدُ  
 رحمت والا یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول محمدؐ کی جانب سے روم کے عظیم ہرقل کو بھیجا جاتا ہے اُس پر سلام جو ہدایت کی راہ کو چلے  
 فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ سَلَامٌ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِن تَوَلَّيْتَ  
 ان میں سے جو کو سلام کے کلمہ شہادت کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہ گئے اللہ تمہیں دو نادر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے کلمہ شہادت  
 فَإِن عَلِمْتَ أَنَّهُمُ الْيَرِيسِيُّنَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ  
 قبول کرتے ہو گروہ کی تو دایا کا گناہ بھی نہ ہوگا اور اسے کتابت یوں ہے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ عبادت کریں  
 أَنَّا لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا إِنَّ دِينَ اللَّهِ  
 کو مسلک اور اُس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ ہیں تو کہہ دو کہ  
 فَإِن تَوَلَّيْتُمُوهَا أَشْهَدُ بِأَنَّكُمْ مُسْلِمُونَ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ  
 گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ابو سفیان نے کہا میں جب ہرقل سوال جواب کر چکا اور نبوی دعوت نامہ کے کلمے سے سفاک ہو تو اُس  
 الْكِتَابِ كَثُرَ عَيْدُهُ الصَّغْبُ فَأَسْرَفَ نَفَقَتِ الْأَصْوَاتِ وَأَخْرَجْنَا فَقُلْتُ لَا صُحْبَانِي حِينَ  
 اس شور و غوغا بڑھ کر آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو باہر کر دیا گیا جب ہم باہر کر دیے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں  
 أَخْرَجْنَا لَقَدْ أَمَرَ أَمْرًا بَيْنَ آيَةٍ كَبَشَةٍ أَنَّهُ يَخَانُهُ مِلْكُهُ بَيْنَ الْأَصْفَرِ فَمَا بَرَأْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ  
 سے کہا بخدا ابو کبشہ کے فرزند زنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم ہو گئی کہ کوئی اُن سے بادشاہ روم بھی ڈرتا ہے جس کے  
 سَيُظْهِرُ حَقِّي أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقْلُ  
 یقین رہا کہ آپ مقرب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر اسلام داخل فرمایا یہ راوی حدیث بھی ہے خبری کہ  
 اسْقَفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمَ مَا أَخْبِثَ  
 بیت المقدس کا امیر ہرقل کا ہم نشین شام کے نصرانیوں کا خدمت میں ناظر بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس پہنچا تو لیکن صبح کو غسل نہ  
 النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقِيهِ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ كَانَ هِرَقْلُ  
 جو میں نے بعض اراکین دولت نے عرضداشت میں کی کہ میں سرکار کا مزاج غلام معمول محسوس ہوتا ہے۔ ابن ناظر نے کہا کہ ہرقل عالم اور  
 حَرًّا أَيْ يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي تَرَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ  
 کا بیان ہونے کے ساتھ ساتھ نجوم میں بھی نظر رکھتا تھا بعض اراکین کے سوال پر اُس نے کہا کہ میں نے شب گزشتہ نجوم میں نظر کر کے وقت دیکھی  
 مِلْكُ الْمُخْتَلَنَ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يُخْتَبَرُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا أَلَيْسَ يُخْتَبَرُ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا  
 کہ جس بادشاہ کے یہاں غصہ ہوتا ہے وہ غالب ہو جی۔ تو موجودہ اہل زمانہ میں کس کے یہاں غصہ کا دستور ہے۔ اراکین نے کہنے تو صرف  
 یہودیوں میں ہوتا ہے جس میں سوائے ان کی











اور حفاظت سے بڑھتا تھا۔ چنانچہ سعید الدین خلیج منصوری بیان کرتے ہیں کہ بھگو ملک منصور قلاؤں نے ایک غات کے کراؤ شاہ عرب کے پاس بھیجا اور اُس نے بھگو بسلا سفارش بادشاہ فرنگ کے یہاں بھیج دیا اُس نے سفارش منظور کر کے تحفے اپنے پاس لے کر لے کر کہا میں ماضی ہو تو اُس نے کہا کہ اچھا میں تمہارے سامنے ایک عالی قدر تحفہ پیش کرنا ہوں یہ بھگو ایک مسدوق نکالا جبر کوئے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ پھر اُس سے سونے کا قلمدان نکالا اور قلمدان سے ایک موت مار جس کے اکثر و شیر حروف موجود تھے اور اُس پر لکھا ہوا تھا کہ پھر کہنے لگا کہ یہ تمہارے نبی کا دعوت نامہ ہے جو میرے دادا قیصر کے پاس آیا تھا اور اب تک ہمارے خاندان میں ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا چلا آ رہا ہے۔ اور ہمارے باپ دادا وصیت کر گئے ہیں کہ جب تک اس موت نامہ کو محفوظ رکھو گے ملک ہمارا خاندان میں باقی رہے گا اس لیے ہم غایت درجہ حفاظت کرتے اور تعظیم سے رکھتے ہیں۔ اور دوسرے نصرائیوں کو اس پر تسلط نہیں کرنے کا ملک ہمارے خاندان میں باقی رہے (جمع البحار وغیرہ)

(فی س کب) طرف مستقر ہو کر البوسفیان سے حال ہے۔ علامۃ الخفش کے نزدیک "س کب" "س کب" کی جمع ہے جسے "صحب" صاحب کی اور "تج" تاجر کی اور "طیر" طائر کی اور "امام النحاۃ" سیویہ کے نزدیک اسم جمع ہے، جسے "قوم" اور "ون" البو حیان نے فرمایا ہیں مسلک راجع ہے کہ کوئی اگر جمع ہوتا تو اس کی تصغیر "س کب" ہوتی بلکہ "تج" تصغیر کو مفرد "س کب" کی طرف پھیرا جاتا یعنی مفرد کو مسفر کے مذکر قائل کو واسطے واو اور نون کیساتھ جمع بناتے ہیں بونث اور مذکر غیر قائل کے لئے "الف" اور فاعل کے ساتھ جیسے شعراء کی تصغیر "شویع" ون اور حواری کی تصغیر "جویریات" اور در اہم کی تصغیر "س یھمات" نظر ہواں "س کب" کی تصغیر بر تقدیر جمعیت "س ویکوون" بھلو حال العرب کے نزدیک اس کی تصغیر "س کب" ہے پھر کیف اس کے اطلاق میں یا دس سے ناگہ شتر سواروں پر ہوتا ہے جو سفر میں ہیں۔ اور امام لغت ابن سیدنا فرمایا کہ اسب سواروں پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور "س کب" بفتح الراء والکاف کو "س کب" کے مدلول سے اقل بہاء اسم کو ب کو اکثر بہاؤ ہے اس لیے اس کب کی جمع "اس کب" اور "س کب" اور جمع الجمع "اس کب" آتی ہے اور "س کب" بمعنی ابل اسم جمع ہے اس کا واحد "س کب" ہے جیسے قوم اسم جمع کا واحد "س کب" ہے اور جمع "س کب" اور "س کب" اور "س کب" آتی ہے۔

حکایت زیر بحث کے بعض طرہوں پر کیا ہے کہ بیشتر سواروں تھے انہیں میں البوسفیان میں چونکہ قلعہ میں بڑے تھے اس لئے ارسال کی نسبت ان کی جانب لگائی۔ ورنہ قاصد بھیج کر بھیج کا بلانا منظور تھا۔ اور اگر فی "بعض" مع "و" تو ارسال کی نسبت کی جانب بالذات ہوگی۔ (جمع الهوامع وغیرہ)

(قریش) قریش صوبہ اندلس کے کبھی یعنی جمع "آلے" جیسے قریش الشیء یعنی جمعہ من ہنا ومن ہنا وضم کبضۃ الی بعض اور کبھی قطع "جیسے قریش الشیء یعنی قطعہ اور کبھی یعنی وجدان جیسے قریش من الطعام یعنی اصحاب منہ قلیلاً اور قریش وافر قریش وافر قریش یعنی اکتساب اور قریش بینہم یعنی اعرابی بینہم اور قریش یعنی قش اور اقرش وافر قریش بہ یعنی اقرش عیسہ اور اقرش المال یعنی جمعہ اور اقرش عن الشیء کا بمعنی تنزہ اور اقرش القوم بمعنی تحمعوں اور قریش ایک یا بی جاؤں۔

جسکو کلب البحر بھی کہتے ہیں اسکے ماتن کی تیزی کا یہ عالم کہ پانی کمانہ جانوروں کو تلوار کی طرح کاٹ ڈالتا ہے سب پر غالب رہتا ہے اس سے مطلوب نہیں ہوتا۔ دوسرے جانوروں کو کھاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسکی تصغیر "قریش" آتی ہے جو عرب کے ایک مشہور قبیلہ کا نام بھی ہے۔ اسکی نسبت "قریشی" اور "قریشی" دونوں آتی ہے مگر اصل تلفظ قریش ہے۔ کمانہ تین خمریہ تین مک مکہ







یہ لوگ بغیر قیامت جا کر تھے "یا یلیا" یا یعنی "فی" ہے اور ایلیا "یہ روزن" کہہ دیا "غیر انی زبان میں بدلت المقدس کو کہتے ہیں اس میں چند لغات اور بھی ہیں: "ایلیا" "مقصود اور الیا" "و انلا" "ہر دو روزن اعطاء اور انلا" "مقصود اور بنو دیا کے دم اور مشقہ بالام" "ایلیا" "یہو" آئے۔ اس وقت ہر قبل بیت المقدس میں مقام حمص سے شکر آہی کالائے کے لئے پیدل حافریہ تھا۔ مگر اس شان سے کہ اس سے فرس کر کے اس پر پھول بچائے گئے تھے جن پر تل کر پورے سفر کیا۔ بدلت المقدس کی حاضری اس نعمت طیبہ کے شکر سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے روم کو فادس پر عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ روم اور فادس کے درمیان جنگ تھی مگر شکر کہ جیتنے سے کہ فادس کو غلبہ حاصل ہو کر نہ کہ آئی ہوئے کے ساتھ ساتھ شکر کہ روم کا شکر تھا اور مسلمان چاہتے تھے کہ روم غالب جائے اس لئے کہ وہ اپنا شکر تھے چنانچہ کسی بادشاہ فادس نے بسر کر دئی "شہر وکان" اپنا شکر بجا اور قیصی بادشاہ روم نے زیر قیامت خنفس اپنا شکر دیا۔ دونوں لشکر مقام افس عاک اور بصیری میں ہو کر پورے جنگ ہوئے۔ اور بالآخر فادس روم پر غلبہ حاصل ہوا اور کچھ شہر قبضہ میں آگئے۔ یہ خبر مگر پہنچی تو مسلمانوں کو سچ ہوا۔ اللہ شکر کہ خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اہل کتاب ہمارے درویدی کی اہل کتاب ہیں اور ہم بھی ان فادس کی ہی میں ہمارے بھائی فادس ہمارے رومیوں پر غالب آئے تو اگر تھے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی تیرے غالب آجائے اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں مگر شکر کہ کی گفتگو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی۔ وہ کفار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے غالب آجائے خوش ہو گئے۔ لیکن ہمیں خوش نہ ہونا چاہیے کہ یہ خوشی ناپائیدار ہے ابخلاف روم فادس پر غالب ہوں گے غیب بتائے والے آقا جناب احمد محتسبی اھم صطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر ارشاد فرمائی ہے۔ ابی ابن خلف جمہی کھڑے ہو کر رولاکر تم بھولے ہو۔ آپ نے فرمایا اے دشمن خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ بولا اچھا اس لوگوں کی مشاعرہ اگر تین سال کے اندر پھر فادس روم پر غالب آئے تو تم دس دن و نٹ دیدینا اور اگر روم فادس پر غالب آگئے تو میں دس سال کے شرط منظور فرمائی۔ اور یہی خدمت میں حاضر ہو کر یہی شرطہ فرما کر کیا۔ تیرے عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ آک وسلم نے فرمایا میں نے حکم یہ خبر کہہ دی تھی کہ تین سال میں روم غالب جائے گا میں نے تو لفظ "بضع" بیان کیا تھا۔ جس کا اطلاق تین اور دس کے درمیان امر اور ہم ہوتا ہے۔ ہذا روم میں اضافہ کرو اور شرط میں چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن خلف کے پاس پہنچے وہ دیکھ کر بولا شاید آپ ناؤم ہو گئے فرمایا نہیں اور شرط اور مدت میں اضافہ کر لیں۔ مدت تو سال اور شرط میں سو سو اونٹ۔ بولا منظور ہے پھر ابی بن خلف نے باہر خیال کرکے کہ سے چلے نہ جائیں۔ خاصا مطلب کیا تو آپ کے صاحبزادے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمانت کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور جب ابی بن خلف نے جنگ اُحد میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عبد اللہ نے بھی اس کے پاس پہنچ کر ضمانت طلب کی چنانچہ اس نے ایک شخص کو اپنا ضامن بنادیا پھر جنگ اُحد میں جا کر شرکت کی اور نبوی صرب سے زخمی ہو کر گر پڑیں مگر مر گیا۔ مدت شرط سے ساتویں سال روم اور فادس میں پھر جنگ چھڑی۔ اور اس مرتبہ روم فادس پر غالب آگئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیتے اور ابی بن خلف اور کیا تھے ایکے در شے سے ترواؤنٹ وصول ہوا کہ کچھ نبوی انگو صد رو دیا علیہ رحم کے زمانہ کی تعمین میں اصحاب میر کا بیان مختلف ہے کسی نے یوم حد دیدیکہ کا ذکر کیا ایک نے یوم بدد بعض علماء نے فرمایا اگر روم اور فادس کے درمیان پہلی جنگ ہجرت سے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو دوسری جنگ میں روم کے غالب آنیکا زمانہ یوم حد دیدیکہ ہوا اور اگر پہلی جنگ ہجرت کے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو ظہر روم کا زمانہ یوم بدد ہے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غالب پہلے حرکت کے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے اور ان سے تھے شرطہ ترواؤنٹ وصول فرمائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ یوم حد کا زمانہ تھا جس کا مال لینا چاہیے اگر چاہیے فلا مسلح نہ کر لاسلحہ اس میں ہوا اور اگر کافر عربی غیر از ان سلطان اسلام دار لاسلحہ ہیں تو بھی مسلم ذریعہ عقود فادسہ جیسے یا وغیرہ اس کا مال لے سکتا ہے کیونکہ اس کا مال



معصوم نہیں بلکہ اس کی جان اور مال دونوں برباد ہیں اور اس کی حرمت کے لئے شرط ہے کہ بولیں معصوم ہوں مگر اہل کفر میں ہے۔  
 قال فی الشریعۃ ولعن شرائط الوثاق عصمة البدلین وكونها مضمونین یا لاقلاق قصصہ لحدھا  
 وعدم تقومہ لا یمنع اھل شرعیہ سے پسند بھی واضح ہو گیا کہ جکل ہندوستان کے اندر ان منکول میں وہ یہ جمع کر کے منافع لینا  
 درست ہے جن میں کسی مسلم کا شیر حصہ نہیں وہ خالص غیر مسلم کے ہیں اور اگر ایک مسلم بھی ان میں حصہ دار ہے تو منافع سود میں ان کا لینا  
 حرام ہے ایسی حکم داک قانون کا ہے کہ اگر حکومت غیر مسلم ہے تو منافع لینا درست ہے ورنہ حرام دانستہ تعالیٰ اعلم

ہاں تو رد کو غلط قرار دینے کا سبب یہ ہوا کہ فارسی کا امیر لشکر شہرہاں پہلی مرتبہ جب وہ غالب آیا تو وہیں کوپا مال ادا کر دیا  
 کی تحریک کرتے کرتے خلیج تک پہنچا۔ لیکن اس کا بھائی فرحان جو بھائی شہرہاں کی رہا تھا۔ اس میں اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا  
 بیشک میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں کسی کے تحت بریٹھا ہوا ہوں یہ بات کسی طرح کسی کی ملک پر گئی ماس میں نے فوراً شہرہاں  
 کو خط لکھا کہ جب یہ خط ہاتھ سے پاس پہنچے اسی وقت اپنے بھائی فرحان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ شہرہاں نے جواباً تحریر  
 کیا کہ میں بادشاہ فرحان جیسا آدمی آپ کے یہاں نہیں دشمن پر چلا کر کے ذرا کرنے کا ڈھب اس کو خاص طور پر تپا ہے۔ تو لیا ارادہ کر لیا

کسی نے پھر لکھا کہ اہل فارسی اس کے مخالف ہیں لہذا جلد تر اس کا سر بھیجا جائے۔ شہرہاں نے پھر جواب دیا کہ ایسا مناسب نہیں  
 ہے کہ کسی کی غصہ تک ہو گیا۔ اور شہرہاں سے اس مسئلے میں مرسلت بند کر دی۔ اور اہل فارسی کے پاس پناہ فرما کر قاصد بھیجا  
 کہ میں نے شہرہاں کو معذور کر کے اس کی جگہ فرحان کو مقرر کر دیا۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک پتھر لٹا دیا بھی تمام فرحان بھیجا جس کو  
 حکم دیا تھا کہ شہرہاں کو قتل کرے اور قاصد سے کہدیا تھا کہ جب فرحان دلی پہنچے اور شہرہاں اس کی اطاعت قبول کرے تو اس  
 وقت یہ خط فرحان کو دینا چاہئے قاصد نے پوچھا کہ فرمان شہرہاں میں کیا۔ شہرہاں اس کو پتھر لٹا دیا اور سر جیم منظور اور تخت سے اتر کر اس

اپنے بھائی فرحان کو بٹھا دیا تخت نشینی کے مراسم پورے ہوئے کے بعد قاصد نے وہ خط فرحان کو پیش کیا۔ اس نے پتھر لٹا دیا شہرہاں کو  
 طلب کیا کہ حکم شہرہاں کی تعمیل میں اس کو قتل کیا جائے۔ شہرہاں بولا انا تو قتل کرو کہ وصیت لکھ دوں۔ فرحان نے کہا اچھا۔  
 پھر شہرہاں نے اپنا صدر فرنگہ کر کے اس سے کسی کے تین خط بابت قتل فرحان نکالے اور اس کو دیکر بولا کہ میں نے تینوں مرتبہ  
 بادشاہ کو جواب دیکر تمہارے قتل کو ٹالا اور تم ایک ہی خط لک کر بنا پر میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو یہ ماجرا دیکھ کر فرحان نے تخت حکومت اپنے

بھائی شہرہاں کی واسطے خالی کر دیا پھر شہرہاں نے قیدروم کو لکھا کہ تجھ آپ سے ایک فردی کا نام ہے جس کی اطلاع نہ دے قاصد  
 کی جا سکتی ہے نہ بدلیہ مکتوب تو آپ پچاس روپیہ جو میں کیسا تھ مجھ سے ملاقات کریں اور میں پچاس قادیوں کیسا تھ ملوں گا چنانچہ وہاں سے  
 قیدروم کو پانچ لاکھ روپیہ مل گئے اور وہاں سے شہرہاں۔ مگر قیدروم نے اپنے آگے جا سوس بھیج دئے کہ کہیں شہرہاں نہ ہو کا  
 نہ دے یہاں تک کہ جا سوس ملے وہاں سے اگر اطلاع دی کہ شہرہاں کیسا تھ پچاس قادی ہیں۔ پھر وہ دونوں کی ایک عام ملاقات ہوئی۔

اور ایک شہری غیر نصیب کیا گیا اور دونوں اپنے ساتھ ایک ایک چھری لیکر اس میں داخل ہوئے اور قیدروم کو بلا گیا تو شہرہاں نے کہا  
 کہ آپ کے شہروں کی تخریب میں نے اور میرے بھائی نے اپنی تہذیب اور جماعت سے کی ہے اور کسی نے پتھر حذر کر کے لگا چنانچہ میرے بھائی کے  
 قتل کا اس نے ارادہ کیا جس کو میں نے پیدا نہیں دیا پھر مجھے قتل کرنے کا حکم میرے بھائی کو دیا جس کی تعمیل سے اس نے انکار کر دیا اور اب ہم  
 دونوں نے اس کو چھڑ دیا آپ کیساتھ کر کے اس سے جنگ کر لیں گے قصور و دم بولا ٹھیک ہے اور ایک نے دوسرے سے اشارہ دیا اشارہ میں کہا کہ  
 ملازمدی میں نہ سکتا ہے تیرے سے کہ علم میں نہ کرنا کاش ہو جاتا ہے۔ لہذا دونوں نے اپنی اپنی چھری سے اس کے گھٹان کو قتل کر دیا پھر دونوں  
 نے مل کر فارسی پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ روہیل کو قادیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ جس کی خبر جبریل ابن علیہ السلام نے نبوی خدمت میں

تین لکھ اور ان کے لئے ستر لکھ روپیہ دیا



باعتلاف روایات اہم حدیث علیہ میں کی یا یوم بدس مگر مقل کا اس وقت سلسلہ شکریت اہل بیت المقدس میں حاضر ہونا اور  
ابن ابن خلف کہ شرط کے بعد ہی بابر خیال ضمانت طلب کرنا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں مگر سے باہر نہ جائیں۔  
پہلی روایت کی تائید کرنا ہے کیونکہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کی یہ ملاقات یقیناً صلح کے بعد ہوئی ہے جو ستھ میں واقع ہوئی تھی  
تقریباً دو سو کے فاصلہ پر اگر یوم بدس قرار دیا جائے جو ستھ میں واقع ہوا ہے تو لازم آئے گا کہ چار سال کے بعد مقل منسکریہ ادا کرے  
بیت المقدس حاضر ہوا تھا۔ جو بعد از قیاس ہے بخلاف پہلی روایت کے کہ اس پر مستحاج لازم نہیں آتا نیز اس تقریر پر وہ انداز قیاس کی  
پہلی جنگ میں فارسوں کے غلبہ کا زمانہ ہجرت سے پہلے سال قبل ہوتا ہے اس وقت ابن ابن خلف کا ضمانت طلب کرنا بھی بعد از قیاس صحیح  
اور پہلی روایت کی بنا پر غلبہ فارس کا زمانہ ہجرت سے ایک سال قبل ہے تو یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابن ابن خلف کو  
ہجرت کے کچھ آثار محسوس ہوئے ہوں جن کی بنا پر ضمانت طلب کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر خازن وغیرہ)

رفد عاھم فی مجلسہ الخ "ع" کی تفسیر فاعل کا مرجع مقل ہے اور ہم "تفسیر نصب" کا مرجع ابو سفیان اور ان کے  
ساتھی ہیں جادھر و ظرف ستقر ہو کر تفسیر فاعل سے حال ہے۔ سوال "دعا" اور دعاء اور دعوی سے مشتق ہے۔ اور اس کا اصل  
فی نہیں بنا بلکہ الی آتا ہے جیسے قرآن پاک ہے۔ واللہ ید غولی ہا اس السلاطین پھر ہاں پر فی کیوں آیا جواب فی سلسلہ  
نہیں منہ طرف لغو ہوتا اور ہم نے ابھی بیان کر دیا کہ ظرف ستقر ہو کر حال ہے۔ دعا "کبھی بمعنی" استعاضہ "آتا ہے اور کبھی بمعنی  
"ترغیب الیہ" اور کبھی بمعنی طلبہ "یہاں قبل سے ہے۔ اس کا کوئی صلہ نہیں آتا اس حدیث یک مفعول ہے اور استدعا "ع"  
مزید کے بھی کوئی معنی نہیں اور دعا الی آکا "میر" بمعنی "ساقا الیہ" آتا ہے اور دعا یہ "معنی" استحضار "اور دعا  
فلان" اور دعا بفلان "دونوں بمعنی مستجابہ" اور دعا المیت "معنی" تدبہ "آتا ہے اور دعا "معنی" دعائے زیارہ  
"ع" علیہ "معنی" بد دعا "آتا ہے۔ اور دعویٰ و استدعا "ع" مصدر سے دعا "معنی" طلبہ لیا کل عندہ "آتا ہے۔  
اعظماء اور اہل روم اعظم کی وجہ سے اور روم "مقول صحیح عیض بن اسحق بن ابی اہیم علیہما السلام کی اولاد  
کو کہتے ہیں عرب کے بعض قبائل جیسے تنوخ اور شلیخ اور عتقان وغیرہ بھی داخل ہو گئے تھے اور اس کی وجہ سے کوئی  
کہ مسلمانوں نے جب ان قبائل کو شام سے جلا وطن کیا تو انہوں نے روم کے شہروں میں پناہ لی مگر حکومت اختیار کی اور وہیں وطن  
بنا لیا اسی واسطے ان کے نسب بھی اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے یہاں تک کہ ان کا شمار بھی روم میں ہو گیا۔

(ثم دعا لھم) اپنے قبیل "دعا" ہم "پر معطوف ہے۔ سوال پھر توبہ تکرار ہو جائے گی جس سے کوئی فائدہ نہیں  
جواب جی نہیں سکر انہوں کی کوئی تکرار وہ ہے کہ ہر قریبے لوگوں کو اذکار شامی پہن خانے سے طلب کیا جہاں ہر کوئی پڑا گیا تھا۔  
جیرہ حاضر ہو گئے تو اطلاع کی گئی ہر قریبے تہ قریبے توقف کے بعد اجلاس میں طلب کیا تو اول طلب جہاں خانہ سے تھی اور دوسرا  
کے ہاڑے سے اور توقف پر غلط "ثم" دلالت کرتا ہے۔ اور بارش ہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کو طلب کرتے ہیں تو اس کے حاضر ہونے  
پر دیارہ طلبی کے بعد اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں پر ہوا۔

(ترجمہ مآخذ) اس کو چار طرح پر ملاحظہ سے ہے۔ (۱) قادر جیم کا زبر (۲) دعویٰ کا پیش (۳) اول کا زبر اور دوم کا پیش  
دعویٰ اول کا پیش اور دوم کا زبر یعنی فصیح و تیز زبان دعویٰ تقریر اور دعویٰ تاوان بھی آتا ہے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو دوزخ میں جا چاہو اور  
ایک لہجہ کی تفسیر میں یہاں میں کوئی یہ لفظ عربی ہے یا معرب۔ بریں تقدیر اس کو ترجمان "معنی" تیز زبان سے بنا لیا گیا ہے۔ طلب  
کے بعد اس سے مصدر بنا کر افعال اسما مشتق کئے گئے چنانچہ ساری جہاں کے باب فعل اللہ سے مصدر ترجمہ آتا ہے اور ترجمہ











لازم آئے گی کہ اگر بکثرت سے جہاد غار اعداء اور فوج منافی تھے مگر کسی قسم پر بعد بکثرت نہ کر دیا جیسا کہ زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے نیز جہاد بلا صورت ہوئی۔ لیکن ترجیح بلا مرجح باطل کہ حکمت امر کے منافی ہے۔ اور اصول فقہ حکم پر ترجیح نہ نکلا کہ افعال کا حسن قبح شرعی نہیں تو کمال حالہ عقلی ہوا اس لئے کہ شرعی اہل عقلی دونوں متنافی ہیں۔ اور وہ متنافی چیزوں میں سے ایک کا ارتقاء دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے جب شرعی ہونا باطل ہوا تو عقلی ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن وہ اگر افعال کا حسن قبح شرعی ہو تو رسولوں کی بعثت دونوں کے حق میں بلا اور رحمت ہوئی۔ اس لئے کہ بعثت سے پیشتر ہمیں اور آدم میں کئے کہ کسی فعل پر کوئی مواظقہ نہیں جو چاہیں کہ اس اور بعثت کے بعد بعض افعال پر جیسے کہ اکثر محدود وقت تک مذاہب کے مستحق اور بعض پر جیسے کہ فروع و شرک الہی عذاب کے مستحق لیکن رسولوں کی بعثت بلا اور رحمت نہیں۔ بلکہ عین رحمت ہے اور وہ بھی ایسی کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا قرآن کریم اس پر شاہد عدل ہے۔ اور اذ فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** پس ترجیح نہ نکلا کہ افعال کا حسن قبح شرعی نہیں تو عقلی ہوا۔ **وَهُوَ الْمَطْلُوبُ كَذَلِكَ قَوْلُهُمُ الرَّحْمَةُ شَرَحَ مَسْئَلَةَ الشُّبُوهِ** (لَمْ يَكُنْ أَوَّلَ مَا سَأَلَ لِنِي عَنْهُ الْخ) اس حدیث کے راویوں نے لفظ اول منسوب روایت کیا اور یہ اس لئے کہ کان کی خبر ہے۔ اب اس کے اسم میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ کہ کان میں ضمیر شان مستتر ہو۔ اس کا اسم ہوا **أَنْ قَالَ** "مَا سَأَلَ لِنِي عَنْهُ" سے بدل۔ یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ اس تقدیر پر ضمیر شان کی تفسیر مفردہ دل کے ساتھ ہوگی۔ جو کو فیہ بین کے نزدیک اگرچہ جائز ہے مگر یہ مذہب بعض یہین دست نہیں۔ اور نہ صحیح یہی ہے کہ اس کی تفسیر حمد کے ساتھ کی جائے جیسا کہ بعض یہین کا مذہب ہے۔ اما کہ سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب معجم الحوامع شرح جمع البحر امع جلد اول ص ۱۷۱ میں ضمیر شان کا ذکر ضمائر کے ساتھ فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّمَاةِ أَنََّّهُ لَا يُعْطَفُ عَلَيْهِ وَلَا يُوَكَّلُ وَلَا يُبَدَّلُ مِنْهُ وَلَا يُقَدَّرُ عَلَيْهِ وَلَا يُفَسَّرُ بِمَقَرِّبَةٍ"** (۲) یہ کہ **"أَنْ قَالَ"** بناوئل "قوله" ہو کہ کان کا اسم مؤنث ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ **"أَقُولُ"** اسم کان ہو کہ مؤنث ہوا اور **"أَنْ قَالَ"** خبر کان ہونے کی وجہ سے محل نصب میں۔ مگر یہ بھی ضعیف اور احتمال دوم متنازع ہے کیونکہ **"أَنْ قَالَ"** معرفہ ہے بلکہ اعرف المعارف کیونکہ **"أَنْ"** اور **"أَنْ"** جب مقصد معرفت کی تاویل میں ہوں تو ان کے لئے حق تعریف میں حکم ضمائر ہوتا ہے جو اعرف المعارف ہیں معنی اللیب جلد دوم ص ۱۷۱ میں ہے: **"وَأَعْلَمُ أَنَّهُمْ حُكْمُ الْكَلَامِ وَأَنَّ الْعَقْدَ رَاقِينَ بِمَصْدَرٍ مَعْرُوفٍ بِحُكْمِ الصَّمَاةِ لَمْ يَكُنْ لَا يَوْصَفُ كَمَا أَنَّ الصَّمَاةَ كَذَلِكَ فَلِهَذَا قُرِئَتْ السَّبْعَةُ مَا كَانَ جُزْأَهُمْ كَلَامًا قَالُوا فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْلِهِ كَلَامًا قَالُوا وَالرَّفْعَ ضَعِيفٌ كَضَعُفِ الْخَبَرِ بِالضَّمِيرِ عَمَّا دُوْنَهُ فِي التَّعْرِيفِ"** اور اول "مگر یہ جیکر اس کے مضامین الیہ" ما "مگر" ما "موصوفہ قرار دیا جائے اور کان کے بعد جب معرفہ اور مکرہ آئے تو معرفت کو اسم اور مکرہ کو خبر قرار دیا جاتا ہے۔ اسم و خبر کی مشابہت کے لئے یہاں معنی اللیب جلد دوم ص ۱۷۱ میں ہے: **"الْحَالَةُ الثَّلَاثَةُ أَنْ يَكُونَا مُخْتَلِفَيْنِ فَيَجْعَلُ الْمَعْرِفَةُ الْاسْمَ وَالْمُتَكَرَّرُ الْخَبَرَ وَخَوْصًا تَرْيُّدًا قَائِمًا وَلَا يَعْكُسُ إِلَّا فِي الضَّمِيرِ وَدَقَّ"** اور اگر "ما" کو موصوفہ قرار دیا جائے تو **"أَقُولُ"** اگرچہ معرفہ ہو جائے گا۔ مگر **"أَنْ قَالَ"** کی تعریف سے اس کی تعریف کہ مرتبہ کی ہے گی کہ کو مکرہ تعریف میں۔ بقول راجع مضامین کو وہی مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو مضامین الیہ کا ہے۔ پھر ہر قندی علیہ الاول میں ہے **فَعِنْدَ سَيُوطِيٍّ تَعْرِيفُ الْمُضَافِ مَسَاوِلُ تَعْرِيفِ الْمُضَافِ**



فہم اہم احاطۃ سببوں کی مختصرات کا مجموعہ جلد ۱۲

یہاں پہلے قول کا مفسر الیہم موصول ہے تو اس کو تعریف موصول کا مترتبه حاصل ہے۔ اور ان قال لکن تعریف ضعیفہ اور یہی اسم موصول سے تعریف میں الیہم مترتبه کئی ہے شوق جماعی میں ہے۔ فاطنقول عن سیدویہ وعلیہ تمہور الخاتہ ان اعر فہا الخضر و تہ لا علام تہ اسم الاشارة ثم المعرف باللام و الموصولان فیہم تہما مساوۃ پس ان قال اول سے اعرف ہوا اور محمد اہی ہے کہ اعرف کو اسم قرار دیا جائے معنی اللہ سبب جلدن و مہر کے میں ہے۔ فان حکان احدہما عرف فاطن تہ اسم جعلہ الا سم بلکہ امام الخاتہ سیدویہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ترتیبہ معارف یوں ہے کہ اعرف المعارف اسم جلالت اللہ پھر ضامن پھر اعلام پھر اسمائے اشارۃ پھر معرفت باللام اور اسمائے موصولہ و دن دونوں میں مساوات ہے۔ چنانچہ الفوائد الشافیہ علی اعراب الکافیہ معروف بہ تہ یعنی تہ زادہ میں بحوالہ علامۃ تہستانی تہ علامۃ فاکھانی نقل فرمایا ہے کہ امام الخاتہ کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ انشاء تعالیٰ آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ فرمایا معفرت فرمادی۔ دریافت کیا کس بات پر فرمایا اس بات پر کہ میں نے دنیا میں کہا تھا۔ اسم جلالت اللہ اعراف للمعارف ہے سبحان اللہ کسی نے سچ کہا ہے۔ ع۔ رحمت حق بہا نخی جوید۔

**اَلْهُوَ فِیْنا وَنَسَب)** میں تو میں برائے تعظیم ہے پس معنی یہ ہوتے کہ وہ ہمارے اندر نسب عظیم دے ہے یہ تو  
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت **لَعَلَّ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنتُمْ** کو  
 کو نفع دے گا۔ تاکید کر کے فرمایا کہ میں تم سے حسب نسب (رشتہ پذیری اور صہرہ رشتہ مادری) میں نفیس تر ہوں حضرت آدم  
 علیہ السلام سے اب تک میرے آب و اجداد و سراح جاہلیت سے حضور خدا ہے۔ جملے زیر بحث اندروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 ثابت ہوا کہ خداوندی ذات انساب میں تغافل معتبر ہے۔ اسی واسطے متعدد احکام فرق نسب پر مبنی ہیں۔ چنانچہ کتاب النکاح  
 میں سادات بابت اغذات تغافل انساب پر قائم ہے۔ سیدنا زیدی اگر کسی مغل چٹان یا شیخ انصاری سے بے رضائے دینی نکاح  
 کرے گی تو نکاح ہی ہوگا جب تک سبب تغافل علم دین مکافات ہو کر کفایت نہ ہوگی ہو۔ یوہیں امامت صغریٰ کی نسبت  
 میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح بنتا ہے۔ عنویلا ابصار میں ہے کہ الحق بالامامۃ الا علیہ الی قولہ **لَا اَشْرَفَ نَسَبًا**  
 اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس وجہ سے غلط نسب فرمایا کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ غیر قریش اگر  
 عالم اجل ہو امام و ولیف نہیں ہو سکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات بائیں سے  
 فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دنا ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ **اَوَّلُ** یہ کہ میں قریش سے ہوں (یہ تمام فضائل سے رفیع و علی  
 ہے ہاں وہم یہ کہ فلاں انہیں میں ہے گی۔ **یسوم** یہ کہ کعبہ معمر کی دیوار انہیں کے لئے ہے۔ چچا آدم ہے کہ قدمت سعایہ  
 انہیں کا حق ہے۔ **یستحکم** یہ کہ انہیں صحابہ نبیل پر نصرت بخشی۔ **ششم** یہ کہ انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے  
 ساتھ نہ تھے۔ **یترک** یہ کہ ان کو کسی خاندان کے لوگ مٹ وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے جسد و دوا) **ہفتم** یہ کہ ان کے بارے میں  
 ایک صورت قرآن عظیم کی آئی جس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورت کا بیلاد قریش ہے۔ فقہی کتب کے  
 مطالعہ سے مذکورہ بالا احکام کے علاوہ اور بھی احکام ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن میں شریف النسب اقوام کو امتیازی شان حاصل ہے۔

اخلاق فاضلہ میں بھی شرافت نسب کو کافی دخل ہے۔ مثلاً وہ اور تجربہ گاہ ہیں کہ شریف تو ہیں بحیثیت معمولی ولیک انعام  
جائیداد، محض عروت، سنا، سخاوت، سادہ چشمی، قوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریح وغیرہ  
کثرت اعتقاد، حمید، مہربانی اور کمبو میں قائم ہوئی ہیں۔ اور سب کا آرام دہا علیہا السلام ایک ماں باپ سے ہو جس طرح



تفاوت افراد کا نامانی نہیں بلکہ یہ اصناف اقوام کے تفاوت کا منافی نہیں۔ قریش کی جرأت۔ شامیت۔ ساحت۔ قنوت۔ قوت۔ شہادت اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے۔ اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم کی۔ یوں جاہلیت میں بنی ہاشم کی خست و ذلت کے ساتھ معروف تھے یہاں تک کہ ایک شاعر نے بنی ہاشم کی ذلت طبع کا اپنے شعر میں یوں اظہار کیا۔  
 لشعرا۔ یا اقبل للکلب یا اباہلی عوی الکلب من شہرہذ النسب۔ یعنی اگر کتے کو اس قبیلہ کی طرف نسبت کر کے آواز دی جائے اور یوں کہیں کہ اے بنی ہاشم کے کتے تو وہ بھی اس نسب کی نحوست کے باعث غرائے ننگے۔ اسی تفاوت بہت کا سبب ہے کہ دنیا و دین کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک اور سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی۔ و ساری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کم معدوم ہے۔ اخلاق فاضلہ میں جو کم شرافت نسب اثر نام رکھتی ہے اس لئے حدیث میں ہدایت فرمائی گئی کہ اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو۔ کفو میں بیاہو اور کفو سے بیاہو کرو۔ کیونکہ عزتیں اپنے ہی گھیرے کے مشابہ جیتی ہیں۔ نفع آخرت کے لئے بھی شرافت نسب باعث بنتی ہے۔  
 محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جنت میں گیا تو ملاحظہ فرما کر کہ جعفر ابن ابی طالب کا درجہ زید ابن ثابت کے درجہ سے اوپر ہے میں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے جب زید ابن ابی طالب نے عرض کیا کہ زید جعفر سے کم تو نہیں۔ مگر میں نے جعفر کا درجہ اس لئے یاد دہ کیا ہے کہ ان کو حضیض سے قربت ہے۔ سوال اگر آدمی بے عمل ہے تو شریف نسب بھی آخرت میں نفع نہیں دے سکتا خود محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باری الفاظ روایت کیا ہے۔ مَن اَبْطَأَ بِہِ عَمَلُہُ لَمْ یُتَوَّعَ بِہِ تَسْبِیْہُ یعنی جو بے عمل ہو جائے وہ گھیرے گا اس کو نسب اگے نہ بڑھائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دار و دار عمل پر ہے نسب کوئی چیز نہیں اسی واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ اَحْکَرَ مَکْرُمٍ عِنْدَ اللّٰہِ اَتَقٰکُمْ بِہِ بَیْشَک اللّٰہُ کہ یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور اگر عمل کے بغیر نسب آخرت میں نفع بخش ہو تو تمام کاروں کی مغفرت ہونا چاہئے۔ سب کے سب کسی کسی آدمی کی اولاد میں ضرور ہیں جو اب۔ نجات کا طریقہ ان پر ہے بغیر ایمان شرافت نسب معتبر ہے نہ شرافت حسب جملہ اوصاف و کمالات اصلا مفید نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ بعد حصول ایمان جس طرح دیگر فضائل آخرت میں نفع بخش ہوں گے۔  
 یوہی نسب بھی قرآن کریم میں سورۃ طور کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَتَّبَعُوْهُمْ فِیْ سُلُوْلٍ یَّابِیْنَ اُولٰٓئِکَ یُجْزٰی عَنْہُمْ وَمَا اَلْتَمٰہُمْ مِنْ عَمَلٍ شَیْءٍ۔ ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کی نہ دی یعنی انہیں اعمال کا پورا ثواب دیا۔ ان اولاد کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے۔ مستند عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اس کے درجے میں اس کے پاس اٹھائے گا۔ اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آیت مذکورہ بالا بطور استناد تلاوت فرمائی۔ آیت وحید لیث دونوں سے واضح ہوا کہ آخرت میں نسب نافع ہوگا اور مسلمہ شریف کی حدیث مذکور سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمل میں اتنا نیچے نہ گیا کہ ایمان بھی اس کے پاس نہیں تو ایسے شخص کو اس کا نسب فائدہ نہ پہنچائے گا۔ در نہ حدیث سورۃ طور کی مسطورہ آیت کے معارض ہو جائے گی۔ سوال۔ ایک حدیث میں ہے۔ اَلَا کَا فَضْلِ بَعْرِیِّ عَلٰی عَجَبِیِّ وَکَا لَاحْمَرِّ عَلٰی اَسْوَدَ۔ یعنی خبر اگر کسی عربی پر اصلا فضیلت نہیں نہ شریف کو سیاہ پر اور دوسری حدیث میں ہے۔ اَنْظُرْ فَاَنْتَ



اَسْتَحْبَبْتُ بِمَنْزِلِ اَحْمَدَ وَلَا اَسْتَوْدِعُ اِلَّا اَنْ تَقْضَلَكَ يَنْقُوِي الْعِنْي وَكَيْفَ يَنْتَكِلُ كَوْنُ شَرْحٍ بِرُزْنِ سِيَاهٍ بِرُزْنِ قَدْتِ بَرْتَرِي هَاسِلٍ  
نہیں مگر جبکہ تم اس سے خیر یہ تقویٰ بڑھ جاوے۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف صاف ظاہر ہوا ہے کہ نسب وجہ فضیلت نہیں بلکہ وجہ  
فضیلت تقویٰ ہے پس یہ ان احادیث کے معارض ہو گئیں جن سے ثابت ہے کہ عرب عجم سے افضل ہیں۔ اور نسب بھی وجہ فضیلت ہوتا  
ہے تو دفع تعارض کس طرح کیا جائے گا جواب ان دونوں حدیثوں سے فضل کلی کی نفی راہ ہے اور فضل کلی نجات کو کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوا  
کہ عرب کو عجم پر یا یہی معنی فضیلت نہیں کہ عرب ہونا مدار نجات ہے یا سنی کو سیاح پر یا یہی معنی فضیلت نہیں کہ سنی ہونا مدار نجات ہے کیونکہ  
سبب نجات صرف تقویٰ ہے نہ کہ عربی ہونا یا رنگ کا شیخ ہونا مدار نجات نہیں۔

فَقَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدُ قَطْعِ قَبْلِهِ "مِنْكُمْ" قَرَنَ سَتَقَرُّ بِكَ أَمْ بِمَنْ مَقْدَمُ مَقْدَمُ

کی صفت ہے تاکہ بیان بجا بہرام ہو سکے اور احد، مذکور اس کا عطف بیان پر اور ذکر کے مخاطب اگرچہ البوسفیان اور ان کے ساتھی ہیں مگر درو عام ہے کہ تم حاضرین میں سے کسی نے یا تمہاری قوم عرب میں سے کسی نے یہ بات کہی کی تھی ہر قل کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ صرف تم حاضرین میں سے کسی نے ان سے بشرت بات کسی وقت کہی ہے یعنی دعویٰ نبوت کیا ہے پس ثابت ہو کہ خطاب شغابی بھی عام ہوا کرتا ہے اسی طرح "قُلْ قَاتِلُوا" اور "مَا آيَاكُمْ" میں خطاب عام ہے صرف مخاطبین مراد نہیں ہیں۔ سوال لفظ "قَاتِلُوا" میں ضم پر ہے۔ "قَاتِلُوا" بمعنی "حَسِبْ" جیسے قطر نرید نہ رہو معنی حسب نرید نہ رہو مگر فرق اتنا ہے کہ "حَسِبْ" معرب ہے اور یہ بھی نیکو کہ دوسری ہے نفی القاف و سکون الطاء و "حَسِبْ" بمعنی "يَكْفِي" اور "حَسِبْ" بمعنی "يَكْفِي" بمعنی مفتوح القاف و سکون الطاء ہے۔ اس کے استعمال نور و قایہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے قطبی "معنی یکتبی" اور اول و دلول طرح اور لفظ "قَاتِلُوا" میں بھی "قَاتِلُوا" بمعنی "حَسِبْ" ام حاضر ہے اس کی "قَاتِلُوا" میں تین قول ہیں (۱) لَزْلَزَ (۲) حَزْزَ (۳) عَاطَقَ بمعنی "قَاتِلُوا" فرق ان کے درجہ زمانہ کے استعراق کیا ہے ماضیہ قط معنی ماضیہ فعل انقطع من علی الی الان - امین قات مفتوح اور انشائی بنی برسم ہے اور کئی قاف بھی مضوم ہوتا ہے جیسے قط اور کئی طاء متخفیف کیساتھ مضوم ہوتی ہے جیسے قط اور کئی ساکن جیسے قط اور کئی طاء - ان کے ساتھ سکون جیسے قط، جملہ زبر بحث میں دل اور دوم قسم کا استعمال ظاہر ہے سوم اسلئے درست نہیں کہ وہی کیساتھ مضوم ہے۔ اور یہاں پر کلام متغی نہیں جواب بیشک کمزور بشرت قسم سوم کا استعمال نفی میں ہوتا ہے لیکن کئی کئی ایجاب میں بھی وارد ہوا ہے جیسے قاریں عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلئے درنا میں جو ناز قس کے بارے میں واقع ہے کہ قسروں کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ حالتنا میں میں بھی اجب "صَلِّتْنَا اَكْثَرَ مَا كُنَّا قَطُّ وَاَمَنَّا مَرَّ عَيْنَيْنِ"۔

(ف) اشرف الناس الخ اشرف الانسان کے ہر دو خواہشوں کو کہتے ہیں اور اشرف الناس ہر اشرف تابع شرف ہوا ہے یعنی "علی بن ابی طالب" سے ماخوذ ہے اور "ضمعاً" جمع ضعیف ہو ضعف یعنی کمزوری کے معنی میں تو اشرف سے مراد وہ لوگ تھے جو نبی یا نبیادی ہوتے تھے جن کو "ضمعاً" سے اس کے برعکس سوال پر اور بھی نہیں کیونکہ اس واقعہ میں خبر صدیقی اگر اور فارق اعظم وغیرہ حضرات کو شرف اجل حاصل ہو چکا ہو تو نبی اور نبیوی دونوں برتری کے لحاظ سے اشرف تھے حالانکہ ابوسفیان نے ضمعاً کے ابتداء کا اثبات کرتے اشرف کے ابتداء کی نفی کی ہے جواب اکثریت کا اثبات اور اکثریت کی نفی مراد یہ ہے یعنی ابتداء کرنے والوں میں ضمعاً کی اکثریت پر اندوگہ رانی کرنے والوں میں اشرف کی اکثریت۔ اس سے مفہوم ہوا کہ ضمعاً کی اکثریت کیا تھا اشرف کی اقلیت بھی ابتداء کی ہے سوال اگر اکثریت اشرف کی نفی مراد ہے تو روایت ابن اسحق اس کے معارض ہو جائیگی جبکہ الفاظ یہ ہیں "تبعه من الفضلاء والمساكين والاخوان فاما ذووالفناج الشرف فما تبعه منھم احد"۔

وَالْمُحَافِظَةُ عَلَى مَا نَهَى



یہ لفظ امر استاء دلالت کرتے ہیں کہ کسی شریف نے امتناع نہیں کیا جواب اس حدیث میں بھی اکثریت کی لغوی مراد ہے درجہ بیان خلاف واقع ہو جائیگا مگر کہہ سکتا ہے کہ حدیث اکبر اہل حق اعظم عالمی السبب تھے بیشک تھے اور ضرور تھے ہر ان تک کہ کفار کو بھی ان کا عالی نسب ہوا مسلم عدا واداء کے اس نواس میں ہر عالمی نسب کے امتناع کی لغوی کی جادہ ہے پس ثابت ہوا کہ روایہ اکثریت کی لغوی ہے سوال ادرہا قرہ ہے۔  
اول زائد ہے ساعدہ بن حویہ کے اس شعر میں **يَا لَيْتَ شِعْرِي وَلَا مُتَجَاهِدُ الْعُورَةَ اَمَهْلُ عَلَى الْعَيْشِ**  
**يَعْنِي الشَّيْبَ مِنْ فَدَحِ اسْ ثَعْرِي** ام کا مابعد شعری کا مسمول کہ آیت کی خبر حاصل محذوف ہے **وهم الف كلام**  
کی طرح تفسیر کیا اسے آتا ہے جیسے اس حدیث میں **لَيْسَ مِنْ اَعْبَرِ اَمُصِيَا مَرِي اَمُصِيَا** سوسم منقطعہ جس سے خبر بھی  
تیر غرض ہوتی ہے جیسے منقول **اَلْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَمْ يَقُولُوْنَ افْتَرَاكَ** اور کہی ہر ہر جو استفہام  
کے واسطے نہیں ہوتی جیسے **اَلْعَمَلُ اَجَلٌ يَّمُشُوْنَ فِيْهَا اَمْ لَهُمْ اَلَدٌ يَنْبُطُشُوْنَ فِيْهَا** اس میں ہر ہر استفہام کے لئے نہیں  
بلکہ انکار کے واسطے جو خبر لفظی ہوتا ہے اور کہی استفہام انکار کی بغیر ہر ہر کے جیسے **هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ**  
**تَسْتَوِيْ لَظْلُمُتْ وَالتَّوْحٰى اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ** ہر ہر اس مقصد جس سے خبر ہر ہر سو یہ ہوتی ہے جیسے  
**سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** اور کہی ہر ہر استفہام کہ ام اور ہر ہر استفہام دونوں سے نہیں  
طلب کی جاتی ہے عام اس کی استفہام حق ہو یا بے العجب یا تقریری جیسے **اَعَنْتُمْ اَسَدًا خَلَقَا اَمْ اَلْاَسْمَاءُ بِنَاهَا** جملہ زیر بحث میں  
جامد فعل خبر میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتی اول دودم دوم کا امتفاء ظاہر ہے اور ہر ہر لغوی مقصد اس کے نہیں کہ اس سے خبر ہر ہر سو یہ ہر ہر  
استفہام جواب بیشک یہ ام متعلق ہے اول اس میں خبر ہر ہر استفہام ضروری ہے جیسے کہ کتاب النفس پر کی روایت میں ہر ہر  
جس کے الفاظ یہ ہیں **اَتَتَّبِعُهُ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ رَضِعُوْا مِنْهُ** ہر ہر استفہام کا دودم عام ہے خواہ لفظاً اور خواہ تقریراً پہل پر  
اور لفظاً نہیں مگر تقریراً ہے جمع الجوامع اور اس کی شرح جمع الجوامع میں **يَرَوْقَدْ تَحَدَّثُ الْحَمَزَةُ وَتَتَوَسَّى حَقْلُهَا**  
**لَعْنَةُ اَلْعَمٰى اَلْاِخْبَرِىْ فَإِنْ كُنْتَ دَارِيَا يَسْبُغُ رَمِيْنَا اَلْاَجْمَا هَرَمِيْنَا**۔

(سُخْطَةُ لَدُنِّي) الخ) فتح میں ہمارے مخالفین کے لئے بھی ہے۔ اوجہ غیبر قلم ہو تو وہ لوگوں میں مقیم ہوئے ہیں اور کبھی اول  
مقیم اندیشی سا کہ مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوبہ ہے۔ **سوال** ہر قل کے اس سوال کے جواب میں ابو سفیان کا کلام کہنا صحیح نہیں  
کیونکہ ابو سفیان کے کلام یعنی انکی خارج از دی ام المؤمنین حضرت ادر حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اہل عبد اللہ بن حبش  
بجائیت اسلام آئے ساتھ ہجرت کیے کہ جنت پہنچے اور وہاں پر مہر تو جو کہ نصرانی ہو گئے اور اسی حال میں انتقال کیا۔ اس کے باوجود ان کی نفی  
کس طرح ہو سکتی ہے۔ **جواب** ابو سفیان کے جواب میں مطلقاً ارتداد کی نفی نہیں بلکہ اس ارتداد کی نفی ہے جو دین اسلام کو ناپسند اور مردود  
نہیں کہنے کی بنا پر واقع ہوا ہو عبد اللہ بن حبش مرتد ضرور ہوا مگر دین اسلام کو مردود اور مفسوس نہ کہے ہوئے نہیں بلکہ یہ نفی کی خاطر یہ کہنے  
کی سختی میں نصرانی ہو گیا تھا۔ لہذا سُخْطَةُ لَدُنِّي کی تفسیر اسکو ہر قل کے سوال ہی سے خارج کر دیا اور اہل ہر قل ان لوگوں کے متعلق یہاں  
جو اسلام سے بوجہ کراہت مرتد نہ تھے ہوں اور چونکہ ایک بھی ایسا نہیں تو ابو سفیان کا جواب میں کہنا بالکل درست ہے اسی طرح سوال  
میں وہ لوگ بھی داخل نہیں جو یہ کہہ کر کہ مرتد ہوئے **سوال** ہر قل نے پہلے سوال کیا تھا اگر انکی اتباع کرنے والے بڑے جتنے ہیں یا گھٹے  
جانتے ہیں ابو سفیان اسکے جواب میں کہہ چکے ہیں اہل تَبَرُّقِیْنِ وَنْ کَبْرِیْ حَتَّی جَانَتْہِمْ تو اس جواب کے بعد یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی رہی نہیں جتنی  
کہ ان کے دین سے مستفرد ہو کر کوئی مرتد نہ ہو سکے کیونکہ ارتداد کی نفی خود اس جواب سے مقوم ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ اگر ارتداد کو نقص نہ ہے کہ جب کوئی  
مرتد ہوگا تو جانتے متعین سے خائف ہو جائیگا جس سے اتباع کرنے والوں کی تعداد میں لا محالہ کمی واقع ہوگی اور نقص منشی کیونکہ ابو سفیان کا جواب



(رُكُلٌ تَرِيذِي وَرُكُلٌ) سے زیادہ ثابت اور نقص و ذیابت یہاں پر متناقی ہیں جن میں سے ایک کا ثبوت دوسرے کے انتفاء کے لئے مستلزم ہے پس جب یہاں بوسنیان کے جواب ذکر سے زیادہ ثابت ہوئی تو نقص منقہ ہو گیا اور نقص اور تدا کو لازم تھا تو انتفاء لازم ہوا اور چونکہ انتفاء لازم انتفاء لازم کو مستلزم ہوتا ہے اس لئے تدا کو منقہ ہو گیا پس بوسنیان کے جواب (رُكُلٌ تَرِيذِي وَرُكُلٌ) سے بابت بھی نہیں ہوئی کہ کوئی مرتد نہیں تھا پس سوال کرنے کی کیا حاجت رہی اور عقل نے نفی اور تدا کے بابت میں بوسنیان کے جواب ذکر پر کشف کیا کہ نہیں کیا جو جواب سوال میں ذکر کردہ مفقودہ کے نقص اور تدا کو لازم ہے سوال کے رد و رد کو واسطے موقوف علیہ لکھ اسکی جان ہے مگر یہ مفقودہ خود ہے جان ہے کیونکہ بعض صورتوں میں تدا کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوتا ہے جیسا بطلان کر کے والوں میں سے پانچ کے مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ پندرہ میں داخل ہو گئے تو اس صورت میں تدا کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوا بلکہ جمل کر کے والوں کی تعداد میں شامل کا اضافہ ہو گیا۔ تو تدا کے ساتھ نقص کے بجائے زیادہ پائی گئی پس معلوم ہوا کہ تدا کے لئے نقص لازم نہیں اسی واسطے ہر عقل کو تدا کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

(قُلْ كُنْتُمْ تُشْهِمُونَ بِالْكَذِبِ) یعنی علی الناس اتہام سے مشتق ہے جو اصل میں او تھا اور تھا معنی بدہ معقول ہے مگر اول کی جانب منسوبہ دلائل کی طرف بواسطہ "بَا" "إِنَّهُمْ كُنْتُمْ بِكَذِّ ابْعِي ظَنُّهُ" یہ آ آ ہے اور سوال کے معنی یہ ہے کہ کیا دعویٰ ثبوت کوئی ہے پھر ثبوت پر سے کی جہت رکھتے تھے یعنی تم انکو لوگوں جو ثبوت بولتے تھے ساتھ معقول گمان کرتے تھے معقول ہونے سے سوال نفی کذب سے جہت کی طرف سے اس کیوں کیا یعنی سوال کیا کہ کہتا ہے نزدیک کذب کی جہت یا نہیں ہے سوال نہیں کیا کہ وہ جہت لینے میں نہیں جو اب ذکر ہر عقل کو پہلے سے آگے نہایت کا علم ہو چکا تھا۔ نظر ہر اس نے چاہا کہ ان لوگوں کے صدق پر جانے کہ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بولا کہتے ہیں اس سے کذب صدق ممکن نہیں۔ اس واسطے نفس کذب کے متعلق سوال نہیں کیا ہاں ممکن ہے کہ لوگ اپنی ذاتی فرائض کی بنا پر نبی کو کذب کے ساتھ متهم کریں اسلئے تہمت کے پادہ میں آگے۔ نیز اس مسئلہ میں قصہ سائنات بھی ہے کیونکہ سوال تہمت کے بعد سوال کذب کی حاجت باقی نہیں رہتی اسلئے کہ تہمت مسبب اور کذب سبب اور انتفاء مسبب انتفاء سبب کے واسطے مستلزم ہوتا ہے تو تہمت کی نفی سے کذب کی بھی نفی ہو گئی۔ بخلاف کذب اسکی نفی سے تہمت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ انتفاء سبب انتفاء مسبب پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی نظریہ کے ماتحت تہمت کذب کے متعلق سوال کرنے کے بعد تدا کے بابت میں سوال کیا کہ وہ بھی تہمت کی طرح مسبب اور کذب سبب ہے۔ اسکی نفی بھی کذب کی نفی پر دلالت کرتی ہے پس ثابت ہوا کہ اس عدول میں "بیکر شمرہ وکار" کی خوبی بھی باقی جاتی ہے۔ اسی واسطے ہر عقل نے اس کو اختیار کیا۔ بعد ازاں حدیث زیر بحث کی ترجمہ الباب کیساتھ کیا مناسب ہو جو اب اول بعض شارحین نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث میں ذکر کردہ آیت صحیحہ آگے آگے ہی ہے اس آیت کے مناسب جو ترجمہ الباب میں ذکر کی گئی تھی اس تقدیر پر حدیث زیر بحث کو ترجمہ الباب کے جردوم سے مناسب ہوگی اور اگر وہ آیت ترجمہ الباب میں نقل نہیں تو بیان مناسب میں لکھا جائے گا کہ حدیث زیر بحث اپنی آیت کے اعتبار سے اس آیت کے مناسب اور وہ آیت ترجمہ الباب لہذا حدیث زیر بحث ترجمہ الباب کے مناسب ہوئی کیونکہ سائنات سے کام مناسب بھی ہے کام مناسب ہوتا ہے ہر کیفیت و فعل کے بعد میں مناسب یہ ہو کہ اقامت دین پر موقوفہ عمل میں۔ حدیث زیر بحث کی آیت میں یہ ہے کہ "تہنأ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجئے اور عطا قیامت دین پر چکی وچی حضرت نوح بلکہ جبرائیل علیہ السلام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی لکھی تھی چنانچہ آیت شرع لکھ میں اللہ دین مآوصیہ یہ نوحاہ اس معقول پر مراحا دلالت کرتی ہے اور ترجمہ الباب کی آیت اجمالا۔

جواب ی و ہم اقول مجملہ زیر بحث میں "موجب الیہ" یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا وصف ذکر ہو چکا ہے ساتھ آپ وقت ابتدائے وحی منقسم تھے اور وہ تہنأ لکھ میں ہو پس ابتدائے وحی کی کیفیت جو ترجمہ الباب کی حدیث زیر بحث سے اس طرح مفہوم ہو



کہ ابتدائے دینی اس حال میں ہوئی تھی کہ صوحی الیہ "مہم بالکذب ہو نیکی کے ساتھ موصوف تھے۔" تخفیفی ذرا لے لے کر حدیث زیر بحث میں عدم اتہام بالکذب کے علاوہ آپ کے اور بھی اوصاف مذکور ہیں مگر مناسبت انہیں سے حاصل ہوگی جو بروقت ابتدائے نزول دینی ذرا یا بیکہ تدریس ہو تو بخیر۔ پھر ستر نہ ہے کہ ابتدائی حالات انہیں کو کہا جاتا ہے جو ستر نہوں۔

(وَحْنٌ مِنْهُ فِي مَدَاةِ الْخَلْقِ) اس مدت سے صلح حبیبیہ کا زمانہ مراد ہے یا ابوسفیان کے اس سفر کا زمانہ مشاویحین حدیث کے اسمین قول میں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے اول پر تفصیل فرمائی۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے اول مثال کو رد کر کے دوا کو اختیار فرمایا۔ علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تفسیر دی کہ ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ (۱) قول شاید قول اول کی وجہ یہ ہو کہ دوسری روایت میں احتمال دل کی تصریح آگئی ہے چنانچہ فتح الباری میں عرض وہ سے ابوالکلا سود کی مرسل روایت کے الفاظ یہ ہیں قَالَ فَعَلَّ يَغْدِرُ إِذَا عَاهَدَ قَالَ لَا أَلَا ان يَغْدِرُ فِي هَذِهِ نَتَه هَذِهِ فَقَالَ وَمَا يَخَافُ مِنْ هَذِهِ فَقَالَ ان قَوْمِي اَمَدٌ وَاحِلَةٌ كَمِ صُلْحِ حُلَفَائِهِ قَالَ رَانَ كَعْنَمٌ بَدَأَتْكُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُكُمْ ۱۱۔ ترجمہ ہر قل نے کہا کہ تو کیا وہ معاہدہ کر کے ہٹ گئی کرتے ہیں ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔ مگر یہ کہ اپنی اس مصالحت کے زمانے میں ہٹ گئی کر تھیں۔ ۱۰۔ اس پر ہر قل نے دریافت کیا کہ اس زمانہ مصالحت میں ہٹ گئی کا خوف کیوں ہے۔ تو ابوسفیان نے وجہ خوف بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کے مقابل اپنے حلیفوں کی امداد کی ہے۔ ہر قل نے کہا کہ جب تم نے ہٹ گئی میں ابتدائی تو تمہیں غدار ہیئے۔ اب ان کے غدار سے خائف ہونا چاہی دار۔ لیکن اس مرسل روایت کے منظر ایک مفہور لازم آئیگا جسکی تصریح یہ ہے۔ تقریر میں ورنہ اس روایت مرسل کا اول اپنے آخر کیساتھ متناقض ہے۔ کیونکہ ابوسفیان کے قول "اَلَا ان يَغْدِرُ فِي هَذِهِ نَتَه هَذِهِ" سے بقاء کے مفہور ہوتا ہے اور اس کے قول "فان قومي امدوا والحق مني عدم بقاء۔ اور بقاء عدم بقاء دونوں متناقض ہیں پس یہ روایت متناقض کی مثبت ہوگی۔ اور جو کلام متناقضین کے اثبات پر مشتمل ہو اس سے تسکین نہ ہوتی کہنا آخر مشہور دینی لکنت مسطور ہے نیز جب اس روایت مرسل نے اپنے آٹھ اعتبار سے عدم بقاء کے مفہور بقاء کی توجہ فقرہ زیر بحث کے معارض ہوگی کہ وہ یہ تقریر احتمال دل لگنے کے مفہور دلالت کرتا ہے۔ پھر اس روایت مرسل سے احتمال اول کی تصحیح پر استدلال کر کے درست ہو سکے گا۔ جواب فقہان زیر بحث اور اس روایت مرسل میں مخالفت نہیں کیونکہ فقرہ زیر بحث میں جارحہ دہشہ اپنے متعلق سے لڑ "مدد" کی صفت ہی اور تقریر عبارتوں ہوگی۔ صوحی "فان قومي امدوا" منہ ہو کر تقریر معافہ ہر قل کی ہو نظر ہر قل منہ کی تقریر منہ فقرہ کا افادہ ہوا۔ اب فقرہ زیر بحث کے معنی یہ ہوتے کہ ہم اپنی ہی مدت میں ہیں جو انہیں کی جانب سے ثابت ہو اور انہیں کی جانب سے ہر قل کے مصالحت کی مدت فریقین کی طرف سے ہو کوئی ہے اور ابوسفیان کی قوم اپنے حلیفوں کی آپ کے حلیفوں کے مقابل لڑ کر کے ہو کر ہٹ گئی کر تھیں اسلئے مصالحت تو باقی نہ رہی نہیں۔ البتہ آپ الہی نمک اس کے متقاضی پر قائم ہیں۔ تو فقرہ زیر بحث میں لفظ "مدد" سے متعلق مصالحت پر قیام کا زمانہ ہی مراد ہوا۔ اور اس معنی کے تحت نظر روایت مرسل میں "هذه نته" یعنی مصالحت کو آپ کی جانب عنایت کی کے ذکر کیا ہے۔ جو تفصیل پر دلالت کرتی ہے۔ ورنہ "هذه نته" کہنا چاہیے تھا کیونکہ مصالحت باب صفا علت سے ہو نیکی باعث دونوں فریق سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن اس تقریر پر ردایت مرسل میں ابوسفیان کا "اَلَا ان يَغْدِرُ" کہنا درست نہیں۔ کیونکہ جب مصالحت ختم ہو چکی تو غدار کا احتمال بھی جاتا رہا۔ اسلئے ہر قل نے اس پر مواخذہ کرتے ہوئے کہا: "ان كعنتم بدلتكم فانتهم اعداؤں" ہر قل کے اس قول میں "اعداء" تفصیل کے معنی ہوتے ہیں جیسے لفظ "اَكْبَرُ" میں منہ کلام کے معنی فاسد ہو جائیگا۔ اب بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو کہ روایت مرسل کا اول آخر یہاں متناقض بھی نہیں۔ اور فقرہ زیر بحث کے معارض بھی نہیں۔ لہذا روایت مرسل سے احتمال دل کی تصحیح پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ سوال مذکور بالا روایت مرسل کے پیش نظر جب مصالحت ختم ہو چکی پھر زمانہ مصالحت کہاں کی رہا جیسا کہ مراد لیا جاسکے۔ اور جب زمانہ مصالحت باقی نہ رہا تو اسکی







رغیر ہذا الکلمۃ لفظ غیر پر مفعول اور نصب دونوں جائز ہیں۔ مثلاً اسے کہ "کلمۃ" کی صفت ہے جو فاعل فعل ہے۔  
اور نصب اسے پر مشیغاً مفعول ہو کی صفت ہے۔ سوال کلمۃ اور شیئاً دونوں نکو ہیں اور حفظ وغیرہ مفعول کی طرف  
مضاف ہوئی کے باعث معرف ہو گیا تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہ رہی۔ جواب لفظ غیر کہ ہم اس میں مقدر تو مل ہے کہ معرف کی  
طرف مضاف ہونے کے باوجود معرف نہیں البتہ ایک شرط سے معرف ہو جاتا ہے وہ یہ کہ مضاف مکر مضاف الیہ کی مفاہرت کیساتھ مشہور ہے۔  
یعنی الحریکہ غیر الیہ کون ہیں (الحریکہ) مضاف ہے اور سکون مضاف الیہ اور اول کی مفاہرت ثانی کیساتھ مشہور ہے تو اسوقت معرف  
ہو جاتا ہے۔ ادیبان پرچہ کریم شرط نہیں پائی جاتی اسلئے معرف نہ ہو۔ اور نہ کہ اسے متعلق ہونا درست ہو گیا۔ یہ جواب پر مذہب ابن مولیٰ جو وہ  
جہود کا فائدہ کر دیکھ اس شرط کے باوجود معرف نہیں ہوتا چنانچہ ان کے نزدیک غیر المفعول علیہم کو الٰہین انعمت علیہم کی صفت  
قرار دینا یا اس شرط درست ہے کہ الٰہین موصول کو بمنزائے قرآنہ لیس۔ وہ درست نہیں۔ حالانکہ یہاں پر مضاف مفعول علیہم  
مضاف الیہ مفعول علیہم کی مفاہرت کیساتھ مشہور ہے پس معلوم ہوا کہ جس کے نزدیک اس شرط کے باوجود غیر ہے۔  
سوال ہذا الکلمۃ سے مراد کاندھری ماقولہ قائل یہ تھا ہے اور یہ کہ نہیں بلکہ کلام ہے پھر اسکو کلمۃ سے تعبیر کرنا کس  
طرح درست ہوگا جواب یہاں پر کلمۃ سے لغوی معنی مراد ہیں جن کا اطلاق مفرد اور مرکب نام دونوں پر ہوتا ہے۔

وقال قائلہ صلوٰۃ سوال فعل باب مضاف جلت سے ہے جبکہ فاعل ظاہر مفعول مفعول فاعل مفعول فاعل مفعول فاعل مفعول  
یعنی جو چیز مطلقاً فاعل ہوتی ہے وہ مفعول اور جو لفظ مفعول وہ مفعول فاعل ہوتا ہے۔ تو ہر فعل نے اس سوال میں بوسیفان اور ان کے لفظ  
کو لفظ ضمیر فاعل سے ساتھ حضور پر تو مفعول الٰہ تعالیٰ علیہ السلام کو لفظ ضمیر مفعول سے ذکر کیوں کیا۔ اسلئے کہ اس میں کہ قائل قائل کہ  
اس صورت میں حضور پر تو مفعول الٰہ تعالیٰ علیہ السلام کو لفظ فاعل اور بوسیفان مفعول سے ساتھ مفعول ہوتے۔ آخر اس تعبیر کو یہ کیا مفسر  
جسے بنا کر کو اختیار کیا گیا۔ حالانکہ یہ مخصص ہے جواب ہر فعل نے سوال میں قائلہ صلوٰۃ کہ اگر لفظ قائل کو بوسیفان اور ان کے لفظ  
طرف منسوب کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہی اپنی قوم سے قائل یہ لفظ نہیں فرماتا اور اگر سوال میں قائل کہ کہاجاتا تو لفظ اجراء کی نسبت  
نبی کی طرف ہوتی ہوتا تھے علم کے خلاف تھی۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اقل تعبیر کرتا ہے پر اختیار کیا۔ سوال ضمیر مفصل اسوقت لائی جاتی ہے  
جبکہ ضمیر مفصل لام مستقر ہو چنانچہ کافی ہے۔ کلامیہ مفصل کا التعلل المتصل ابداً کیف کان قائل کہ ایدان  
بالتعلل ضمیر غائب کہنا درست نہیں اسلئے کہ حقیقت کان قائل کہ وہ باتصال ضمیر غائب کہنا درست ہے۔ پس ضمیر مفصل لام مستقر ہونا جتنی کہ  
مفصل لانے کی ضرورت ہو جواب کافی کی عبارت مذکورہ ضمیر اور مفعول یا منصوب کہ ہمیں ہے فقرہ مذکورہ فی السؤال سے متعلق نہیں۔  
یہ فقرہ اس قدر سے متعلق ہے جو جملہ ضمیرین کے ہمیں ہاں لفظ بیان کیا ہے۔ "ولانہما جمع ضمیران ولیس احدهما  
مترفعاً فان کان احدهما اعراف وقد صدقہ فلا انفارق فی الثانی" جبکہ وہ ضمیریں جمع ہوں وہ ہمیں کوئی مرفوع  
ہوا اور اعراف کو مرفوع کہو گیا تو ثانی میں اختیار ہے کہ یا ہے مکر مفصل لایا جائے یا متصل پس قائل کہ ایدان او قائل کہ وہ دونوں  
جائز ہیں بلکہ علامہ مختاری نے اول کے اشجع ہونے پر تفسیر کی ہے۔ کما فی عملیہ القامری۔

والسرب بیتنا وجینہ سبجال انو الحرب بیتہ اہ سبجال اس خبر ہے سوال اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ  
بیتہ اور خبریں مطابقت نہ ہے۔ کیونکہ الحرب مرفوعہ اور سبجال مجمل مفعول ہوتا ہے جواب اقل جو کہ حرب اسم نہیں ہے جس کا  
الطلاق کثیر و قلیل ہو کر ہے۔ اسلئے خبر بیتہ ہو نا درست ہے جواب دوم سبجال جمع ہے مکر مکر دونوں قتال بمعنی حلف  
مصدق ہے جس کے معنی مفاخرت اسے ہاں اقول جواب اول سے سوال دفع نہیں ہوا۔ کما ہم جس حق نہیں ہوتا حتی کہ مبتدا اور خبر پر



مطابقت حاصل ہو جائے اور جواب دہ یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اس تقدیر پر سجال "مصدور" اور "مصدور" کا مثل مواطانی معرفت ہے مرادوں پر ہونا  
 یا اپنے مصدر پر "مصدور" ہونا۔ اس جواب پر مصدر کا مواطانی حمل غیر مرادف اور غیر مصرع لازم آیا جو باطل ہے۔ اس لئے ابتداً  
 کہا جائے کہ "سجال" حقیقتہً خبر نہیں اور اداۃ تشبیہ کو حذف کر دینے کے باعث کلام تشبیہ لایعنی پر مثل ہے اس عبارتوں میں "مصدور" کی نسبتاً  
 بیشک "سجال" توحید خبر جار مجرور کا مثل متلاً ثابتہ ہوا جس کے مفرد ہونے میں شک نہیں پس اس سوال وارد ہوگا کہ اسکا وادہ ہونا  
 ظاہر ہوتا ہے اوسقیان نے حصول مصدور کا وسیلہ بنے میں "سجال" کے ساتھ حرب کو تشبیہی اور مسلم کا فرمایا میں ہر دو جماعت کو ان  
 آپ کشد و کیسا تشبیہ اور دنیا جن کے درمیان ایک ذیل مشترک ہے وہ ذیل باری باری سے کبھی ایک کے ہاتھ میں ذلیجہ کبھی دوسرے  
 کے۔ ایسے ہی معرکہ جنگ کبھی ان کے ہاتھ ہوتا ہے اور کبھی ہمارے جیسے کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے شعر: قَوْمٌ عَلَيْنَا وَ قَوْمٌ لَنَا  
 وَ قَوْمًا لَنَا وَ قَوْمًا لَنَا میں اس مقام پر باعتبار مجاز اذ الحذف "سجال" سے "قوت" کا ارادہ کیا گیا جو فوجیہ بمعنی باری کی  
 جمع ہے چنانچہ اس معنی کے پیش نظر اوسقیان نے "سجال" خبر کی تفسیر باری لفظاً کی ہے۔ (نیال منا و ننال منہ) کبھی وہ اپنا مطو  
 ہر سے پالیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے یہ فعل "نال من عداۃ" مَطْلُوبَةٌ "یعنی" یَلْعِقُ مِنْهُ مَطْلُوبَةٌ "سے ماخوذ ہے پس یہ  
 یہ دونوں فعل متعدی ہیں "نیال" کا مفعول "مطلوبہ" اور "ننال" کا "مطلوبینا" محذوف ہے۔ اور "نال من فلان" بمعنی وقوع  
 اور "نال الریحیل" بمعنی ناکام میں اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے "نالہ مطلوبہ" بمعنی "صیدہ نیالہ" اور کبھی "نال  
 بمعنی وصل" جیسے "نالنی من فلان معروض" بمعنی "وصل الی منہ معروض" اور "نال من عداۃ" بمعنی  
 "سببہ" آتا ہے۔ الغرض اوسقیان کا مقصود اس عبارت سے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ اول میں کفار قتل  
 کئے گئے اور دوم میں مسلمان شہید ہوئے تھے۔ سوال "ننال منال مننا و ننال منہ" کو "سجال" خبر کی تفسیر قرار دینا درست نہیں۔  
 کیونکہ تفسیر ہونے کی تقدیر پر یا پس خمیر ہونا ضروری ہے جو متدا کی طرف راجع ہوا وہ جملہ اس خمیر باط سے خالی ہے اسلئے جملہ ذکرہ کا تفسیر  
 درست نہیں جواب وہ خمیر رابطہ عبارت میں مصدر ہے اصل عبارت یوں تھی: "نیال مننا فیہا و ننال منہ فیہا"  
 (مَاذَا اِذَا مَرَكَمُ الْخِيْلُ مَاذَا جَنْدُ بُوَ بَرَسْتَلُ تَوَابِ رَا) مَا "استفہامیہ" اور "ذَا" اہم اشارہ جیسے "مَا  
 ذَا التَّوَابِ (۲) مَا "استفہامیہ" اور "ذَا" اہم موصول جیسے لبید کے اس شعر میں: اَلَا تَسْلَانِ لِلْمَوْتِ مَاذَا اِيْحَاوِلُ  
 اَنْ حَبَّ فَيَقْبِضُنِي اَمْ قَبْلَ اَنْ يَنْبَاطَ (۳) مَاذَا "ہمارے لئے استفہام ہو جیسے (مَاذَا اِيْحَاوِلُ) (۴) مَاذَا "ہمارے  
 اہم جنس یعنی "شی" یا اہم موصول یعنی "الذی" جیسے کئی شاعر کے اس شعر میں: ذِیْ مَاذَا عَلِمْتِ سَا لِقِيْہِ وَ لَنْکُمِ  
 بِمَا مَحْبَبٌ تَبْتَنِي بِرَسْلَکَ جَبْرَ مَاذَا ہِمَا کُوْ ذِیْ "کا مفعول تسلیم کر کے سہرا فی اور ابن خروف نے کہا کہ اہم موصول  
 اور فارسی نے کہا کہ معنی "شی" (۵) مَاذَا "نالنا و ذَا" اہم اشارہ ہے جیسے شاعر نے کہا ہے: اَنْتُمْ تَسْتَفْعِلُوْنَ مَا  
 ذَا اَيَا قَرُوْیْ وَ وَجِبَلُ الْوَصْلِ مُنْتَبِکُمْ حَذِیْقُ "لور" بمعنی نظام ہے اور "سَوَع" مخفف "سَوَع" بمعنی "آئینہ"  
 ہے اور حذیق "معنی معطوط" (۶) مَاذَا "ہمارے لئے استفہام اور "ذَا" لازم ہے ایک جماعت نے اس استعمال کو مَاذَا اصنعت میں جائز  
 قرار دیا ہے۔ لیکن ابن برشام نے معنی اللیب میں یا بخوبی و جمعی و جملہ کو یہ لکھ کر دیا۔ والتحقق انّ الاکسقاء کا قول  
 لہذا الغزوۃ یرکب من بلا تکلف عرف و جہود و اہم اختیار کیا جاسکتی ہے۔ اور ان ہر دو جوہر خمیر عام کی تقدیر لازم ہوگی۔ لکھنا کا صحیح  
 اور ایک وایت میں "یما یا مَرَكَمُ" ہے اس صورت میں تفسیر خمیر کی احتیاج نہیں۔ اس سوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قوم کو امر کرنا  
 خبری منسوب ہے۔ اسی واسطے ہر قول نے نفس امر کے بالیں سوال نہیں کیا کہ وہ نکو کرتے ہیں یا نہیں بلکہ صاف طور پر کو روایت کیا کہ وہ

ننال مننا و ننال منہ



کیا ہے۔ ابوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں چند باتیں ذکر کیں (۱) **نَقُولُ اَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ** لفظ ۱۳ ص ۳ کے پائیس طیارہ اصل مختلف ہیں کہ وہ صیغہ مخصوص میں حقیقہ اور فعل میں مجاز ہے۔ یا دونوں میں مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی قول دل محتاج ہے۔ ابوسفیان کا سوال مذکور کے جواب میں "اعبدوا" کہنا قول مختار کی بہترین دلیل ہے کیونکہ اہل لسان میں جب یہ قول نے سوال مذکور کے جواب میں صیغہ مخصوص اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا موضوع اہل صیغہ مخصوص ہے۔ اسی طرح ان سے روایت کرنے والے عبد اللہ ابن عباس بھی اہل لسان ہی کے ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ وہ افسح ہیں۔ انہوں نے بھی روایت کرتے وقت اس کو بقرہ کر رکھا۔ پس ثابت ہوا کہ اہل لسان کے نزدیک لفظ "اعبدوا" موضوع اہل صیغہ مخصوص ہے۔ ایک روایت میں ذکر الشیء کو "اعبدوا" اور "اعبدا" اس روایت پر ذکر الشیء کو "اعبدوا" لفظ "وحدہ" کی تاکید ہے۔ بمسوال روایت "وحدہ" کی بنا پر لازم آئے گا کہ لفظ "اعبدوا" کے موضوع اہل صیغہ مخصوص ہی داخل ہو کر ابوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں وہاں صیغہ ذکر کیا ہے۔ جواب امر یا الشیء مامور کی صفت ثنوت سے کہی کو متضمن ہوتا ہے جیسے بھی عن الشیء۔ امر یا الضد کو متضمن ہوتی ہے اسلئے "اعبدوا" کو ذکر کرسا کیونکہ "اعبدوا" لفظ "وحدہ" کی ضد ثنوت ہی ہو کہ متضمن اور متضمن میں مغایرت ہوتی ہے۔ اس واسطے "وحدہ" اور "اعبدوا" اختیار کیا جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔

**اشد ضروری تنبیہ** جس کا محض ذکر مہاجر مسلم کے لئے علم اور علم دین کی تکمیل کرنا اہل طبع کے لئے خصوصاً اشد ضروری ہے اسلامی تاریخ مطالعہ کرنے والے اصحاب پر بھی نہیں کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی مسیح پہلادہ شخص ہے جس نے اسلام دشمنی کے پس منظر اسلامی لباس پہن کر ایک ایسا مشن قائم کیا تھا جو اسلامی عقاید پر تحریک و فساد میں امتدادات پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ شیعہ، باغی، فضیلیہ وغیرہ فرقے اسی مشن کی تحریک و فساد کے نتائج ہیں۔ عبد اللہ ابن سبا یہودی کے اس واقعہ اور اس کے مکر و فریب کو شاہ عبد العزیز صاحب مکتب دہلوی قدس سرہ القوی نے اپنی کتاب محققہ اثنا عشریہ میں مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ وہ ان ایک قائم ہے اور مذکورہ بالا ناپاک مقصد کی سب سے پہلی طرح کی کوشش جاری ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہندوستان میں بھی اپنی انتہائی فریبہ ور کامیابی کی کڑی راہ پر ایسے لوگوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو اسلام کے دشمن ہیں۔ اسلام اہم کے عقیدہ حق ختم نبوت کو ختم کرنے کے پیش نظر ایران میں مرزا علی حسین بہاؤ اللہ کا ہندوستان میں مرزا غلام احمد کو فساد کا دعویدار بنالکھ کر دیا۔ اور کچھ کرانے کے بعد لکھنے چنوں نے اُنکی کاواز پر بلند آہنگی کے ساتھ تبلیغ کیا کہ انکی نبوت کے گیت گانے شروع کر دے۔ آج کل مذہب اہل سنت کے خلاف نجدی عقاید کی تبلیغ کے لئے مسٹر ابوالاعلیٰ صاحب ہودودی اور مولوی ایسا حسنا کو منتخب کیا گیا۔ اول الذکر نے اسلامی جماعت کی بنیاد ڈالی اور آخر الذکر نے تبلیغی جماعت کی۔ یہ دونوں جماعتیں بھی عقاید کی تبلیغ کرتی اور بات بات پر حکم شرک لگاتی ہیں۔ اسلئے شرک کے معنی کی وضاحت کو دنیا فوری ہوا جبکہ ارتکاب مسلمان اسلام سے غایت ہو جاتا ہے۔ تاکہ ناقص اسماہان کے دھوکے میں نہ کہ مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں۔ شیعہ ائمہ کے معنی ہیں کہ وہ یہودی استحقاق عبادت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شرک کرنا یعنی غیر خدا کو واجب یا مستحق عبادت قرار دینا واجب الوجود اس بات کو کہتے ہیں جبکہ وہ وجود فوری ہوا۔ یہود پر ہم طاری ہو سکے تو اگر کسی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت اعتقاد نہیں کیا تو ہرگز مشرک نہیں ہو سکتا۔ جو فرقہ معتزلہ یا ہر مشرک کا حکم نہیں لگا یا جاتا تھا۔ لہذا مذکورہ نبیوں کو اپنے اعتقاد کا خلاف کہتے ہیں۔ کیوں۔ اسلئے کہ انہوں نے نبیوں کے لئے وجوب عبادت جو یا استحقاق عبادت کا ثبات نہیں کیا چنانچہ شرح عقائد فلسفی مطبوعہ دارالاحمدی ص ۳۶ میں یہ بحث مسخر اطلاق عبادت فرماتے ہیں۔ **الاشراک** هو اثبات الشریک فی کمال الوہیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للحوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما للعبادۃ الا صنہم اھل یعنی مشرک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ

بشیرو القاری

بشیرو القاری







اگر کسی شخص نے گناہ پر پہنچ جاتی تو اسکو وہاں سے ہٹانے دیتے۔ اس دینی کا ان کے یہاں توحید تھا اور عبادت تھی۔ سفر میں جائے والا کہتا کہ میں  
سفر سے واپس آیا تو میری زندگی سائبہ ہے یا نہیں کہتا اگر کوئی شخص مجھ کی تعمیر یا دینی سائبہ ہے جسکے یہاں بخار کہتے ہیں توحید کی طرح اس  
سے بھی انتفاع کو حرام سمجھتے تھے۔ اور دیکری تو میرے تہذیب پر پہنچتی تو اسکو روکھا جاتا اور اگر وہ غریبی تو اسکو کریمین میں چھوڑ دیا جاتا۔ اور اگر وہ دلوں میں  
اسکو فصیلہ کی طرح دوسرے دیکھتے تھے۔ (اور یہی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ میں نے اسکو چاہے ہائی  
پرست دیکھ لیتا دیکھتا کہ ان کے نزدیک حاکم تھا۔ مذکورہ بالا اعتقادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کو وائیکو انا نقول ہاں کہہ شامل ہے  
(۳) بات مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابوسفیان نے یہ میان کی (وہا صرنا بالصلوۃ والصدق والعفاف والصلۃ  
ایک مفاد میں مجھے فقط تصدق فقط صدق آیا ہے اور امام بخاری کے نزدیک کتاب الجہاد کی روایت میں دونوں وارد تھے  
میں حلالہ سے مراد افعال مہودہ ہیں جنکی ابتدا کبیر سے ہوتی ہے اور انتہا تسلیم پر۔ صدق وہ قول جو واقع کے مطابق ہو جس کا مقابل  
کذب ہے۔ عفاف کے معنی حرام اور خلاف مروت باتوں سے اجتناب کرنا۔ صلوۃ بمعنی عفت و رحمت جو تمام انواع پر کوئی مل ہے۔  
سوال مامورات ادبی ہیں۔ ان چار میں تھیں پھر مقام ذکر میں کی تفصیل کیوں کی گئی جواب اس تفصیل میں فضیلت کے انواع  
کا مسئلہ درکام اخلاق کے تحت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فضیلت دو قسم میں منقسم ہے اول قسم قولی دوم فعلی۔ صدق و تقویٰ اول ہے  
پھر فعلی میں قسم ہے (۱) نسبت اللہ تعالیٰ جیسے صلوۃ (۲) نسبت خود جیسے عفاف (۳) نسبت غیر جیسے صلہ جو کہ ان تمام فضائل  
کی سمت توحید و ترک شرک پر موقوف تھی اسلئے اول اسکو ذکر کیا اور ثانیاً ان فضائل کو۔ ابوسفیان کے جواب کے حامل یہ ہوا کہ کلمات کا  
ترتیب نہیں اور نقائص سے بھی۔ سوال مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابوسفیان نے اول صیفہ منقسم اعلیٰ ذکر کیا۔ پھر  
”وہا صرنا“ یہاں پر بھی مذکورہ چاروں چیزوں کو بصیغہ مخصوص کیوں بیان نہیں کیا۔ اس تغیر میں کیا کہتا ہے۔ جواب اس تغیر  
دونوں باتوں کی بھی مغایرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اول کا عمل اخلاق کا فرسہ اور دوم کا گنہگار۔

**وفقال ترجانہ الخ** اب بقرآن نے ابوسفیان کے جوابات پر تبصرہ شروع کیا چنانچہ اس کا جواب پر کہا اور کذبت الـرسـل  
یعنی فی نسب قومہا بتقدیر مضاف ہے۔ ای فی اشرف نسب قومہا یعنی بقول تمہا کے جیسے یا نبی قوم میں  
عالی نسب ہیں۔ اسی طرح زمانہ شد میں سوال نبی قوم کے نسب اشرف میں مبعوث ہوئے ہیں تو ان کا عالی نسب ہونا علامت نبوت ہے۔  
رسولوں کے عالی نسب ہونا کمال علم پر دل کو نسب بقول سے حاصل ہوا تھا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ علو نسب کی بنا پر لوگ امتان سے قریب نہ ہوتا  
ہیں بلکہ جواب پر کہا (قلت لو کان احد الخ ای فی نفس یہاں پر حدیث نفس پر قول کا اطلاق کیا۔ یعنی میں اپنے دل میں  
سوچا کہ اگر کسی نے تم میں سے یہ بات (دعوی نبوت) ان سے پیش کی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ گدشتہ بات کے دہے ہوئے والے مرد ہیں لیکن  
جب لیا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۳) جواب پر کہا (قلت فلو کان من آباء الخ ای یعنی بقول تمہا جب ان کے آباؤ کوئی  
بادشاہ ہیں گدشتہ تو میں نے دیکھیں سوچا کہ اگر ان کے آباؤ میں کوئی بادشاہ گدشتہ تو میں کہہ دیتا کہ دعوی نبوت کر کے اپنے باپ کا ملک گفت  
حاصل کرنا ہوتا ہے لیکن جب لیا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے۔ سوال ابوسفیان کے جوابات پر تبصرہ کرتے ہوئے بقرآن نے صرف  
ان دو مقام پر فقط قلت کہا باقی پڑ نہیں اس میں کیا کہتا ہے جواب باقی مقامات نقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں نظر فکر کو دخل  
نہیں بخلاف ان دو مقام کے کہ نظری و فکری ہیں۔ اسلئے قول نفس اختیار کیا جو صریح بکار کے معنی میں آتا ہے۔ سوال (قلت لو کان  
من آباء الخ من صلاط شرط ہے اور (قلت من رجل یطلب صلاط امینہ) جزا ہے لیکن اس جزا کا شرط مذکور پر ترتیب و مرتب  
نہیں کیونکہ اگر وہاں پادشاہ گدشتہ ہے تو اس وقت یہ کہنا درست نہیں کہ اپنے باپ کا ملک طلب کرنا چاہیے ہیں۔ یہ جزا تو صرف ایک شرط



میں ترتیب ہو سکتی ہے وہ کہ باب بادشاہ ہے اور جواب اس روایت میں لفظ "اب" حقیقی معنی میں نہیں بلکہ بخاری معنی پر محمول ہے۔  
 جواب حقیقی اور تمام احوال کو شامل ہیں۔ اور ہر قول میں معنی عام ہی کا ارادہ کیا تھا۔ اس واسطے کہ کتاب التفسیر سورۃ آل عمران کی حدیث  
 میں لفظ "آباء" بصیغہ جمع آیا ہے (۴) جواب یہ کہ (فقد اعراف انہ لہو یحکم لہذا من الخ) اس کلام کو لازم بخود اور کلام جمہ  
 کے ساتھ موسوم کیا جائے اس لئے کہ "جحد" یا "جحد" کے معنی نفی میں اور کلام "نفی سابق کی تائید کرتا ہے۔ علامہ فتح اس نے کہا کہ  
 جواب یہ ہے کہ اسکو لازم المعنی کے ساتھ موسوم کیا جائے کیونکہ "جحد" یا "جحد" کے معنی مطلقاً نفی نہیں۔ بلکہ استہزیائی کہتے ہیں۔  
 اور لازم دانستنی کی تائید کے لئے کلام عرب میں آیا ہی نہیں ہے۔ یہ کیسے طرح درست ہوگا؟ اس لازم کو واسطے درجہ میں ہیں۔ اول یہ کہ اس سے  
 بیشتر متاثران ناقص یا نقصان کے دیگر معنی ہوں یا لہذا کے ناقص یا نقصان کے دیگر معنی۔ اور کلمہ "جحد" سے بیشتر معنی ناقص ہوتا ہے۔  
 جیسے میں شعر میں۔ **فَمَا جَمَعَ لِيْغْلِبَ جَمْعٌ قَوْمِيْ**۔ **مَقَاوِمَةٌ وَلَا فَرْقٌ لِّقَرْحٍ**۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ "فَمَا كَانَ  
 جَمْعٌ لِيْغْلِبَ جَمْعٌ قَوْمِيْ" یا جیسے ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں جو دروخت نخل ابوہریرہ کے ہاتھ میں فرمایا تھا۔  
 "مَا أَتَى لَدُنَّ عَصْمًا" تقدیر عبارت یہ ہے۔ "مَا كُنْتَ لَدُنَّ عَصْمًا" اور بریل کے تحقیق احادیث یہ دروخت نخل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 عنہ کے لئے موسوم ہے۔ یہ وہ ایک کلمہ نخل سابق کا فعل ایک چیز ہو۔ یہ دونوں شرطیں یہاں پر محقق ہیں۔ اور اس  
 "يَذَرُ" ویزر بمعنی ترک سے شق اور باب شیع سے متعدی ایک مفعول مستعمل ہے۔ لیکن اس لئے سے مضارع اور استعمال میں ہیں  
 ماضی و ہمزہ داخل نہیں۔ یعنی جب تم عزراں کرتے ہو کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ لوگوں پر چھوٹ بولنے کیساتھ تمہارے لئے تھے تو مجھے یقین ہے۔  
 ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر چھوٹ نہ بولیں اور دعویٰ نبوت کر کے خلیفہ چھوٹ بول دیں پس ان کا متہم بالکذب ہونا علامت نبوت پر۔  
 اس سوال ایک منزل نے دریافت کردہ امور کی ترتیب کو تبصروں میں موقوف کیا تھا کہ جو سوال میں مقدم تھا اسکو تبصروں میں مقدم کیا۔ لیکن  
 متبعین کی کمی بیشی اور ان کے انداز کے بارے میں سوال اہمیت کے بارے میں مقدم تھے۔ بلکہ تبصروں میں اہمیت کے بارے میں مقدم تھا۔  
 میں کیا کہتا ہے جواب کذب علی اللہ کی نفی کو متہم بالشان قرار دیتے اور اسکی اہمیت ظاہر کرنے کے باعث ترتیب نظر انداز کر دی گئی  
 (۵) جواب یہ کہ (وَهُوَ أَتَمُّ الرُّسُلِ) یعنی رسولوں کی ابتداء کو بحوالہ غائبنا چھوٹے لوگ ہی ہو کرتے ہیں کیونکہ انہیں عاجزی اور فروتنی  
 اور ہلاکت ہوتا ہے۔ جواب اتنا ہے۔ لیکن انہیں بخلاف بڑے لوگوں کے کہ وہ اپنے بچنے کے باعث ابتداء سے محروم رہتے ہیں۔ اور جب تم اس بات کے  
 متفرق ہو کہ چھوٹے لوگ ملاقا میں داخل تھے ہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۶) جواب یہ کہ (وَكُنْ لَكَ أَصْرًا لِّإِيْمَانٍ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ)  
 یعنی ایمان کی شان ہی ایسی ہوتی ہے کہ جب تک تمامیت کو نہ پہنچے تو مٹا خیر مٹا جھتی ہے اور اس کا تمام غماز۔ رفتہ رفتہ نہ کوڑہ وغیرہ ان  
 احکام کیساتھ ہوتا ہے جو تکلیف سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ جب باہر طور کمال تمام ہو گیا تو یہ روایت نازل ہوئی۔ **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ**  
**لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَارْتَمَتْ عَلَيْهِ الرُّسُلُ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا**۔ پس جبکہ قبول ایمان کے متبعین روز  
 بروز چھتے جاتے ہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۷) جواب یہ کہ (وَكُنْ لَكَ الْإِيْمَانُ حِينَ يَخْلُطُ بِشَاةِ الْقُلُوبِ)  
 ابن النخعی کی روایت باہر لفظ ہے۔ **وَكُنْ لَكَ حَلَاوَةً أَوْ إِيْمَانٌ لَا قَلْبُ حُلٍ قَلْبًا فَتَخْرُجُ مِنْهُ** یعنی شان ایمان یہ ہے  
 کہ جب کسی تارگی اور شامس قلوب میں سرایت کر جائے تو پھر نکلتی نہیں۔ اس واسطے کہ دین میں داخل ہونے کے بعد دین کو مکمل کرنا اس سے  
 کوئی گشتہ نہیں ہوتا۔ اور جب آپ صحت میں ہوں گے تو دین کو قبول کر کے پھر متفرق ہو کر اس سے گشتہ نہیں ہوتے۔ تو یہ علامت نبوت ہے۔  
 (۸) جواب یہ کہ (وَكُنْ لَكَ الرُّسُلُ لَا تَقْدِيْ) یعنی قبول ایمان سے پہلے شکی نہیں کرتے ایسی زمانہ سابق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتے  
 تھے کہ کوڑہ کے طلب کرے کوڑہ کے لئے تھے یا انہی کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکا طمع نظر آخرت ہوتا ہے پس قبول ایمان سے جبکہ



ہو سکتی نہیں کرتے تو علامت نبوت ہے۔ سوال ہر قل نے کیا سوال کئے تھے۔ ابو سفیان نے سب کے جوابات دے دیے جو اقبل میں  
 مقرر ہیں بروقت تصدیق ہر قل نے ہر سوال اور اس کے جواب کا اعادہ کیا لیکن نویں دوسری سوالات اور ان کے جوابات کو مقام تہجد میں ترک کر دیا  
 اس کی کیا وجہ ہے جواب یہ کہ ہر قل سے واقع نہیں ہوا بلکہ راوی سے اخذ کیا ہوا ہے۔ چنانچہ کتاب الحججہ کی روایت میں دونوں بابز لفظاً  
 موجود ہیں **وَمَا لَكَ كُلُّ امْرَأَةٍ مَعَهُ وَ قَالَتُ لَهُمْ قُلُوبُكُمْ مِنْكُمْ اَنْ قَدْ فَعَلَ اَنْ حَرَّجَكُمْ مِنْكُمْ اَنْ يَكُونَ دُولاً وَ كَذَلِكَ لَقَدْ ارسلنا  
 نوحاً وَاِسْحٰقَ وَاٰدَمَ اَنْ يَكُونَ لَكُمْ اٰيَاتٍ** یعنی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم نے ان سے جنگ کیا ہے تو تم نے اس کا اقرار کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ میں کبھی  
 ہم کا سیلاب ہوتے ہیں دیکھی وہ۔ تو عادت الہی ہو گئی جاری رہی یہ کہ سوال کے ساتھ جملہ کئے گئے مگر انجام نہیں کے ساتھ رہا پس ہر جنگ  
 علامت نبوت ہے۔ سوال کیا ہر قل نے سوال کے جوابی الفاظ کی نقل مطابق اصل نہیں سمجھیں کی شئی ہوئی ہے کیونکہ بعض الفاظ جو ہر قل  
 نے ذکر کئے ہیں ابو سفیان کے بیان کردہ نہیں۔ اور ابو سفیان کے بعض جوابی الفاظ جو ہر قل نے نقل میں ترک کر دیے ہیں۔ چنانچہ ہر قل نے جوابی الفاظ کی  
 نقل میں طور کی ہے۔ **وَقَدْ كُنتَ اِنَّهٗ يٰ اٰمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئاً وَ يَنْهٰكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاٰلِهٖ دُوْنَ اللّٰهِ** و  
 يٰ اٰمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَ الصَّدَقٰتِ وَ الْعَقٰقِ۔ انہیں نشان دہانہ الفاظ ابو سفیان کے نہیں یہ مثنی ہوئی اور آخر سے **وَالصَّلٰوةُ تَرَكُ**  
 کر دیا کی ہوئی۔ نیز ابو سفیان کے ہر جواب پر ہر قل نے بطور تصدیق کچھ نہ کچھ کہا تھا اس جواب پر نیز بطور تصدیق کچھ نہ کچھ کہا اس کی وجہ کیا ہے۔  
 جواب ہر قل کے سوال نہ کہ **هٰذَا يٰ اٰمُرُكُمْ** کے جواب میں ابو سفیان نے **اَوَّلًا صِدْقٌ فَخُصِّصَ** اعبداً للہ وحدہ ذکر کیا تھا اس کا  
 جو امر بعبادۃ اللہ کو مقتضی ہے اور وحدہ کی تفسیر اور **وَمَا تَرْكُوْا اَمَّا يَقُوْلُ** آباء کہہ سے نفی عن عبادۃ الا وذل ان مستفاد  
 ہوتی ہے۔ نظریہ ان نشان دہانہ ہر دو جملے ہر قل کے کلام میں از قبیل **نقل بالمعنی** ہیں جس میں نقل کی لفظی مطابقت اصل کی ساتھ باقی نہیں ہوتی  
 پس اگر عدم مطابقت نقل سے اس واسطے عدم مطابقت بحسب اللفظ ہے تو سائل کا یہ کہنا صحیح ہے کہ نقل مطابق اصل نہیں۔ لیکن  
 اس سے ہر قل پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا کہ تصدیق بحسب المعنی کیے جوابی الفاظ کی نقل بحسب اللفظ ضروری نہیں۔ اور اگر اس واسطے عدم  
 مطابقت بحسب المعنی ہے تو سائل کا یہ کہنا کہ نقل مطابق اصل نہیں غیر صحیح ہے کیونکہ تصدیق بحسب المعنی کے لئے نقل بحسب المعنی  
 میں مطابقت معنی کا نقل کرنا ضروری نہیں کہ عدم مطابقت کا اعتراض صحیح ہو۔ بلکہ اس کیلئے التزم معنی کی نقل کفایت کرتی ہے۔ اور نقل  
 بحسب المعنی کی صورت میں الفاظ کی مثنی قابل اعتراض نہیں ہوتی۔ اور لفظ **صلۃ** کو عدلت میں تفسیر سابق حدیث کو یہ ہے یا یوں کہا جاتا  
 کہ **کُنَّا فِیْ عَمَلِہٖ الْقَامَرِیْ** کہ عفاف کا ذکر **صلۃ** کو مستلزم ہے کیونکہ جب حرام اور حلال مروت افعال سے اجتہاد تحقیق ہوگا۔ جو  
 معنی عفاف میں تو اس کے ساتھ **وَاللَّفْظُ** نہ محنت بھی پائی جائیگی جو معنی **صلۃ** میں۔ ہر گز یہ کہی جی قابل اعتراض نہیں۔ اور ان جوابی الفاظ  
 پہ لفظ تصدیق تفسیر سابق حدیث میں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ **وَكَذٰلِكَ لَقَدْ ارسلنا نوحاً وَاِسْحٰقَ وَاٰدَمَ اَنْ يَكُونَ لَكُمْ اٰيَاتٍ** یعنی وہ حکم کرتے  
 ہیں کہ صحت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور نماز پڑھو۔ اسگوئی اور عفت یعنی پاک طہنی اختیار کرو جیسے کہ تم نے ابھی ہمارے سامنے اقرار کیا ہے تو رہا  
 سابق میں دیگر رسول بھی ان باتوں کا حکم کرتے تھے پس امور مذکورہ کا حکم کہ علامت نبوت ہے۔ سوال نسبت علی آپ سے پیشرویش  
 میں **وَمَوٰی زُوْتٌ مِّنْکُمْ** آپ کے آباء سے کسی یاوشاہ نہ بنا چھوئے لوگوں کی اجتماع میں بوقت اجتماع کہنے والوں کی مذکور زیادت عدم امتداد  
 عدم تہمت کتب۔ عدم عدم تہمت۔ مقلدین میں علی علیہ السلام امور مذکورہ کا حکم کرنا۔ ان گناہہ میں سے ہر ایک کے ہر قل نے علامت نبوت کو ملحوظ  
 اولہ تھا لیکر بہت غیر شئی اشخاص ایسے گئے ہیں جنہیں بعض امور مذکورہ موجود تھے جو جواب تو ریت۔ انجیل وغیرہ کتب قدیم میں یہ عالم تو عیسٰی  
 جتا ہے جو معنی امور مذکورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آکرم وسلم کے دیگر اوصاف کیساتھ ملے ہوئے ہیں مذکورہ تھے تو امور مطلقا ہر قل کے لئے علامت نہیں بلکہ ہر قل کے  
 لئے علامت قرار دیا گیا تھا۔ انہیں کتب قدیم سے ہر قل کو علم حاصل ہوا چنانچہ ان کے امور مذکورہ میں سے ہر ایک کو علامت نبوت بتایا۔ لیکن انی عماد اللہ



وہ ان کے انکار کی وجہ سے

فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا لَمْ يَزَلْ فِي كَلْبٍ مُّشْكٍ مُّوَسَّعٍ ۖ أَسَلْتَ اسْتَعَالَ كَيْدًا ابْنُ سُلَيْفَانَ  
 بیان از قبیل خبر ہے جس میں مدینہ مکہ میں دلوں کا احتمال ہوتا ہے۔ فَاَنْذَلَا "ان" اور اِذَا "اگرچہ" دونوں شرط کو اسلئے آتے ہیں  
 مگر دونوں میں معنوی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اَوَّلُ "اول" کا وہ شکل و روم اظہار کر رہا ہے اور اَعْلَى حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اَوَّلُ جائز ہے اور  
 دوم جازم نہیں۔ اسی فرق معنوی اور علمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اَلَا شَبَّاهُ وَالظَّالِمُ بَعَثُوا فِي قَدْسِ سِرَةِ الْعَوْنِ لَمْ يَكِ حَيْثُ تَارَانِ وَكَا  
 جواب اصحبتا اشعار ذکر کیا ہے۔ جِسْمُ تَارَانِ۔ سَلَامٌ عَلَى شَيْخَةِ الْمُتَحَاذِرَةِ وَقُلْ لَّكَ ۚ هَذَا اسْئَالٌ مِّنْ حَيْثُ تَعْظُمُ  
 اَنَا اِنْ شَكَلْتُ وَجَدَ مُمَوَّنِي جَا زَمًا ۚ وَاِذَا اَجَزَ مَتَّ قَائِلِي لَمْ اَجْزِمْ مَكَاجِرًا ۚ هَذَا اسْئَالٌ عَامٌّ فِي كَلْبَيْنِ  
 شَرْطِيَّوْنِ ۚ وَاِذَا اسْرَادَ مَكِيَّوْنِي ۚ اِنْ اَنْ تَطَفَّتْ بِهَا فَاَنْ تَا فَتَزِيْمُ ۚ وَاِذَا اِذَا قَائِلِي بِهَا لَمْ تَجْزِمْ  
 وَاِذَا اِلْمَا اَجْزَمُ الْفَتَى يُوْقُوْعُهُ ۚ بِخِلَافِ اِنْ فَا تَقْضَمُ اَحْمَى وَفَقْهَمُ۔

(موضع قل می ہا تین) سے مجازاً تین بیت امقدس مراد ہے کہ اس گفتگو کے وقت ہر قل وہیں پہنچا یا ہر قل کا  
 ہوا ملک ہر قل یا وہاں جا قبیل اطلاق جزو ارادہ کل ہے (قَدْ كُنْتُ اَعْلَى اَذَلْ خَارِج) یہ بات انہیں علامات کی بنا پر کہی جو کتب  
 قدیر سے اس کے علم میں آئی تھیں اور سورہ عمران کی ثابت باہر لفظا ہے۔ (وَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَانْزِلْنِي) اور حکم الیٰ محمد  
 کی روایت باہر الفاظ (هَذَا بِصَفَةِ نَبِيٍّ) اس سے یہ مراد نہیں کہ امور مذکورہ مطلقاً صفات نبی ہیں بلکہ لفظ "نبی" پر توہین کرنے کا تعلیم ہے  
 پس معنی یہ ہو گئے کہ امور مذکورہ ایک نبی معظم کی صفات ہیں جن کے ہونا میں منتظر ہوں۔ اور ہمارے یہاں ان کی اور ان کے بار بار کی تصویر  
 نگہ موجود ہے۔ چنانچہ امالی عماد علی میں روایت اصحابائیں بطریق ہشام بن عروہ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سُلَيْفَانَ ہے  
 كَمَا فِي الْقِسْطِ اَلْنَبِيِّ كَمَا بَصُرِي كَمَا مَرَّ ابْنُ سُلَيْفَانَ سَ كَمَا لَأَنَّ كِي تَصَوِّرُ يَدُ كَيْفَكَ بَعْثُ ابْنِ بُو كَا ابْنُ سُلَيْفَانَ بُو كَا ہاں یہ بیان ہو گیا  
 ابوسلفیان کہتے ہیں کہ میرے ایک گھر سے میں داخل کیا گیا وہاں دو آدمی تصویر دیکھی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے گھر سے میں تو وہاں میں نے پہلی  
 تصویر اور ابو بکر کی تصویر دیکھی

رَفُلُوا عِلْمًا اِنِّي اَخْلَصُ اِلَيْهِ اَلَا اَزَابَ نَصْرِي نَصْرِي خُلُوصٌ بِاخْلَاصٍ مِّنْ شَيْءٍ ۚ جِسْمُ كَيْدٍ مِّنْ اَخْلَاصٍ مِّنْ  
 مختلف ہوتے ہیں۔ "خلص من العلالہ" بمعنی "نجاء" اور "خلص من القوم" بمعنی "اعتزل لخدم" آتا ہے اور "خلص" بمعنی  
 "صاحب خاص" بھی آتا ہے اور وہ "صلہ" "الی" یا "با" ہو تو بمعنی وصول ہوتا ہے جیسے یہاں ہے اور "تجسمت المرسل" بمعنی کہت  
 "محظمتہ" اور "تجسمت فلا نام من ملل القوم" بمعنی اختارۃ وقصدت قصد آتا ہے۔ اور "تجسمت کلا من معنی  
 تکلفہ علی مشقہ" یہاں اس معنی میں ہے۔ اس تجسم سے مراد ہجرت ہے جو اُن نے اپنے سے قطع کر کے بیشتر ہر سلم پر فرض بھی اہل مد  
 یہ ہے کہ اگر تعین دتا کہ سلامتی کیساتھ اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا تو ہجرت کر کے ہجرت ماقات کمال کرتا مگر خوف ہے کہ باگاہ نبوت کی  
 حضوری سے پہلے قتل کر دیا جاؤں جیسے کہ ضحاک طبرانی کا سلام لانے کی بنا پر وہ میوں نے قتل کر دیا تھا جس کی تفصیل منقریہ آتی ہے۔  
 (وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَ الْفَسَلَتِ عَنْ قَدَمِيهِ) اور (وَلَا بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ  
 وَالنَّبِيُّ) کی روایت ہے (وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَ الْفَسَلَتِ قَدَمِيهِ) اور روایت شد ان عَنْ اَبِي سُلَيْفَانَ میں ہے (وَلَوْ عَلِمْتُ  
 اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا اِلَيْهِ حَتَّى اَقْبَلَ رَأْسَهُ وَانْغَسَلَ قَدَمِيهِ) غُصْلُ متعدی بنفسہ ہے جیسا کہ ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہوتا  
 ہے۔ نظروں اور روایت زیر بحث کی توجیس بعض مترجمین نے فرمایا کہ غُصْلُ "میں ازلت کے معنی کی تفہیم ہے۔ ایسا اسلئے کہ "غُصْلُ" واقع  
 ہوا ہے ا قول اس تقدیر پر غُصْلُ کا مفعول یہ تقدیر ہو گا اور وہ لفظ بمعنی "دشمن" ہو سکتا ہے۔ اب سنیوں میں گئے کہ اگر مجھے خبر نہ تھی















پر مقدم ذکر کیا گیا ہے اس لئے بادی نظر میں مستہاد پیدا ہوتا ہے کہ دعوت نامہ میں بھی اسی طرح مقدم ذکر کیا جائے تاکہ بلا تکرار بتقدیم بقیس کی حکایت میں ہے جس سے ٹھیکى عندہ میں مقدم ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ امام راہزی قدس سرہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ تقدیم حکایت میں ہے۔  
 ٹھیکى عندہ میں نہیں تقدیم کیے بلکہ ششم جہت میں ہے: البعث الثانی یقال لما قدم سلیمان اسمہ علی قولہ یٰسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (جوابہ) حاشا نہ من قذک بل ابتدا اھو یسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وانما ذکر بقیس ان هذا الکتاب من سلیمان ثم حکت ما فی الکتاب واللّٰہ تعالیٰ حکم ذلک فالتقدیم واقع فی الحکایہ ترجمہ دوسری بحث اس مقام پر یہ کی جاتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے دعوت نامے میں بے نام کو یسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ پر کیوں مقدم کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا دامن اس سے پاک ہے بلکہ انہوں نے دعوت نامہ میں: اِسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے فرمائی تھی البتہ بقیس پہلے اس بات کو ذکر کیا کہ یہ دعوت نامہ سلیمان کی جانب سے ہے پھر دعوت نامہ کے اندر وہی مضمون کو جس سے اُن کے نام کو قول بقیس میں تقدیم حاصل ہو گئی اس لئے تعالیٰ نے اُسی کی حکایت فرمادی تو یہ تقدیم حکایت بقیس میں واقع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قول بقیس کی حکایت فرمائی ہے بشریعت سابقہ کی نہیں حتیٰ کہ مسائل کا اقرار ضرر مست ہو: **اقول** بحاکم الفاظ: ثم حکت ما فی الکتاب: اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عبارت: مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ صَبَیْہا دعوت نامے کے اندر نہ تھی۔ تو  
 کا محالہ دعوت نامے کے نقطہ پر ہوگی جہاں پر یہ تحریر کیا جاتا ہے: بَلْکَ السَّامِی تَحْتَاجُ نَحْوَ عِلَامَہ قَسْطَلَانِی قَدَسِ سَرَّ السَّامِی نے اسی مسئلہ پر بحث پر ارشاد السامی میں فرمایا: فان قلت قد قدم سلیمان اسمہ علی البسملة اجیب انما ابتدا بالبسملة وکتب اسمہ عنوانا بعد ختمہ لان بقیس عرف کونہ من سلیمان بقراءة عنوانہ المعہود فی ذلک قالت انہ من سلیمان انه یسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ فالتقدیم واقع فی حکایہ الحال: ترجمہ اگر  
 حرم اصراف کو کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام کو یسْمِی اللّٰہُ پر مقدم کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دعوت نامہ کی ابتدا یسْمِی اللّٰہُ ہی سے کی تھی اور دعوت نامہ پر سبیل ہر کر کے تہ کے مقام پر اپنا نام ہا میں طور لکھا تھا: مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ صَبَیْہا: اسلئے کہ بقیس کی دعوت نامے کا مخاطب سلیمان ہونا معلوم تہ کی عبارت پڑھ کر معلوم ہو گیا تھا اسلئے  
 اُس نے ترتیب علم ملحوظ رکھتے ہوئے کہا: ان من سلیمان وانہ یسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کہ ابتدا تہ کے مقام پر نظر رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دعوت نامہ سلیمان علیہ السلام سے پھر پھل کر دیکھ تو پہلی نظر یسْمِی اللّٰہُ شریف پر پڑی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کی گئی ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام کے نام کی تقدیم واقع کی حکایت سے ترتیب علم پر مبنی ہے۔ دعوت نامے میں نہیں۔  
 تقدیم فی الحکایہ کی ایک وجہ بھی ہے جبکہ عبارت دعوت نامہ کی ترتیب حسب سبیل ہو جیسے کا ارشاد العقل سلیم و فیہ وقایہ میر  
 کہ دعوت اسی پر مبنی ہے: کَمَا سَمِیْتَنِیْ یَسْمِی اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ من عبد اللّٰہِ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ صَبَیْہا  
 السَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ اتَّبع الھدی اٰمًا بعد فلا تَعْلُوا عَلَیَّ وَ اَتُوْنِیْ مَسْلَمِیْنَ اس ترتیب میں قسیم مقدم اور سلیمان علیہ السلام کا نام  
 مرتب ہے مگر بقیس نے بروقت حکایت اُن کا نام مقدم اور قسیم کو متفرق کر لیا۔ اس لئے کہ قول بقیس: انہ من سلیمان واللّٰہ یسْمِی  
 الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ مقام تعلیل میں واقع ہے کہ اُس نے دعوت نامے کے کہیم باعزت ہو کی علی سبیل المتوفی و ولت بیان کیوں جو کو توفی  
 مِنْ اٰلِہِی الٰہِی الٰہِی اَلَا عَلَیَّ اِنِّہَا جَانِبٌ مَّغْرِیْبٌ مَّا لَیْکُمْ مَعُوذَہ کَا اِسْتَعَالَ اِسْمَی اللّٰہِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کی غفلت کے پیش نظر گواہ  
 نہیں: خیر: (۱) یہ کہ دعوت نامہ عزت والا اس لئے ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی جانب سے آیا ہے جو بادشاہ وقت ہیں (۲) یہ کہ اس دعوت نامے  
 کا آغاز نہایت جہان رحمت والہ اللہ کے نام سے کیا گیا ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے پس ثابت ہوا کہ تقدیم فی الحکایہ



صورت مذکورہ میں قلیل علی سبیل الترتیب پڑتی ہے۔ اس توجہ کی بنا پر آیت مذکورہ کی وجہ اعراب یہ ہوگی کہ قالت "فلنہیں  
ضمیر مجھ" مستتر ارجح بسوئے اصرار "یعنی یقیناً" یا ایتھا الملاء جملہ اذانی الفی الی کتاب کریمہ" جواب نہ "انہ میں  
سلیمان واندہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہر دو جملے معللہ "ان لا تغلوا علی و اتوئی مسلمان" موضع رفع سے کیونکہ  
کتاب سے بدل بعض ہے بشرطیکہ "ان" ناصب ہو الذاکر حرف تغیر ہے تو بعد کے لئے عمل اعراب نہیں گذرانی وجوہ الاعراب والقرآن  
لابی البقا العکبری قدس ستور۔ مخفی شے کے اس تقدیر پر پہلانی دعوت تائید کو نبوی دعوت تائید کیا تھ ترتیب تیسرا اور اسم میں  
تو فی سائل ہو جائے جس سے مذکور ترتیب کی تائید کر سکتے ہیں۔ نیز تقدیر فی الحکامہ کی ان دونوں توجہات پر آندہ میں سلیمان واندہ  
یشہد اللہ الرحمن الرحیم "میں ضمیر منصوب اول کا مرجع "کتاب" یعنی کل مکتوب ہے اور ضمیر منصوب ثانی کا مرجع بعض مکتوب ہے یعنی ماسوا  
تسمیہ مرد دعوت نامے میں دو تسمیہ کا ہونا لازم آئیگا۔ فتاویل فانہ یمتاج الی تحبید الذہن جواب و وہم مذکورہ آیت  
ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامے کی ابتدا یشہد اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی۔ اسکی تفصیل  
یہ ہے کہ مفسرین کرام نے "انہ من سلیمان واندہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ ہر دو جملے  
معللہ ہوں کہنا ذکرنا انفا یہ احتمال ظاہر ہے۔ و وہم یہ کہ ہر ایک کو مجملہ سے انفع حوالہ مقدور کا جواب قرار دیا جائے تو یک مقام میں  
میں مذکور ہے ہمارے خیال ناقص میں احتمال خالی از محذور نہیں۔ اسی واسطے غیر ظاہر ہے۔ لزوم محذور کی وجہ یہ کہ جب یقین سے کہا۔  
یا ایتھا الملاء فی الفی الی کتاب کریمہ" لے سوار ویرے پاس یک حرکت والا خط "دعوت نامہ" والا گیا ہے یہاں ہر کتاب  
یعنی مکتوبہ" تو باقتضا و طبع یہ سوال پیدا ہوا کہ خط "دعوت نامہ" کس کے پاس اس سوال کے جواب میں کہا گیا "انہ من سلیمان واندہ یشہد  
"دعوت نامہ" منجانب سلیمان ہے اس جواب میں بھی ضمیر منصوب کا مرجع "کتاب" بعض مکتوبہ ہر سوال پر یا ہر اکس خط "دعوت نامہ"  
کا مضمون کیا ہے یا نہیں کیا لکھا ہے تو اسکا جواب صرف "انہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہے یا "انہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم  
ان لا تغلوا علی و اتوئی مسلمان" ان دونوں تفادیر پر ضمیر منصوب کا مرجع کتاب یعنی مکتوبہ فیہ ہے اور نیز یہ سوال مضمون  
یا "مکتوبہ" مضاف مقدور ہے۔ بر تقدیر اول خبر "ان یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہے اور بر تقدیر ثانی یشہد اللہ الرحمن الرحیم  
ان لا تغلوا علی و اتوئی مسلمان بر تقدیر اول جواب ہے کہ اکس کا مضمون یشہد اللہ الرحمن الرحیم ہے یا "اس یشہد اللہ  
الرحمن الرحیم" لکھی ہوئی ہے اس صورت میں محذور لازم آتا ہے کہ جواب ال کے مطابق نہیں کیونکہ ہر قسم سوال سے سائل کا نشانہ ایسی چیز کا  
حیاد نہ کرنا ہو اگر تلے جو خط "دعوت نامہ" میں مقصود بالذات ہو ظاہر ہے کہ تمہید دعوت نامے میں مقصود بالذات نہیں وہ تو حصول برکت کے  
لئے ہوتی ہے۔ اور بر تقدیر ثانی جواب ہو اکس کا مضمون یشہد اللہ الرحمن الرحیم ان لا تغلوا علی و اتوئی مسلمان ہے یا اس  
میں لکھا ہوا ہے اس صورت میں مقصود بالذات مذکور ہونے کی وجہ سے جواب مطالب سوال ہو گیا اگرچہ مقصود بالعرض تسمیہ صبی مذکور ہے مگر  
محذور لازم آتا ہے کہ حکایت خلاف واقع ہو جائے کیونکہ خط "دعوت نامہ" میں "ان لا تغلوا" لکھا ہوا تھا بلکہ لا تغلوا "بغیر ان"  
تھا حبیب کہ دعوت نامے کی قرابت کردہ عبارت ظاہر ہے۔ نظر براں احتمال دوم خلاف ظاہر ظہر۔ اور احتمال اول پر چونکہ اس قسم کے محذور  
لغزوات لازم نہیں تھے اسلئے وہ ظاہر قرار پایا۔ لیکن احتمال اول پر ان کی خبر یشہد اللہ الرحمن الرحیم یا مع اندہ عبارت  
کے نہیں بلکہ یا "کامشعلی" ہے جسکی تقدیر میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ لفظ "مقصوداً" ہو۔ و وہم یہ کہ لفظ "تائید" یا کوئی اور لفظ  
قبیل فعال غالب بر تقدیر احتمال اول آیت کا مضمون دعوت نامے کی طرف اس ترتیب پر حادق آتا ہے جو تقدیر ہم فی الحکامہ کی وجہ میں  
میں ذکر گئی اور بر تقدیر احتمال دوم اس پر بھی حادق آتا ہے اور اس ترتیب پر بھی جو کج جلالین وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ ہمارے خیال ناقص میں











جیسے اس آیت میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا لِقَوْلِهِ** اس آیت میں امر کو دوام کے لئے کہاں درستی نہیں کیونکہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی تو معنی آیت یہ ہوئے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا لِقَوْلِهِ** تورات میں امر خلاص کے لئے ہے نہ دوام کی واسطے جواب آیت مذکور کے نزول میں تین قول ہیں را، بھاجد کا کہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ امر کا خلاص کے لئے ہونا اسی قول پر مبنی ہے (۲) بعد اللہ میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ مومنین اہل کتاب کے بارے میں اس کا نزول ہوا تھا (۳) ایک جماعت محشر میں نے یا اختیار فرمایا ہے کہ سُنّت میں خطاب مومنین اور اسلام یہ ہے: **وَأُولَئِكَ رَدُّوا قَوْلُ اللَّهِ فِي شَيْءٍ** آیت میں امر دوام کے لئے ہوا۔ اور انہیں کے ماتحت آیت کو تمثیل میں پیش کیا گیا ہے۔ اجماع و دلالت کی وجہ یہ ہے کہ ایک جہاں ہے جہاں پر لایا لائے گا۔ اور ایک محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا یا یہ ہے کہ ایک جہاں ہے اسلام لائے پر اور ایک جہاں ہے نصیحت کے قبول اسلام کا سبب بنتے ہیں۔

**(الثم الدیریسین)** "یریسین" بروزن انگریزی کی جمع ہے جو اصل میں "ارلسین" تھا اس واسطے ایک روایت میں (ارلسین) آیا ہے اور ایک روایت میں "یریسین" اور ایک روایت میں "ارلسین" باضافہ اپنے نسبت وارد ہوا۔ اول "یریسین" کی جمع ہے۔ اور ثانی "ارلسین" کی غرض کہ اس معنی میں چار وجوہ مردی ہیں۔ ابن فارس نے "ارلسین" کے عربی ہونے کا انکار کیا جو جھڑی ہے کہا کہ شامی زبان کا لفظ ہے بعض نے کہا کہ "ارلسین" اپنی اصل ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں تغیر ہوا ہے کہ اصل میں "ارلسین" تھا جو "ارلسین" سے مشتق ہے۔ عین کدر کو فاقی کدر اور فاقو عین کی جگہ کر دیا۔ بہر کیف "ارلسین" کے معنی کی تفسیر میں چند قول ہیں (۱) کا مستحکاران (۲) اصراء (۳) اہل کس یعنی ٹیکس گیرندگان (۴) اختلاف و دخول یعنی خدمت گزاران و متعلقین (۵) منکرین (۶) یہود و نصاریٰ متبعین عبد اللہ ابن ابی نعیم نامہ سابق میں لکھ رہا ہے۔ اس نے اور اسکے ساتھیوں نے اپنے ہمارے شہید کیا تھا۔ اسی تقدیر پر پائے نسبت اپنے حقیقی معنی پر ہوگی۔ اور دیگر معانی پر برائے برابر القیاسی امور میں۔ یہاں پر برہنہ کے مسلک صحیح بدل معنی مراد میں کیا کہ دیگر روایات میں ان کی تصریح آگئی ہے۔ چنانچہ ابن اسحق کی روایت بطریق فرسوی میں ہے: **فَلَنْ عَلَيْكَ** **الْقَدْرُ** **الْكَارِثِينَ**۔ اور قافی نے ہی روایت میں ان کا ردین کی تفسیر **خَرَّائِثِينَ** سے کی ہے۔ اور روایت صدائینی میں ہے: **فَلَنْ عَلَيْكَ** **الْقَدْرُ** **الْكَارِثِينَ**۔ **أَتَاكَ** **أَسْرًا** اور **فَلَنْ** کا مستحکار کہتے ہیں۔ لیکن عجاؤں نظر اطلاق البحر و قارم لکھ کل کل رکھایا مراد ہے۔ اور اس جہ کی ذکر میں تخصیص یا برہنہ کی گئی کہ اس کا مستحکاران اکثریت میں ہوتے ہیں۔ معمول نبوی ارشاد **فَلَنْ عَلَيْكَ** **الْقَدْرُ** **الْكَارِثِينَ** قرآنی آیت **لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى** کے مخالف ہے کیونکہ آیت دلالت کرتی ہے کہ گناہ کی جہتیت گناہ تک محدود ہے گی۔ دوسرا اُنہیں مافوق نہ ہوگا۔ اور نبوی ارشاد دلالت کرتا ہے کہ رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ہر قتل پر موقوف ہے جو جواب ہر قتل پر موقوف ہونے کے ایک نسخہ کے اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا سبب بنتے ہیں کہ باجماع رعایا مذہب میں بادشاہ کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اسی واسطے مثل مشہور ہے **أَلَا تَسْمَعُونَ** علی بن ابی طالبؑ کے چوتھے قتل کا اسلام قبول کرنے سے انحراف رعایا کے عدم قبول واسطے حبیبتا۔ اسے ہر قتل پر موقوف ہونے کی نسبت ہوا نبوی ارشاد سے ہی مراد ہے۔ اور آیت **أَلَا تَسْمَعُونَ** اس کی نفی نہیں کرتی۔ اور اسلام قبول نہ کرنے پر موقوف رعایا سے ہوگا جس کا اثبات ہر قتل پر نبوی ارشاد نہیں کرتا۔ اور آیت **أَلَا تَسْمَعُونَ** اس کی نفی کرتی ہے۔ پس نبوی ارشاد اور آیت میں مخالفت نہ ہو۔ اور نبوی ارشاد سے ثابت ہوا کہ ہر قتل پر موقوف ہونا ہے۔ ایک خود اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے قبول نہ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ معمول نبوی ارشاد میں ہر قتل پر موقوف ہونا ہے۔ پہلے کا نہیں پھر نبوی ارشاد سے دونوں کا اثبات کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ جواب کلام میں مع اثبات مخالفت ہے جس پر معنی دلالت کرتے ہیں۔ کہ جب برہنہ کی مسببت گناہ لکھ دیتا ہے تو خود قبول نہ کرنے پر



بشر اولیٰ انکار ہوگا۔ اصل کلام یہ ہے: **وَإِنْ عَلَيْنَا مَثَلٌ كَبِيرٌ**۔

**رَبِّ اَهْلِ الْكِتَابِ** الخ راویان بھی بخاری جیسے اصیلی راویوں کی روایت میں "واو" نہیں، یہی تقدیر جملہ قارئین آنحضورؐ بدعا یا کلا سلا مہر کا بیان ہے۔ عبدوس، قابیہ اور نسفی کی روایت میں "واو" ثابت ہے۔ اس تقدیر پر

"واو" مستند پر نقل ہے جو ان عوارض پر معطوف ہے تقدیر عدلتوں پر ہوگی۔ ان عوارض بدعا یا کلا سلا مہر قول لک ولا تباغث یا اهل الکتاب الخ۔ سوال اس تقدیر پر معطوف کا حضرت اہل حق و عارفین کی بقا لازم آئے گا جو حاضر نہیں۔ جواب یہ اس وقت ناجائز ہے

جیکہ معطوف جمع متعلق کیساتھ مفرد ہوا اور اگر بعض تعلقات باقی ہیں جو خود تک معمول ہوں تو جائز ہے جیسے آیت **وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْآيَةَ** میں کہ اخلصوا المعطوف "واو" کے بعد مفرد ہے اور کلا یتسکن "مذکور" کا مفعول یہ ہے محقق نہیں ہے کہ تقدیر

کی طرف متعلق اس وقت ہوگی جبکہ **يَا اَهْلَ الْكِتَابِ** کو قرآنی آیت قرار دیا جائے جو اہل نبوت میں دعوت نامہ تحریر کرنے پر مشتمل ہوگی حتیٰ جیسے کلام ابن اسحق، اسکی جانب پر کرتا ہے۔ اور اگر یہ اختیار کیا جائے کہ آیت کا نزول وفد بخران کے قتلے میں ہوا ہے جو شہر میں واقع

ہوا تھا تو اس تقدیر پر الفاظ کلام رسول ہیں۔ کیونکہ دعوت نامہ نقد وفد بخران سے چند سال پیشتر مسیح کے داخلہ میں تحریر کیا گیا تھا پھر وحی نبوی الفاظ کے موافق نازل ہوئی۔ نظر ہر ان تقدیر پر معطوف کی طرف احتیاج نہ ہوگی اور اب یہاں "واو" بدعا یا کلا سلا مہر پر معطوف

"انما" کا جواب باقی قرار دیا جائے لیکن یہ قول حدیثات سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ متقدمین علمائے کرام نے جو قرآن وحدیث کے ساتھ حالت تھے دعوت نامے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ وہ کلا فرکی جانب آید نہ آیات تحریر کر کے بھیجا جائے جسے استدلال سے درست

ہو سکتا ہے جبکہ ان الفاظ کو قرآنی آیت قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ اگر الفاظ مذکورہ کلام رسول ہوتے تو **وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ** البیت نہ لایا جاتا حالانکہ دعوت نامے میں **فَإِنْ تَوَلَّوْا** البیت مذکور ہے۔ نیز فقہولاء "نہونا" جاب ہے حالانکہ مخاطب ہر نقل اور اسکی جماعت نہیں ہو سکتی۔

بلکہ صرف قاشہدوا "حالانکہ دعوت نامے میں فقہولاء" موجود ہے تو معلوم ہو کہ یہ الفاظ قرآنی ہیں کلام رسول نہیں **رَبِّ اَهْلِ الْكِتَابِ** سے مراد وہ سوالات و جوابات ہیں جو ہر نقل میں بیان کئے تھے (الصحیح) آقاوند کے اختیار کو کہتے ہیں جو وقت

مخیر ہوتا ہے (امیر) باب شیع سے معنی عظیم ہے (ابن ابی کبشہ) سے مراد عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام ہیں عرب کا دستور تھا کہ کسی کی تفسیر کرتے وقت اسکو نسب غیر معروف کی طرف منسوب کرتے تھے اسی نظریہ کی بنا پر ابوسفیان نے ایکو ابوکبشہ کی طرف

منسوب کیا جن کی طرف نسبت معروف تھی۔ اور بقول ابوالفتح: "اماری و ابن ماحولاء ابوکبشہ" آپ کے رضاعی باپ تھے۔ ان کا نام حضرت بن عبد العزی تھا جو بقول ابن یحییٰ و مشرت باسلام تھے۔ کبشہ نامی ان کے ایک لڑکی تھی جسکی وہم سے

ان کی کنیت ابوکبشہ ہوئی۔ اور کلبی نے کتاب الدقائق میں بیان کیا کہ یہ ابوکبشہ حضور رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر ہونے کا نام بھی ہی تھا۔ اور ابن ماحولاء نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے والدین انکی کنیت بھی

"ابوکبشہ" تھی۔ اور ابوالحسن جرجانی نسبہ (علم النساب) مہر نے بیان کیا کہ یہ ابوکبشہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نانا کے نانا ہیں اسلئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب آپ کے نانا ہیں اور وہب کی والدہ قیلہ کے

والدہ ابوکبشہ تھے جو وہب کے نانا تھے اور بعض نے فرمایا کہ وہب کی کنیت بھی ابوکبشہ تھی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ ابوکبشہ حضرت عبد المطلب کے نانا کی کنیت ہے جن کا نام عمر بن زید خزارجی تھا۔ ان کے علاوہ ابوکبشہ

کے باپس میں اور بھی اقوال ہیں، انہیں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نسب غیر معروف کی جانب ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے جو ابوسفیان کا مقصد ہے







[illegible]











کا اطلاق مجازاً نہیں بلکہ اس میں صریحاً لکھا ہوا ہے۔ **هَذَا كَلَامُهُ قَدْ ظَهَرَ** کہ اس میں لفظ "ہذا" اپنے معنی پر ہے۔  
 کیونکہ اس سے مراد عرب میں ہے۔ کہ اس میں عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** کی جگہ **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 ہے کہ وہ یہ کہ عربیوں میں **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 دولت کے معنی میں لکھا ہے کہ اس میں عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 بعض نے کہا کہ **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 میں الفتح کے بعد عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 معانی میں عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 فی حینہ المشرق یعنی اس وقت کہ مشرق میں ہے۔  
 بیجا تھا۔ روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔  
 اس میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

**رَجُلٌ مِنْ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** یہ رجل کی صفت تائید ہے اور **رَجُلٌ** اس کا اسم  
 صفت اولیٰ تھا۔ اس میں عربیوں نے **رَجُلٌ** لکھا ہے۔  
 اب بعض صاحبان نے **رَجُلٌ** لکھا ہے۔  
 شیعہ نے کہا کہ یہ لفظ **رَجُلٌ** لکھا ہے۔  
 جنہو نے اس کے درمیان میں **رَجُلٌ** لکھا ہے۔

**هَذَا كَلَامُهُ قَدْ ظَهَرَ** کہ اس میں عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 بنا ہے۔ **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 لفظ عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 معنی **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 "یہ لفظ عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 "قد ظہر" کا لفظ عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 قد ظہر ملک **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 جو میں عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 داخل ہو کر **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔  
 میں ایک عربیوں نے **هَذَا كَلَامُهُ** لکھا ہے۔

**قَالَ يَرْسَمُ حُصُونَهُ** یعنی "اَقَا حَرْبُهُ"











ہوئی ہے۔ نظر برائے ایتا کو مقدم ذکر کیا گیا۔

**سوال** یہ سجدہ کس قسم کا تھا جو میں نے کر دیا اور اس کے لیے کیا سجدہ عبادت یا سجدہ تحیت جواب یہ سجدہ تحیت تھا جو کہ وہی فرمودہ دیگر اقوام  
 اپنے بادشاہوں اور امراء میں پیشواؤں کے لیے کیا کرتے تھے۔ **سوال** سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت میں کیا فرق ہے جواب اگر بہت عبادت کیا  
 جائے تو اسکو سجدہ عبادت کہتے ہیں اور اگر نہایت کاتب جو عیسے بوقت ملاقات سلام و معاف تو اسکو سجدہ تحیت کہتے ہیں۔ **سوال** اگر اگر ان کو  
 میں سے کوئی نہ تو سجدہ کیا ہے جواب اسکا نام سجدہ مطلق ہے۔ **سوال** سجدے کے ان تینوں قسم کا حکم کیا ہے جواب سجدہ عبادت  
 غیر شرک کے لیے گنہگار اور سجدہ تحیت حرام اور خدا تعالیٰ سے سجدہ بھی حرام ہے جس کوئی نہ ہو جسکو سجدہ مطلق سے تعبیر کیا ہے۔ اگر سجدہ  
 اس کے کفر و شرک کے لیے میں بالحااصل یہ سجدہ سجدہ اگر نہایت عبادت تو گنہگار و نہ حرام۔ **سوال** غیر شرک کے لیے سجدہ تحیت کو حرام کہنا  
 درست ہے قرآن کریم میں بصرحت مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام فرشتوں نے ٹھکر دیا تو سجدہ کیا تھا۔ اولیٰ بیت کہ یہ سجدہ عبادت  
 عبادت تھا کہ وہ تو فرشتہ اور گنہگار نہیں کہ اس سے ٹھکر کر چلائی ہو تو نہیں سکتی اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی ایسا کا حکم نہیں فرماتا قرآن کریم سورہ  
 اعراف میں ہے (قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاۃِ وَالتَّمْرِ) لے مجھ کو یہ خبر کیا ہے فرمائیں کہ اللہ کسی کو بھی ایسا کا حکم نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو تحیت سے  
 منع فرماتا ہے قرآن کریم سورہ نحل میں ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ذِیَ الْقُرْبٰی اِنَّ ذِیَ الْقُرْبٰی لَیْسَ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) غیر الفحشاء  
 و التمری کہ اللہ تعالیٰ یحکم بعد حکم و عدل و احسان ہے۔ لیکن شرک و کفر و باغیہ احسان اور نیکی اور شرف و دل کے دینے کا اور سجدہ  
 فرماتے ہیں ایسا اللہ بڑی بات اور کثرت سے ہمیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ بلکہ یہ سجدہ ملائکہ سجدہ تحیت تھا جس سے حضرت آدم  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وقت و دینی میں اگر سجدہ تحیت حرام ہوتا تو ملائکہ ہرگز نہ کرتے کیونکہ حرام گناہ ہے اور فرشتوں سے گناہ کا صدور ممکن  
 نہیں کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم شاید یہ کہ فرشتوں نے سجدہ کیا تھا تو ثابت ہو کہ سجدہ تحیت حرام نہیں بلکہ جائز ہے جواب  
 بیشک سجدہ ملائکہ سجدہ تحیت ہی تھا اور وہ صرف جائز بلکہ فرض تھا کہ اس کے حق میں عیدہ امر وارد ہوا جو افادہ وجوب میں حقیقت ہے۔  
 لیکن حکم حکم حکم ہر سجدہ تحیت کے بارے میں بیان نہیں کیا بلکہ وہ صرف سجدہ بشری متعلق ہے کہ بشر کا سجدہ تحیت غیر شرک کے لیے حرام ہے۔  
 اور شرک کے سجدہ تحیت کو ملائکہ سجدہ تحیت پر قیاس کرنا درست نہیں کہ ملائکہ اور بشر کے احکام جدا ہیں۔ **سوال** بشر کا سجدہ تحیت بھی  
 غیر شرک کے لیے حرام نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کریم میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے والد ماجد حضرت  
 یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور والدہ ماجدہ اور ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا جو سجدہ تحیت ہی تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام بشارت تو  
 تھے نہیں بشر کا سجدہ تحیت حرام ہوتا تو یعقوب علیہ السلام ہرگز نہ کہنے کہ وہ تمہیں اور میں سے گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی ممکن نہیں ہے یا ایک حرام ملے  
 کہ نہی معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم شاید یہ کہ انہوں نے سجدہ کیا تھا پس ثابت ہوا کہ بشر کا سجدہ تحیت بھی حرام نہیں جواب بشر کا  
 سجدہ تحیت غیر شرک کے لیے شریعت یعقوب میں ہا تھا لیکن ہماری شریعت محمد میں حرام کر دیا گیا اور ہم نے اسی کو بھی کیا ہے۔ مقتدا  
 معصوم میں کسی تحسین دار و حدیث ملا حنفیہ طویل القدر خوش کرام امام احمد و دیگر دالو نعمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصاری کے ایک شاگرد میں شریعت فرما رہے تھے صدیق و فاد روق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 ہر کاب تھے آستانہ میں گرہاں تھیں انہوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بکریوں سے ہم زیادہ حق دار ہیں۔  
 اس بات کے حضور کو کسی نے فرمایا۔ "اِنَّہٗ لَا یُشْفَعُ فِیَّ شَیْءٌ اَنْ یُّسَجِّدَ اَحَدٌ کَاَحَدٍ وَّ اَوْ کَانَ یُشْفَعُ فِیَّ اَنْ یُّسَجِّدَ اَحَدٌ کَاَحَدٍ  
 لَا مَوْتَ لَکُمْ لَآ اَنْ یُّسَجِّدَ لَکُمْ وَّ یُخَافَ تَرْتَمِیْ بِشَیْءٍ مِّمَّنْ اَنْتُمْ فِیْہِ" کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے اور دبا مانا سب ہوتا تو میں غمورت  
 کو شرم ہو کہ وہ مکر فرماتا ہے۔ علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ امام قاضی عیاض میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ حنفی نے

نہ سجدہ کی حقیقت اور اس کا حکم اور اس کے سجدہ عبادت و سجدہ تحیت میں کیا فرق ہے

نہ سجدہ کی حقیقت اور اس کا حکم اور اس کے سجدہ عبادت و سجدہ تحیت میں کیا فرق ہے











معنی ہوتا ہے کہ اگر کسی نے اس معنی کو سمجھ کر تہمت پر نہ آیت مذکورہ کی دلالت قطعی ہے اور نہ آیت (وَإِنْ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ أَنْتَ سَجْدٌ) کا  
 دلالت قطعی ہے نہ اس کی، حالانکہ کسی نے یہ سمجھا کہ آدم علیہ السلام کو تہمت تہمت کے ثبوت میں پیش کیا گیا تھا  
 دلالت قطعی کیوں نہیں، اس لئے کہ اگر اس کا ہر دو آیات میں بطور اختلاف ہے۔ پہلا سجدہ کے معنی مراد میں کہہ دیا تھا لیکن اس میں  
 یا عربی مراد تھا، یا تہمت معنی اول و دوم اختلاف یہ کہ آدم و نوح علیہما السلام مسجود نہ تھے یا مسجود الیہ۔ اہل تہمت  
 اختلاف ترجیح میں ہے بعض علماء نے سجدہ بمعنی (سجود) کو ترجیح دی اور بعض نے سجدہ بمعنی (مراد) کو اور ہر دو حضرات مسجود  
 ہوئے کہ اور بعض نے مسجود نہ ہونے کو۔ اور تحقیق نے اسی کو اختیار فرمایا، ہر حال خود اختلاف ثانی قطعی ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔  
 نظر میں ہر دو آیات کی دلالت کو بالاسمجع محبت کے جو اثر قطعی سند ہی بلکہ قطعی ہے پس یہاں حدیث مذکورہ مانع نہیں کہ اور اگر آیات کی دلالت  
 جو تہمت قطعی تسلیم کر لی جاتی تو ہم کہتے ہیں کہ تہمت میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں، چنانچہ حضرت ثناء عبدالحزب صاحب حدیث دہلوی حدیث  
 مروی القوی تفسیر عن مرثی میں سجدہ تحت تکلیف فرماتے ہیں (وہا مت ماے سابقہ جائز ہو چکا ہے) ورنہ یہ تہمت یوسف و اخوان ایشان واقع  
 شدہ و از شریعت اسلام خارج ہے، چنانچہ میں محذورات حرام مست بدلایل حدیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ) اور حدیث متواترہ قطعی کا نسخ  
 روایت سے حوالہ ان احادیث کو متواتر کہنا درست نہیں، کیونکہ حدیث متواترہ کے وجود کا سنا حدیث پر بحث کیا تو بعض علماء نے اس میں الفاظ  
 مطلقاً لفظی نہیں، (انما اتوا من الکتاب) (وحد) ترجمہ خبر متواترہ تو وہ ہیں، لیکن دلیل القدر حدیث ابن عباس کا کہ فی تفسیر کے بعد  
 ایک حدیث متواترہ متواترہ ہو سکتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ حرف حدیث من کتاب علی متعین اقلیدس و معنی من الناس انما اتوا  
 کیا جا سکتا ہے حضرت بحر العلوم کہنوی نے اس معنی میں طبع جستجو کے بعد فوائد الحضور شرح مسلم الثبوت میں یہ روایت  
 کا اضافہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ حدیث (وَقُلْ لِلَّهِ عَقَابٌ مِنْ النَّاسِ) اور حدیث (مَا تَرَكْنَا مِنْهُ فَاَصْدَقَ) اہل متواترہ  
 میں تحریم سجدہ تحت کلام حدیث اس معنی نظر الیہ علم سے تحقیق نہیں، اگر وہ متواترہ ہیں تو اس مقام پر ضرور شمار کرتے یا نہ کرتے سوا او طیار ہر دو  
 لیکن کسی نے انہیں گرا یا تو معلوم ہو کہ متواترہ نہیں، جو اب ان حضرات کی کہ مطلقاً متواترہ نہیں، مگر روایات متواترہ میں جس کو  
 اعتقاد متواترہ کی ہے، تہمت معنی مرثی کی عبارت مذکورہ میں احادیث متواترہ سے مراد روایات متواترہ نہیں، جن کی اعتراض مذکورہ وادوبہ بلکہ  
 مراد ہے کہ احادیث تحریم قبول متواترہ میں کلام انہیں مانا ہو، اور روایات متواترہ حدیث کی طرح قبول متواترہ حدیث سے بھی قطعی کا نسخ  
 ہے جیسے حدیث (وَالْحَبِيبَةُ لَوَارِثَةٌ) کہ اس سے وصیت الدین وقرین کو منسوخ قرار دیا گیا ہو منسوخ قرآن فی چنانچہ امام اجل بخاری  
 علیہ رحمۃ اللہ کی کشف الاسرار میں فرماتے ہیں (هذا الحديث في قوة المتواتر انما المتواتر نوعان متواتر من حيث  
 الرواية ومتواتر من حيث ظهور العمل به من غير تكبر فان ظهوره يفيق الناس عن اوليته وهو جليل المشا  
 فاة العمل ظهوره مع القول من ثمة الفتوى بکلا تنازع فيجوز السمع به)

تہمت سجدہ تحت مذکورہ کی مرمت اجماع قطعی ہے، ہذا قولی عن مرثیہ میں آیا کہ (اجماع قطعی امت بر تحریم سجدہ اجماع اگر چنانچہ  
 نہیں ہوا لیکن دلیل نسخ تہمت کے سجدہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا یجتمع امری علی الضلالة)  
 کشف الاسرار میں ہے (الاجتماع لا یعتقد البتہ بخلاف الکتاب السنۃ فلا یصدق ان یقولن فاسخا لهما ولو  
 وجد لاجماع فلا یفهم انما خلاف بناء علی نص تاخر ثبت عند ہم انه فاسخ للکتاب السنۃ مسلم الثبوت اور کسی  
 شرح فوائد المحرمات میں ہے (الاجتماع دلیل علی النسخ کعمل العملی خلاف النص المفسر میں معلوم ہوا کہ  
 سجدہ تحت کا عذر کسی نص قطعی سے منسوخ ہو چکا ہے۔

تہمت  
 سجدہ  
 تہمت  
 دلالت  
 قطعی  
 نہیں

تہمت  
 سجدہ  
 دلالت  
 قطعی  
 نہیں

تہمت  
 سجدہ  
 دلالت  
 قطعی  
 نہیں







الصحیحہ علیہ السلام علیہ وسلم قول اول آیت میں بحران کے مضامین کا طالع کے لئے (تو بعد اذ انتم مسلمون) میں بحران  
 اختیار کرنا چاہیے کیونکہ مضامین کے اندر مضامین لیتے ہوں گے آیا ہو کیا کر کے اولین والکفر بعد ان کا تو اصل میں (تو بحران  
 میں) نہ ہائے آئے باپ اور اولوں کو جو اس کے لئے میں میں حق پر ہے کہ کفر کو حکم کرتے ہیں اس کے کو وہ ایمان لا چکے تھے اس لئے یہ پرہیز کیا اور انکے  
 میں لفظ کفر ہے معنی حق پر ہے کہ جو اس مقام پر پہنچے سابق انیراد ملا کر کو خدا ماننا ہیں اور یہ قول دوم لفظ کفر میں اول کی اصل  
 ہوگی کیونکہ کفر تو سب کے واسطے اور مسلمانوں نے اس کی اجازت نہیں چاہی تھی اور کلا اس کے گریہ جاب سے تصور دھار و زاول سے توجہ کے آداب عالم  
 آشکارا فرمادیا تھا یہ جانی مخالف ہر شخص جانتا اور گھر میں چڑھا تھا کہ ایک لڑکی کی بات کو طرف ملتے ہیں اور شرک کے بارگاہ سے کو دشمن نہیں رکھتے۔  
 تو کسی صوابی سے عبادت میں کی درخواست اور وہ بھی خود ہی سے کیونکہ تصور ہی خصوصاً یہ بھی کی درخواست کرنا ہوتا ہے اور اعلیٰ صوابی عبادت میں  
 قیاس میں بعد مسلمان قاری معنی کھلائی انکو رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثانیاً اس کے حضور قدس مثل اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے جواب میں بھی فرمایا گیا  
 نہ کرو اگر تو اس سے بچو عبادت کیلئے ہوتی تو اس کے لفظ نہ ملتا بلکہ یہ فرماتے کہ تم عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے کافر ہو گئے تہا دی عورتیں نکاح سے نکل  
 گئیں تو یہ کہ وہ بارہ اسلام لائے کیونکہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کرنا کفر ہے اور کفر کریمہ آدی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہاں نکاح سے  
 نکل جاتی ہیں اور جب نہیں فرمایا تو سلام ہو کہ درخواست بچہ عبادت کے لئے نہ تھی۔ ثالثاً اس کے گھر درخواست بچہ عبادت کیلئے ہوتی تو وہاں  
 کہہ گا کہ وہ درخواست کر کے باوجود مسلمان قرار دیا درست نہ ہو گا کہ وہ تو بچہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے اسلام سے خارج ہو گئے حالانکہ وہی تھا  
 اسی آیت میں یا ایہی قصاب (بعد اذ انتم مسلمون) انکو مسلمان بنا رہا ہے جب ثابت ہوا کہ بچہ عبادت کی درخواست نہ تھی تو کفر نہ ہو گا کہ بچہ  
 کی درخواست کی تھی تو کفر نہیں ہو گا حالانکہ لفظ کفر میں تسلیم کیا جائے گی کہ کفر سے کفر صوری مراد ہے اور شک نہیں کہ کفر نہ تھی کفر صوری ہے  
 کما سبق تو اس تائید کے بعد آیت سے بچہ عبادت کی تحریم مفہوم ہوگی۔ نظر در آیت کہ والد اس تحریم نہیں ہوئی۔ یہ قلمی اس واسطے واضح قرار دینا چاہتا  
**سوال**۔ اس آیت کی والد تحریم پر اگر قلمی تسلیم کر دی جائے تب بھی ان دونوں بات کے لئے ناسخ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ دونوں ذیل خبر چوں اور خبر  
 منسوخ ہوتی نہیں اسی طرح دیکھو بالا عادت متواترہ کو ناسخ قرار دینا درست نہیں جو اب ایک خبر منسوخ نہیں ہوتی کیونکہ انقضائے امر کا  
 غیر واقع ہوتا ممکن نہیں۔ مگر ایسے کہ یہ دونوں بات دیکھو بچہ عبادت کے جواز کو مستغنی ہیں عادت متواترہ نہ دیکھو لے جس سے جو انکو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح  
 آیت مذکورہ اگر تحریم قلمی الدلالة ہوتی تو اس سے بچہ عبادت منسوخ ہو جاتا جو کہ یہ آیت تحریم پر قلمی الدلالة نہیں نظر براں سکونا سزاوار نہیں رہا  
 گیا۔ والشفصیل سے کلام مرید علیہ فی الرسالة السنہ المستمکة بالزبدۃ الرخیبة فی تحریم مجبور العقیدۃ معجذ والمذنبۃ  
 المتعاصرة اما حراجل السنۃ مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ والہ تعالیٰ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب  
**وکان ذلک آخر نشان ہر قل** (رواۃ حدیث نے لفظ آخر) کو خبر رکھان قرار دیکر منصوب ثابت کیا کہ ہر قل  
 ارشاد الساری وغیرہ انکیل ہر شبہ اور وہاں کہ لفظ آخر کو تعریف علی کا مرتبہ حال ہے کیونکہ یہ لفظ نشان کی طرف صاف اشارہ ہے  
 (ہر قل) کی طرف جو حکم ہے اور صاف کو تعریف کا ہی مرتبہ حال ہوتا ہے صاف الیہ کا جو یہ لفظ ارشاد (کو تعریف علی حال ہوتی تو لفظ آخر) کو بھی  
 تعریف علی کا مرتبہ حال ہوتا ہے اور تعریف علی کا مرتبہ تعریف اشارہ سے اعلیٰ ہے نظر براں لفظ آخر تعریف میں لفظ ذلک سے اعرف ہوا اور تعریف  
 ہے کہ اعرف کا اسم قرار دیا جائے کما وہ متصلاً فی <sup>۱۱۱</sup> فقہ کا یہ بحث ومعنی کو محمل ہے اگر ذلک کا مشا الیہ ہر قل اول  
 والی قلت صفا لہی انفا اختیار ہوا شد نکو علی دیکر فقہ لایست قرار دیا جائے اور ارشاد (یعنی قرآن) ہو تو معنی یہ ہونے کہ قول مذکور  
 اس مجلس میں ہر قل کی آخری بات تھی کہ اس کے بعد کو نہیں کہا مجلس رفاست ہوئی اور پہلی بات اس مجلس میں یہ تھی (والمعشر الرافضی) کہ  
 فی القلاح والرفض وان بیئت منک لک فیتا یعوا الحق البقی (اور اگر ذلک کا مشا الیہ اختیار ملک برائے ان قرار دیں جو اعلیٰ ہے



































## التطبيق الصواب بين الأحاديث ترجمة الباب

قَالَ إمام البخاري عليه رحمة الباري باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 أقول اعترض عليه بأن الأحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة لا يطابقها كثير منها وقد قصدت لدفعه  
 الأكيداء قد يعارضها فلا تسلان أقار وأمن الجواب يجري فيها هذا وفيها في من الأبواب الأخيرة ثمرة الذي  
 للتطبيق بين هذه الترجمة وكل حديث من هذه الأحاديث فإوردوا ما لا تسئلون به لا سماع ولا عميل إليه  
 الطباع كما ستقف عليه إنشاء الله تعالى وسفر لفي القاتر ما يفيد هذا التطبيق على الوجه الذي قلنا من أن الوحي  
 الأول أن الوحي في قوله (ومن آياته أن أرسلنا على محمد صلى الله عليه وسلم الوحي) استمر كما في قوله القاسمي ومغناه (الكلالة الوحي في التعريف المعهود وهو القرآن) كون  
 الوحي استمر كما يمنع فحق الجواب فلا تنزل فصلا جعل الترجمة كيف كان ابتداء القرآن نزول الوحي على محمد صلى الله عليه وسلم  
 ومخصوصا عن القرآن باعتبار نزوله الأول على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأول مرة نزول الوحي عليه من أن يكون  
 على الإطلاق أو بعد الاحتباس فالمستعمل بكيفية حال القرآن بذلك لا عيب. هذا هو ترجمة الباب لمعبر عنها  
 بقوله كيف كان بدء الوحي لم يرد في النظر والوحي ينقسم إلى مستو وغير مستو وهو الحديث فخصيصا لمثلها  
 بالنظر كونه أعظم من آياته صلى الله عليه وسلم ولعل المحفوظ عنه في علم الحديث ذاته الشئ بقوله  
 الله تعالى عليه وآله لا مطلقا بل من حيث الرسالة واليه آيات في الترجمة حيث ورد لفظ الرسول القرآن  
 اعظم من آياته صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى عليه وآله وسلم الثاني أن الصفة تقسم إلى قسمين صفة الشئ في نفسه وصفة  
 الشئ بالنسبة إلى متعلقه ومعلوم أن الصفا الشئ بصفة في الواقع يصحح أن يعتبر الصفا متعلق ذلك الشئ من  
 حيث أنه متعلق بصفة أخرى مثلا إذا قيل زيد بل هو فلان فيستفاد منه أن الصفتين لا يردن فيكون زيد بحيث  
 يظهر في نوع بصفة لزيد كما لا يخفى على المتأمل في القرآن وحكي ذلك حال هو جبريل عليه السلام والوحي إليه هو  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فلهذا ثلاثة أشياء الوحي في الحامل والوحي إليه لكل واحد من هذه الثلاثة  
 تعاقب مخصوص مع الآخر فالتصاف إلى من الوحي إليه بصفة مصحح بالنظر إلى ما ذكرنا أن الاعتبار بالصفا هذا  
 الوحي بصفة أخرى الثالث معلوم أن جبريل عليه السلام جاء حين ابتداء نزول القرآن مشكلا فيشكل حل  
 ولما حفظ ما نزلوا عليه فاعلم أن الحديث الأول هو حديث عبد الله بن يوسف ذكر فيه وصف من أوصى الوحي  
 أعني بشكل رجل هو من أوصى الوحي كان متصفا بما حين ابتداء الوحي وهذا كما وصفا هو المعبر به  
 في هذا المقام ولا يخفى على من لا يخفى كما فيها في النظر إلى الأمر الثاني يوجد من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني  
 القرآن بذلك الاعتبار هو كونه بحيث تشكل حامل بشكل حل فصل المطابق بين هذا الحديث وترجمة الباب  
 أما الحديث الثاني فهو الأول من حديث أبي بكر بن زيد ذكر فيه وصف من أوصى الوحي إليه وهو كونه في عار  
 حين لا يتدفع في النظر إلى الأمر الثاني يستفاد من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني حال القرآن في ذلك كما عرفت وهو كونه  
 بحيث كان الوحي إليه في عار فطابق هذا الحديث وترجمة الباب أما الحديث الثالث وهو الثاني من حديث أبي بكر  
 فقد ذكر في القرآن باعتبار أن زيد لم يزل يوحى إليه احتباس من زمان ما وذلك لأن المذكور فيه أنه لا أول بعد الاحتباس







فصل المطابقة ولا يخفى عليك انه يلزم حينئذ استكمال الثلاثة الفاظ في الترجمة الاولى كيف في الثاني كان الثالث  
يدبر وهو كما ترى ولا يلزم ذلك على جواب الاسلاف حيث جعلوا الترجمة وحرفها كليهما مقصورين فلا تغفل. ومما  
الثاني على ما فهمت ان المقصود بيان مبدأ الترجمة فقط البديع حيث قال ويدبره مبدأ الذي صدر عنه هو  
ثاني فعلى هذا يلزم ان قام بظن في الترجمة الاول رقيق في الثاني كان ومع ذلك لم يحصل المطابقة بين جميع الاحاد  
وترجمة الباب كما لا يخفى على اولي الادب فان الحديث الاول والثاني والخامس السادس ليس فيها ذكر مبدأ الوحي  
حيث انه مبدأ الوحي ثم بعد التباين في قول ان كان يدبر الوحي بمعنى مبدأ الوحي لمبدأ عند قوله تعالى فما معنى قوله  
اي صيغة كجاء ما روي عنه صلى الله عليه وسلم هل هو استكشاف عن كيفية الله تعالى انكأته في الزمان الماضي  
تعالى الله عما يصفون ثم يقر به عليه بقوله فثبت باحاديث الباب ان كان بالوحي توسط الملك فيقتضي ان  
الضمير المنصوب في قوله انه راجع الى مبدأ ما روي في هذا معنى الكلام ان مبدأ ما روي كان بالوحي توسط الملك  
ومبدأ ما روي هو الله تعالى كما قال ولا يخفى ان هذا المعنى ان الله تعالى كان بالوحي توسط الملك فهذا الفاظ ليس  
نحوها معنى ان كان راجع الى ما روي في القول باثبات ما روي كان بالوحي توسط الملك باحاديث الباب غير ان  
المطابقة لان ترجمة الباب هو المبدأ لا ما روي في الاحاديث المذكورة تحت الترجمة لا تنبت بها لبقى ان تغيير الوجه الثاني  
يقوله (ولكن) المستعصية بخلاف الوجه الاول غير مستطاب لانه قل كما هو من الوجه الاول حيث يلزم فيه ان  
اللفظين في الاول انما هي الله الفاظ كما عرفت ثم قال لمخدر في هامش هذه التسمية مستطاب المعنى آخر لترجمة الباب  
هنا لا عذر في ان هذا الوحي المستلزم المحفوظ عن القرآن وغير المستلزم الذي يقال له الحديث مما هو مذكور على المسلمين  
خفيف بدنه ومن ارجاعه ومن اى جهة وقع عندنا جوابه وقع عندنا عن ثقاة العلماء عن الصحابة عن النبي صلى الله  
عليه وسلم عن اجماع الله تعالى اليه فساق في الباب باحاديث تدل على ان اجماع الله تعالى اليه بهذه الامور امر متواتر  
بلا شبهة عندنا اقول فيه كلام من جهة الاول ان فهم الوحي لما خوفي في ترجمة الباب بحيث يشمل غير المستلزم  
دا فعلا لا شك ان كيفية جميع الاحاديث ما خلا الحديث الثاني ساكنة عن كيفية تباين الوحي الغير المتكبر ان الجمع  
بدون استثناء الحديث الثاني ساكن عن جواب السؤال الثالث المعبر عنه بقوله من اى جهة وقع عندنا وذلك لان الحديث  
عامة عن المتن لا مع الاستناد والدليل على المشكوك احتياجه الى ذكر جوابه عن نفسه حيث قال روي عننا في هذا  
على تقدير صرف قوله بجوابه وقع عندنا ان السوال الثالث فقط كما هو الظاهر في ضمير المضار اليه ان جعلنا جوابا  
عن السوال الثاني ايضا ارجاع الضمير المضار اليه الى السوال الثاني والثالث بتاويل كل واحد فظاهر من ذكر الجواب ان الجمع  
ساكن عنه ولا يفتقر اليه الثاني او الترجمة سवाल احدا فارجاعه الى ثلثة اسئلة بقره ومعنا عندى ان السوال  
ينبغي الثالث ان قوله (معناه عندى) يدل على ان الترجمة ارجعة الى الاسئلة الثلاثة فعلى هذا لا بد ان يكون جوابا  
الثلاثة في الاحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة وقوله روي عننا ان السوال الاول لا يخلو عن ذكر جوابه عن نفسه قوله (فان في  
باب الحديث تدل على ان اجماع الله تعالى على الامور التي لا يشبهه عندنا لا يفهم معناه لان الامور لم تكن في اقبل الله علم الصواب  
والجواب بل في ما ذكره الفاضل العلامة المدعي الشيخ الهند عند ابن بابن من الامور وحسن الدلويندى في  
كتاب المسعى بالاجواب في الترجمة صفة في صفه وبه تحت الاصل الاول من الاصول المذكورة في آخره في صفه وادواه حيث قال















مشروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس اوقات قریحۃ الیاب کا رد مل مطابقتی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہے کسی کا عادت یا عادت کرنا منظور ہوتا ہے۔ سو یہاں یہی صورت ہو اقل تو ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف نے کتاب کو باطنی سے شروع کیا ہے۔ قرآن الہی کیا وجہ حال کر دیکھ کر کتاب عادت کے موافق ابواب فقہا کی تسلسل کی گئی ہے۔ یہ بیان کیا ہے اور متعدد ابواب کی نقل و نقل کے متعلق وہاں مذکور ہیں۔ یہاں ہر حرف اس ایک باب کے مقدمہ لکھے ہیں کیا غرض ہے۔ اس عادت کی کیا وجہ۔ سو ادنیٰ توبہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ نبی کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت جو کہ کوئی پرہیز و خوف ہے۔ اس سے سب سے پہلے جس کی ایمان اور علم سے بھی اول و وحی کا ذکر کرنا سبب ہوا۔ چنانچہ مسطورہ فقہین صاف ہی اشارہ فرماتے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہو گا کہ مؤلف نے عدالت کی غرض اس موقع میں ہے کہ وہی جو کہ حلال و حرام اسلامیہ کے بارے میں اندیشہ رکھتا ہے۔ وہی کی طرف سے خطا و غلطی کا ادنیٰ احتمال نہیں ہو سکتا کہ یا تہیہ الباطل من بین ید یدہ و لا من خلفہ اور ہی مبتدعہ بر مغرض الطاعت ہے ان الحکمہ لآلہ اللہ۔

اور تمام اہل عقل و ادب اہل شرافت و حکمت اور تمام مخلوقات بھی مل کر اس کے کسی ایک حکم کا عارضہ نہیں کر سکتے اور عبادت کا حق و عبادت نا فوری ہے ایسے ہی ممکنہ حالات کا اہل و رفوہ و ناشی ہے۔ عقاید ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات عطا ہوں یا احوال۔ سب کے حسن و قبح کا مشاہدہ اور محبت طاعت و حق ہے۔ وہی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل مقابلات بھی نہیں اس لئے مؤلف اپنی کتاب میں انسانی کی عقلیت اور عصمت اور صداقت کو بیان فرما کر اس کے بعد اور چیزوں کو ذکر کرے گا اور جو کچھ بیان کرے گا سب خود اس الہی ہو گا جس کی وہی کے متعلق بھی جو احوال بیان کرے گا وہی حق سے ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد الہی خودی اس کے بعد عادت سب سے زیادہ فی الجاہل میں بھی نور کرنا ضروری ہے۔ کفار پر تو جو کہ حق الیہ است و میں جس کی سہولت یہ بھی مرآۃ ما ہے کفار ہی سے کفار پر جو کہ بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی غرض کچھ اور ہے۔ سو اس غرض کے منہم کے دریافت کرنا طریقہ اس کے بہتر اور اہل و فاعل اعتماد کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں عادت میں نور کر کے بعد الیہ امر مشترک مناسب مقام معین کے مقصود پر چڑھایا جائے کہ حلال عادت کرکہہ فی الیاب سہولت اس پر منطبق ہو جائیں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہو جائے سو عادت کرکہہ وہی تامل کرے یہی کچھ مرآۃ ما ہے کہ غرض مؤلف بیان غفلت و عصمت و حق سے کمال بخفی علی الہی حاصل الملقطن و الجملہ ہر دو امر مقررہ بالاسے خوب النشیں ہوتا ہے کہ ترجمۃ الیاب کے مؤلف کی غرض انبات عظمت صداقت و حق ہے۔ اب ہر صواب کا دل کا عادت ہائے متیقن کر کے انشاء اللہ کئی دایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی عادت ہوگی۔ استحساناً اتنا ہم وہی عرض کئے تھے ہیں کہ بین و الہی میں مؤلف نے عید و کو عام رکھا ہے اس لئے اس کو دینی حرک زمان و مکان کیساتھ مفید کر لینا ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ مان مکان دونوں سے عام ہے کہما لفظ میں ان احادیث نیز وہی بھی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے کہما صاحب بہ النشاء و فی اللہ قدر ہو بلکہ مؤلف کا مقصود انہم جو غیر متلو و حلال میں موقع پر خاص حق متلو اور لینے سے صرف تطبیق ہی میں مل نہیں پڑتا۔ مؤلف نے عدالت کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی یہ ہے کہ قوت ہوئی جاتی ہے فالحنی لہ الحد و خلاصہ یہ ہے کہ یہ باب مقدمہ الکتاب کے بعد مقاصد میں اتھنی لفظ

## سوال نہا سمان جواب زریسمان

اقول یہ کلام بھی مجید و فاسد ہے اول اس لئے کہ لفظ اباب کے بعد عبادت ذکر کی جاتی ہے اس کو قریحۃ الیاب کہتے ہیں جس کے ترجمہ پر ترجمہ الہی کا اشارہ نہیں ہوتا عادت پر حنفی و لاہریہا بعلم اس کو جائز یا غیر جائز بلکہ خود بخود انہی کا قادی کی قرآن سے منکر نہیں ہوتا ہے کہ بخاری شریف اس پہلے باب کا ترجمہ رکیف کان بدو الہی کہ ہے انشاء اللہ الہی نہیں جیسا کہ صورت ہے۔ نہ کہ کما ہے اور جو کہ ترجمہ جملہ سوالیہ کے لئے امر احادیث میں قطعی قندس میں و انوارانی ارشاد انسانی شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں کہ فی قول البخاری باب کیف کان بعد اذہا و



















































